انوارِ انوری

تذکرہ و علمی کمالات

فخر المحدثین امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف

قطب الاقطاب عالم ربانی شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ

خادمِ خاص و خلیفہ مجاز حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ
تلمیذ ارشد و خلیفہ امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ
و خلیفہ اعظم حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب جدید

محمد راشد انوری نبیرہ حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ

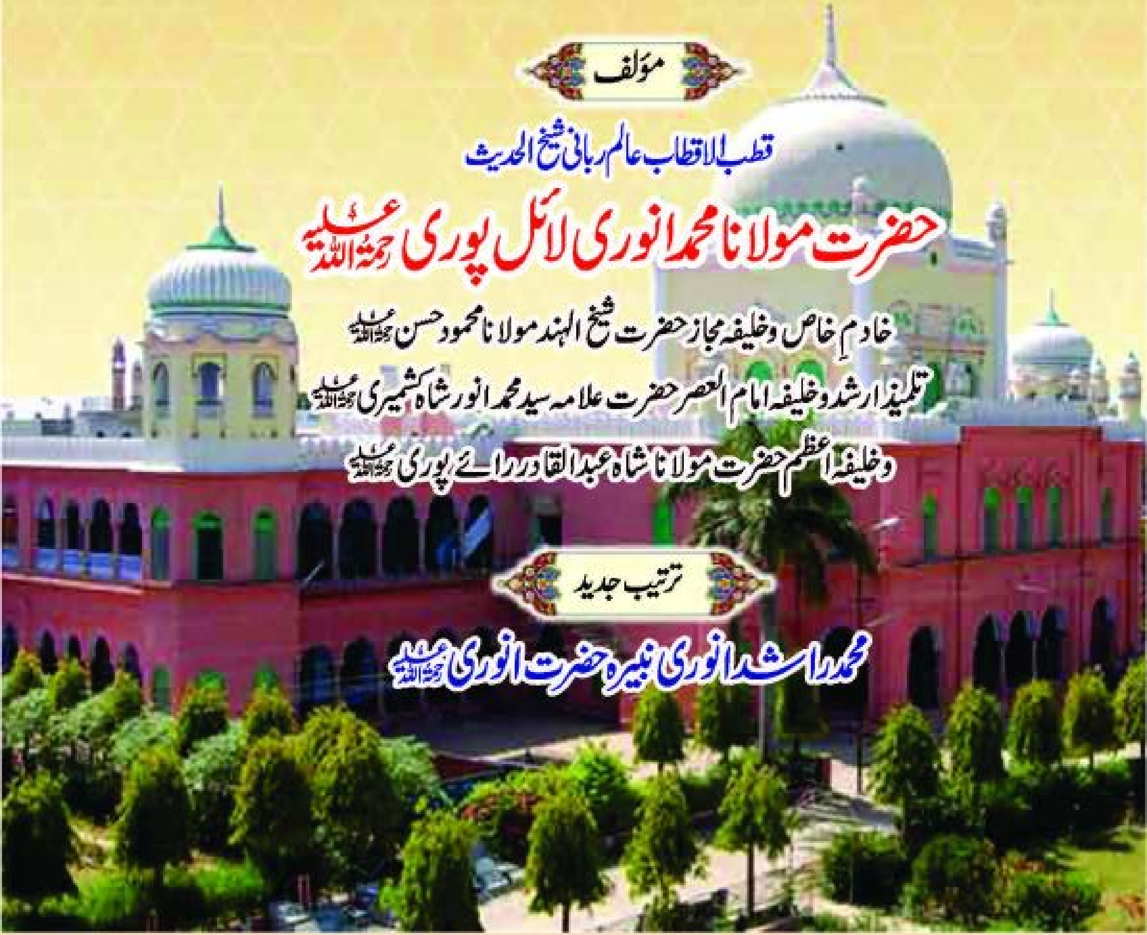

انوارِ انوری

تذکرہ و علمی کمالات

فخر المحدثین امام العصر
حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف

قطب الاقطاب عالم ربانی شیخ الحدیث
حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ
خادمِ خاص وخلیفہ مجاز حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ
تلمیذ ارشد وخلیفہ امام العصر حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ
وخلیفہ اعظم حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب جدید
محمد راشد انوری نبیرہ حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

قانونی مشیر
منظور احمد راجپوت ایڈووکیٹ ہائیکورٹ کراچی

نام کتاب انوارِانوری
مؤلف حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ
اشاعت جدید ...... محرم الحرام ۱۴۴۷ھ۔ جولائی 2025ء
ترتیب جدید محمد راشد انوری
قیمت
کمپوزنگ اقراء کمپیوٹرز اینڈ پرنٹرز پریس مارکیٹ فیصل آباد
فون:041-2631411 موبائل:0301-7977716
باہتمام مجلس انوری پاکستان

ملنے کے پتے

کراچی: بلال انٹرپرائزز، S1 جامع مسجد ناظم آباد نمبر 2
+92 300 2421646
لاہور: ☐ مکتبہ قاسمیہ، اردو بازار
☐ مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار
فیصل آباد: مجلس انوری سنّت پورہ فیصل آباد
+92 321 7545059

فہرست

عرض مرتب	11
رائے گرامی حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہ (مہتمم دارالعلوم دیوبند)	13
رائے گرامی مولانا سیدنسیم اختر شاہ قیصر مدظلہٗ نبیرہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ	15
رائے گرامی حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہٗ	22
رائے گرامی حضرت مفتی حبیب الرحمٰن الخیرآبادی مدظلہٗ	25
ابتدائیہ از مؤلف	30
امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کا شجرۂ نسب	31
شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں اکابرِ علماء کرام کی رائے	32
بہاولپور میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تشریف آوری اور پُرشوکت مجلس	33
حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی مجلس کا عجب رنگ	35
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کا تذکرہ	36
حضرت مولانا محمد انوری رحمہ اللہ کے نام مولانا انظر شاہ صاحب رحمہ اللہ کا خط	38
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا فارسی کلام	39
مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کی کتاب روض الریاحین کا تذکرہ	47
حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں مدحیہ کلام	47
مدرسہ امینیہ دہلی کا ابتدائی حال	49
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا سلسلہ طریقت وارشاد	49
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا مدینہ منورہ میں درسِ حدیث	50
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا دارالعلوم دیوبند میں استاذ کی حیثیت سے تقرر	51
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی سند بابت مفسر علامہ آلوسی رحمہ اللہ	51
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس پشاور میں صدارتی خطبہ	52

علامہ جامی رحمہ اللہ کا قصیدہ	53
بخاری کی ایک حدیث کا حوالہ	57
فریضہ تبلیغ توحید و رسالت	57
نصاریٰ کے ہاں تبلیغ نہیں ہے	58
اناجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت بعد کی تالیف ہیں	59
روح اور مادہ کا عجب تذکرہ	60
اشیاء عالم اور مسئلہ ممکنات	62
قدیم بالذات کا تذکرہ	62
فاعل اور چار چیزیں	64
زمان و مکان کے بارے میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اشعار	65
کائنات کی کتاب ایک ورق ہے	67
کون و مکان پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اشعار	67
خدمت دین کا فریضہ علماء حق کا منصب ہے	68
تبلیغ اسلام کے زرّیں اصول	69
مدینہ منورہ میں نبی اکرم ﷺ کا معاہدہ	70
قتلِ مسلم کی سزا اور دارالاسلام اور غیر دارالاسلام کا فرق	71
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا حافظہ ضرب المثل تھا	72
صاحبِ نبراس حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے استفادہ فرماتے تھے	73
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ۳۲ سال پہلے دیکھی ہوئی کتاب کا حوالہ پیش کرنا (اس کتاب کا نام فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت لمولانا بحر العلوم)	74
قادیانیوں کا حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو عربی میں مناظرے کا چیلنج اور فرار	75
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے خلافت	76
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا دو سال کی عمر میں ایک مناظرے کا ذکر کرنا	77

حضرت شاہ صاحبؒ کے درسِ حدیث میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کی شرکت	78
حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں ایک مسئلہ کا سنانا	78
کشمیر تشریف لے جاتے ہوئے ایک پادری سے گفتگو	79
مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم کا اعتراف	80
شیخ زاہد الکوثریؒ حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم کے معترف تھے	81
علامہ سید سلیمان ندویؒ کا تاثر	81
مولانا ظفر علی خانؒ کا حضرت شاہ صاحبؒ سے عشق	84
حضرت شاہ صاحبؒ کا چہرہ دیکھ کر ایک ہندو کا قبول اسلام	85
حضرت شاہ صاحبؒ اور علامہ زمخشری	85
حدیث القاتل والمقتول فی النار اور حضرت شاہ صاحبؒ کی تشریح	86
بیان مقدمہ بہاولپور پانچ دن پانچ گھنٹہ فی یوم	88
عذاب قبر کا منکر کافر ہے	89
مسیلمہ کذاب کے دو قاصدوں کا تذکرہ	91
دین اسلام متواتر ہے، اس کا مطلب	92
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول احادیث متواترہ سے ثابت ہے	93
تواتر کی چار قسمیں ہیں	95
مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب اربعین میں انبیاء کی توہین کی ہے	97
ضروریات دین کا منکر کافر ہے	97
جامع الفصولین ابن حزم کی کتاب الفصل قاضی عیاض کی شرح شفاء اور حافظ ابن تیمیہؒ کی کتاب الصارم المسلول کے حوالے	98
قبر میں خاتم النبیین کے بارے میں سوال ہوگا	100
امام ابو یوسفؒ کی کتاب الخراج کا تذکرہ	100
تکفیرِ روافض میں اختلاف ہے، راجح تکفیر ہے	103

معتزلہ کا ردّ	104
کفار کے اعمال بھی دنیا میں مفید ہو سکتے ہیں	105
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے الطاف کریمانہ	107
”فصل الخطاب“ کا تذکرہ اور جواب	107
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا بیعت فرما کر ذکر چشتیہ تلقین فرمانا	108
بچوں کے لئے تعویذ	108
مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ذکر خیر	109
مُغنی ابن قُدامہ مطبوعہ اور مخطوطہ میں فرق ہے	111
فلپائن کے شیخ الاسلام کا حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے متاثر ہونا	112
فصاحت وبلاغت کے نمونے	113
ابن سینا اور مسئلہ روح	116
فصل الخطاب کی عبارت کا مطلب	116
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا درس اور ظرافتیں	119
ابن جریر طبری رحمہ اللہ کا تذکرہ	120
حدیث ”انما الاعمال“ کی عجیب وغریب تشریح	120
لفظ مسیح کی تشریح	121
فتاویٰ عالمگیری کا تذکرہ	122
عاشورہ کی تاریخ کی تحقیق	122
عالم کی بقاء یادِ الٰہی پر منحصر ہے	141
حیات الانبیاء فی القبور	142
ختم نبوت پر ایک نادر تحقیق	145
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کی عملی شکل	155

بندوق کا شکار	158
علم الفرائض پر ایک طویل نظم	158
موانع ارث	160
نماز کے لئے رغبت	160
اختلاف میں اتحاد ہے	161
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا تبحر علمی	161
وحدت دعوت انبیاء	166
تعظیم مفرط پر نکیر	166
لفظ قدر کی تحقیق	169
رؤیت انبیاء مشاہدہ ہے	169
ایام قیام قبا کی تحقیق	171
فضیلت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ قطعی ہے	172
امتناع قراءۃ خلف الامام	172
توسل قولی و فعلی	172
فقہاء سبعہ مدینہ	173
لفظ دُون کی ادبی تحقیق	174
اعجاز قرآنی	176
مقصد قرآنی کی تشریح	177
قرآنی حقائق	177
کچھ ابتدائی دور سے متعلق	178
تذکرہ مولانا ظہیر احسن شوق نیموی رحمہ اللہ	179
تقویٰ کے معانی	179

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے دوسرے بزرگوں سے تعلقات	180
حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو دعوت محاکمہ دی	181
قرآن کریم میں تنسیخ آیات	184
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی فارسی میں بیش بہا نظم	187
حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ اور دیگر علماء کے خطوط	191
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا بے مثال قصیدہ	193
امام اعمش رحمہ اللہ کا تعزیت نامہ	195
قرآن کا معجزہ	196
حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فوقیت	199
تفسیر آیت سورۃ مزمل	201
حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی ہندوستان واپسی	204
بقاعی کی کتاب ''السلک الدر'' کا تذکرہ	206
مولوی محمد علی لاہوری قادیانی کی تفسیر دجل والحاد کی ہے	206
حضرت شیخ الہند کی وفات پر مجمع العلماء اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تقریر اور دو قصیدے	208
مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کا جلسہ اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کا تذکرہ	210
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے لاہور میں تقریر اور دُعا فرمائی	219
بیعت اور تلقین ذکر جہر و اوراد	221
''مبسوط'' کا تذکرہ	222
بہاولپور کے مقدمہ کا کچھ حال	223
عید مسلم اور علامہ جوہر طنطاوی کا تذکرہ	225
عید الٰہی	228
مسئلہ استواء علی العرش کی مقامی توجیہہ	229

ایک حدیثی نکتہ	230
یوم سبت کی تحقیق	231
انتخاب جمعہ کی حدیث مع توجیہات	232
ایام ربانی کی تحدید	233
یوم ربوبی کا ایک نکتہ لطیف	234
بنی اسرائیل کی عید، یوم عاشورہ	235
عاشورہ ایک تحقیق اور ایک حدیث کی توضیح	236
عید رمضان	237
اتمام قرآن عزیز	239
مرثیہ نعتیہ فارسی	242
علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ کا تعزیتی کلام	242
سنت نبوی ﷺ اور سنت خلفاء راشدین ؓ کا فرق	243
صحابہ کرام ؓ اس امت کے سب سے قابل لوگ ہیں	246
ختم نبوت کی ایک تحقیق	247
مقدمہ بہاولپور سے واپسی کا حال	257
فتنہ کا معنی	260
علامہ ڈاکٹر محمد اقبال ؒ کا تذکرہ	262
حضرت شاہ صاحب ؒ کی بہاولپور تشریف آوری اور علماء کا اجتماع	264
حافظ عراقی کے اشعار	266
مکتوب حبشہ (افریقہ)	269
اچھی اور بری تقدیر	274
قادیانی کے اعتراض پر فوری جواب	275

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا تقویٰ	276
روزوں کی قرقی کی تحقیق	277
قصیدہ معراجیہ	280
میری قبر پر آ کر آواز دے دینا	304
احوال سفر بہاولپور بزبانی مولانا محمد صادق رحمہ اللہ	305
علماء اہل حدیث حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے مداح	307
مکتوب مولانا طاسین رحمہ اللہ	308
دورانِ سبق ظرافت	314
صحابی جن کا واقعہ	316
جمع الفوائد ہندوستان کیسے پہنچی	317
برکت اسماء الحسنیٰ	318
سورۃ فاتحہ کی تفسیر	319
آیات واحادیث کے بعض تطبیقات	326
متفرق واقعات	343
تفسیر آیات سورۃ نجم	351
متفرق واقعات	358
حضور اکرم ﷺ کا اخلاق	361
حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کے ایک شعر پر حضرت شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ کا محظوظ ہونا	362
امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی باتیں ازقلم مولانا محمد انوری رحمہ اللہ	363
مختصر تعارف مؤلف حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ	371

عرضِ مرتب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ
الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ کے ملفوظات اور علمی کمالات پر مشتمل یہ کتاب ”انوارِ انوری“ جو میرے دادا جان حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری ؒ نے تالیف فرمائی تھی جو شوال ۱۳۸۷ھ / جنوری 1968ء کو شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی۔ اس کتاب میں حضرت شاہ صاحب ؒ کے وہ علوم و معارف بیان کئے گئے ہیں جو دیگر کتب میں نہیں آسکے۔ اس کتاب کا دوسرا حصہ جو قلمی تھا حوادثات زمانہ کی نذر ہو گیا۔

عرصہ دراز سے نایاب اس کتاب کے متعلق میرے والد محترم حضرت مولانا محمد ایوب الرحمٰن انوری ؒ کی خواہش تھی کہ ”انوار انوری“ کو عربی، فارسی عبارات کے تراجم کروا کے شائع کیا جائے تو کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہو جائے گا، مگر مختلف عوارض کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو سکا۔

2017ء میں حضرت مولانا محمد انوری ؒ کی سوانح ”حیاتِ انوری“ جو آپ ؒ کے انتقال کے 48 سال بعد میری تحریک پر ڈاکٹر عمران فاروق نے تالیف کی اور پھر حضرت انوری ؒ کی تصانیف کا مجموعہ ”کلیات انوری“ بھی مرتب کیا جو 2018ء میں شائع ہوا جسے اب ”مجموعہ رسائل انوری“ کے نام سے شائع کر دیا گیا ہے۔ جب یہ دونوں کتب لے کر جید علماء و مشائخ کی خدمت میں حاضری ہوئی تو اکثر حضرات نے ”انوارِ انوری“ کے بارے میں دریافت کیا جس سے اس کتاب کی افادیت و مقبولیت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ ”حیاتِ انوری“ کی طباعت سے قبل بغرض تقریظ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا

تو حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے ”انوارِ انوری“ کے بارے میں دریافت فرمایا اور اپنی تقریظ میں یہ تحریر فرمایا ”(حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ) کی کتاب ”انوارِ انوری“ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات وملفوظات پر بیش قیمت تالیف ہے، جس سے بندہ نے خوب استفادہ کیا“۔ نیز حضرت مفتی صاحب نے اپنی بعض کتب میں ”انوارِ انوری“ کے حوالے دیئے ہیں۔

اکابر علماء ومشائخ کے بے حد اصرار پر اب جدید کمپوزنگ کے ساتھ ”انوارِ انوری“ کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ جدید ایڈیشن میں قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارات پر اعراب، ترجمہ اور تخریج کا اہتمام جیّد علماء کی سرپرستی میں کیا گیا ہے۔ فارسی اشعار وعبارات کا ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے نیز مشکل الفاظ کی تسہیل بھی کر دی گئی ہے۔ جب حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ نے ”انوارِ انوری“ تالیف کی تھی اُس وقت جو حضرات حیات تھے اب انکے نام کے ساتھ ”رحمۃ اللہ علیہ“ لکھ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے، بالخصوص مفتی محمد اعظم ہاشمی مدظلہ جنہوں نے اس کتاب میں تراجم، تخریج اور تصحیح کا کام کیا، نیز ڈاکٹر عمران فاروق نے مشکل الفاظ کی تسہیل کی۔

تصحیح کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے پھر بھی کسی قسم کی غلطی پائی جائے تو احباب مطلع فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اتباعِ سنت کے ساتھ اپنے اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَصَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

محمد راشد انوری

ابن حضرت مولانا محمد ایوب الرحمٰن انوری رحمۃ اللہ علیہ

نبیرہ حضرت اقدس مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ

۲۵ ذوالحجہ ۱۴۴۶ھ/22؍جون 2025ء

MUFTI ABUL QASIM NOMANI
MOHTAMIM (VC) DARUL ULOOM DEOBAND
PIN- 247554 (U.P.) INDIA

المفتی ابو القاسم النعمانی
رئیس الجامعۃ الإسلامیۃ دار العلوم دیوبند. الهند

Ref. ....   Date:............................

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر میں اپنے استاذ گرامی حضرت مولانا سیّد انظر شاہ صاحب کشمیری استاذ دارالعلوم دیوبند کے درس میں (۱۳۸۴ھ تا ۱۳۸۶ھ) سنتا رہتا تھا اور اس دوران پرانی کتابوں کے ایک اسٹال پر ''انوارِ انوری'' کا ایک غیر مجلد نسخہ بھی ہاتھ آ گیا۔ جس کے توسط سے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے قیمتی علمی نوادرات سے حسب صلاحیت استفادہ کے مواقع بھی ملتے رہے۔ وہ کتاب میرے شہر بنارس کے ذاتی مکتبہ میں محفوظ بھی ہوگی۔

خوش قسمتی سے سال گذشتہ عزیزم مصعب نعمانی سلّمہ کے ذریعہ حضرت مولانا محمد انوری صاحب لائل پوری علیہ الرحمہ کے نبیرہ ارجمند جناب مولانا محمد راشد صاحب انوری سے تعارف ہوا۔ اور یہ معلوم کر کے بہت مسرت ہوئی کہ عزیز موصوف تسہیل وحواشی کے ساتھ ''انوارِ انوری'' کی جدید طباعت کی تیاری کر رہے ہیں اور اب مزید مسرت اس سے ہوئی کہ آں عزیز اپنے جد محترم حضرت مولانا محمد انوری صاحب کی حیات اور ارشادات ومکتوبات پر مشتمل ''حیاتِ انوری'' بھی مرتب کر چکے ہیں۔

ان دونوں کتابوں کے ذریعہ استاذ گرامی محدث جلیل حضرت علامہ

nomani1947@gmail.com   +91 97208 19121

انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ اور تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد انوری صاحب علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات اور ان دونوں حضرات کے علمی خزانوں اور نوادرات سے استفادہ کا موقع ملے گا۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس خزینہ عامرہ سے استفادہ کی توفیق بخشے۔

(مولانا مفتی) ابوالقاسم نعمانی
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۱۵/۴/۱۴۴۵ھ = ۳۱/۱۰/۲۰۲۳ء

رائے گرامی

مولانا سیّد نسیم اختر شاہ قیصر مدظلہ

نبیرہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

استاذ عربی دار العلوم وقف دیوبند، یوپی (انڈیا)

حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری، ایک برگزیدہ علمی شخصیت:

امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے تلامذہ کی وہ جماعت جس نے برصغیر ہندو پاک میں اپنے نامور اور شہرۂ آفاق استاذ کی علمی عظمتوں وفضیلتوں کو زندہ اور باقی رکھا ان میں بے شمار نام ہیں اور یہ وہ ہستیاں ہیں گذشتہ ساٹھ سال کی علمی تاریخ جن کے نام سے معنون ہے یہ سب برگزیدہ انسان تھے اور جنھوں نے اپنے علم وفضل سے، تقویٰ وکمال سے، درس وتدریس سے، تصنیف وتالیف سے اس کا ثبوت فراہم کیا کہ وہ جماعتِ دیوبند کے نمائندہ افراد ہیں اور علم وکمال کی بستیاں ان سے آباد ہیں۔ بچپن سے لے کر جوانی اور جوانی سے لے کر اس اُدھیڑ عمری تک حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے شاگردانِ رشید کے واقعات اور رشد وکمال کے قصے بار بار سننے میں آئے ان میں سے بہت سوں کا دیدار بھی ہوا، کچھ سے شرفِ ملاقات بھی حاصل رہا، کچھ کی خدمت میں چند روز رہنے کی سعادت بھی ملی، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ، مفکر ملت حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، ادیبِ شہیر حضرت مولانا حامد الانصاری غازی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاضی زین

العابدین میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ انوار الباری وغیرہ کی صورتیں ذہن میں محفوظ اور ان کی خدماتِ جلیلہ ہماری تاریخ کا سرمایہ ہیں، وہ علمی تاریخ جو اکابر دیو بند کے نام سے قیامِ دارالعلوم 1866ء سے تاحال چلی آتی ہے۔ پاکستان میں جو علماء حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی رسوخ اور مقامِ عظمت کے چلتے پھرتے نمونے تھے، ان میں محدثِ کبیر حضرت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مفسرِ قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نام اور کاموں سے ایک عالم واقف ہے۔ اپنے بچپن میں حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آبادی) کے مبارک نام اور خدماتِ جلیلہ سے واقفیت حاصل ہوئی اور اس کا سبب یہ ہوا کہ والد مرحوم کے کتابی ذخیرہ میں جہاں بے شمار کتابیں تھیں وہیں حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''انوارِ انوری'' بڑے اہتمام اور احتیاط کے ساتھ موجود تھی۔

والد مرحوم حضرت مولانا سید محمد ازہر شاہ قیصر رحمۃ اللہ علیہ (سابق مدیر رسالہ ''دارالعلوم'' دارالعلوم دیوبند) کا مزاج تھا کہ ان کے کتابی ذخیرے کو کوئی نہ چھیڑے اور انھیں قطعی یہ بات گوارا نہ تھی کہ ان کی کتابوں کی الماریوں میں کوئی کتاب نکلے۔ بچپن کا زمانہ تھا کہ ''انوارِ انوری'' حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی سوانح کی صورت میں ہماری نظروں سے گزری اس لیے اس سوانح کو پڑھنے کا شوق شدید رہا مگر کسی طرح کتاب ہاتھ نہ آتی تھی والد مرحوم کی کتابوں کی ترتیب کچھ اس طرح تھی اگر کوئی الماری کو ہاتھ لگاتا تو معمولی طور پر ترتیب بگڑنے سے والد مرحوم جان جاتے اور پھر ناراض ہوتے ایک بار ہمت کر کے میں نے ''انوارِ انوری'' نکال ہی لی اور اپنے طور پر یہ بھی کوشش کی کہ ترتیب متاثر نہ ہو۔

سوانح کیا تھی حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے علوم و معارف کا دلنشیں تذکرہ، فضل و کمال کی خوب صورت داستان، صدق وصفا کا بیان، استاذ گرامی قدر کی عاداتِ فاضلہ کا ذکر، بزرگی اور جلالتِ علم کی روشنی، حسنِ باطنی کے ساتھ حسنِ ظاہری کی حسین جھلکیاں، حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ کے قلم سے نکلی ہوئی سوانح میں حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی شخصیت کا مکمل احاطہ تھا یقینی طور پر حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ نے بڑی محنت اور عقیدت کے ساتھ یہ کتاب تحریر فرمائی تھی، ہر صفحہ پر ادب و احترام، الفت و محبت کا رنگ غالب تھا۔ جوں جوں کتاب کا مطالعہ آگے بڑھتا تو یہ احساس جاگتا کہ حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ نے ایک لمبا وقت حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی خدمت میں گزارا اور ان کی زندگی و شب و روز کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے۔

اس سوانح سے حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی حیاتِ مبارکہ کے کچھ وہ گوشے بھی نمایاں ہوئے جو دنیا کی نظروں سے اوجھل تھے حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ نے ایک نئے اور اچھوتے انداز میں یہ سوانح تحریر فرمائی، سوانح کا مطالعہ حضرت مولانا کی قلم پر گرفت کی بھی خبر دیتا ہے۔ حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ نے حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ سے نہ صرف یہ کہ رشتہ تلمذ قائم کیا بلکہ ان سے روحانی تعلق بھی قائم فرمایا۔ حضرت مفتی فقیر اللہ صاحب رحمہ اللہ کی تحریک پر حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی رحلت کے بعد حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ سے وابستگی اختیار کی اور جب حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ اس دنیا سے کوچ کر گئے تو حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری رحمہ اللہ سے اجازت و خلافت پائی۔

میں نے اپنے گھر میں اپنی دادی کے زمانے سے لے کر والد مرحوم اور

عمِّ مرحوم حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ مسعودی رحمہ اللہ کی حیات تک یہ معمول دیکھا کہ حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے سعید تذکرے کے ساتھ ان کے تلامذہ کا بھی نام بڑی عزت کے ساتھ لیا جاتا تھا بلکہ سچ پوچھئے یہ تینوں حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے تلامذہ کے ایسے دیوانے تھے کہ ان کا نام لیے بغیر ان کو چین نہ پڑتا تھا، کبھی سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کا تذکرہ ہے، کبھی مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ کی بات ہے، کبھی مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ کا ذکر ہو رہا ہے، کبھی مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ کی جرأت وعزیمت پر گفتگو ہو رہی ہے، کبھی مقدمہ بہاول پور کی داستان دہرائی جا رہی ہے، کسی وقت حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے مزاج اور ذوق کی باتیں سنائی جا رہی ہیں، گھر کا یہی ماحول تھا اسی ماحول میں ہماری پرورش ہوئی، سو یہ رنگ ہماری زندگیوں میں بھی کچھ نہ کچھ آیا۔ 1983ء میں احقر پہلی بار پاکستان گیا تو حضرت مولانا محمد چراغ صاحب گجرانوالہ حیات تھے والد مرحوم کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضری رہی، حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری کو اس وقت دنیا سے پردہ کئے ہوئے ۱۳ سال گزر چکے تھے مگر علمی فضائیں ان کے نام سے معطر تھیں اور کسی نہ کسی عنوان سے ان کی بات چل پڑتی تھی۔ ہمارے پاکستان کے سفر سے پہلے والد مرحوم نے اپنے واقف کاروں کو بذریعہ خطوط ہماری آمد کی اطلاع دے دی تھی انہی میں حضرت محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ کے گرامی قدر صاحبزادے مولانا سعید الرحمٰن صاحب سنت پورہ بھی تھے۔

پاکستان کے اس سفر میں لاہور ہمارا پہلا پڑاؤ تھا جہاں مفسر قرآن حضرت مولانا عبید اللہ انور شیرانوالہ گیٹ لاہور کے یہاں قیام رہا حضرت مرحوم اور ان کے فرزند گرامی میاں اجمل قادری نے خوب حق میزبانی ادا کیا۔ دوسرے مرحلہ میں راولپنڈی پہنچے تو ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی محترم مولانا سعید الرحمٰن

صاحب کے کئی خط ہمارے نام اس پتے پر موجود تھے جو انھیں پاکستان پہنچنے سے پہلے ہی لکھ دیا گیا تھا۔ مولانا کے ہر خط میں محبت کے جذباتِ فراواں محسوس ہوتے، اس قربت اور تعلق کا اظہار ہوتا جو حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ کو حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ اور ان کے خانوادہ سے تھا۔ پاکستان کے ۲۲ روزہ قیام کے زمانے میں حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب نے ہماری بڑی خبر گیری کی اور محبتوں سے نوازا۔ حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ ان برگزیدہ انسانوں میں سے تھے جن پر تاریخ علم وعمل ہمیشہ ناز کرے گی کہ انھوں نے دین وشریعت کی گراں بہا خدمات انجام دیں، اپنے علم وفضل سے ایک زمانہ کو مستفیض کیا۔ پاکستان میں وہ علماء کہ جن کا نام آسمانِ علم پر درج ہے اور جو آفتاب وماہتاب کی طرح روشن ہیں ان میں حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ کا نام نمایاں ہے۔ ان کی زندگی اخلاص وعمل کا لائق تقلید اور قابل قدر نمونہ تھی آپ کی زندگی میں وہ تمام رنگ موجود تھے جو ایک صاحب علم وفضل شخص کی زندگی میں ہوتے ہیں، آپ اکابر واسلاف کے پاکیزہ زندگی کا بہترین عکس تھے وہی آب وتاب، وہی تیور، زندگی کا وہی رخ، وہی خدمات کی انجام دہی، وہی دین کی لگن، وہی مذہب سے وابستگی، وہی تڑپ واضطراب جو اکابر کا خاصہ تھا، وہ آپ کے یہاں بھی بدرجہ اتم موجود تھا حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ جیسے افراد صدیوں کی گردشوں اور شب وروز کی بے شمار تبدیلیوں کے بعد وجود میں آتے ہیں، جب تک رہتے ہیں مرکز نگاہ رہتے ہیں اور جب دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو محرومی کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔

حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے جہاں رسوخ فی العلم کی دولتِ بے بہا سے نوازا تھا اور بے مثال قوتِ حافظہ، استحضار اور مطالعہ کی وسعت کا امین

بنایا تھا وہیں ان کے تلامذہ کی یہ خصوصیت بھی قابل ذکر ہے کہ وہ اپنے استاذ کے فدائی اور عاشق تھے، حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری کو بھی اپنے استاذ سے والہانہ تعلق اور شیدائیانہ قربت تھی، آپ حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے سچے عاشق تھے ان کے علوم وکمالات کے محافظ ہونے کے ساتھ ان کے نام اور کام کو متعارف کرانے کی ان میں بڑی بے چینی تھی، بڑا جذبہ تھا حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے سبھی شاگردوں نے مضبوط انداز میں اس سمت میں کام کیا یہ جذبہ بھی تاریخ علمائے دیوبند کے روشن پہلوؤں کی نشان دہی کرتا ہے اور حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ اس سعادت میں برابر کے شریک ہیں۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ تک جتنے بھی نامور انسان دارالعلوم دیوبند کی کوکھ سے پیدا ہوئے وہ تاریخ علم وعمل کا ایسا باب ہیں جنھیں دنیا کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ علم وفضل کی جو بلندیاں اور عظمتیں ان افراد کے حصے میں آئی وہ اسلام کی ابتدائی صدیاں گزرنے کے بعد بھی نظر آتی رہیں، انہی کا ایک ٹکڑا اور حصہ دارالعلوم دیوبند کی یہ جماعتِ حق بھی ہے۔ جس نے ہر موڑ پر اور ہر شاہراہ پر دینی، ملی، فکری، معاشرتی، سیاسی رہنمائی کا فریضہ اس ادا کے ساتھ انجام دیا کہ اس کا نمونہ پچھلی صدیوں میں ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا سے پردہ کئے ہوئے ۴۸ برس گزر رہے ہیں مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کا حادثہ وفات حال ہی میں پیش آیا ہو۔ صاحب علم وکمال کو موت نہیں آتی اس کا علمی کام اور تلامذہ کا حلقہ ان کے ناموں کو زندہ رکھتا ہے اور زمان ومکان کی دوریوں کو ہمیشہ سمیٹتا رہتا ہے۔ حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز شاگرد تھے خود حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ان سے

دلی تعلق تھا۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری کے خون میں انوری محبت گردش کر رہی تھی انہوں نے لائل پور میں ایک عالی شان مسجد کی تعمیر کا بیڑا اٹھایا مسجد تعمیر ہوئی تو اس کا نام "مسجد انوری" تجویز فرمایا حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش 25 مئی 1901ء کو ہوئی اور آپ نے 22 جنوری 1970ء کو رختِ سفر باندھا۔ اس دنیا میں جو کچھ ہے سب ختم ہونے کے لیے ہے باقی رہنے والی ذات رب کائنات کی ہے۔

خداوند عالم حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم خدمات کو قبول فرما کر وہاں کی تمام راحتیں اور بلندیاں انہیں عطا فرمائے اور یہاں ان کی اولاد و احفاد کو اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین

◆

Phone: { 23766599
23233547
Jamiat Ulama-i-Hind
1-Bahadur Shah Zafar Marg, New Delhi-110 002
E-mail : juh.org2010@gmail.com

جمعیۃ علماء الھند

۲۵ر رجب المرجب ۱۴۴۵ھ
Ref. No .... Date مطابق 6رفروری 2024

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

الحمد للہ ربّ العالمین والصّلاۃ والسّلام علیٰ اشرف الانبیاء المرسلین وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین، اما بعد!

امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ ان نابغۂ روزگار شخصیات میں سے ہیں جن کو اللہ رب العزت نے اپنے فضل خاص سے غیر معمولی حفظ وذکاء اور بصیرت وتبحر علمی سے نوازا تھا، وہ اپنی ذات میں ایک انجمن، علم حدیث و رجال کے امام، فقہ ودرایت کی جامع ترین شخصیت، اپنے بزرگوں کے مفاخر علمیہ کے امین اور دارالعلوم دیوبند کی علمی وفکری عظمتوں کے پاسبان تھے۔

ایک عرصہ تک دارالعلوم دیوبند میں اپنے استاذ ومربی شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ کی مسند حدیث کو اس شان کے ساتھ سنبھالا کہ علم ومعرفت کے گہر لٹائے اور ایسے راسخ علماء اور ماہرین فن تیار کیے جو علم اور دلائل کی قوت کی بنیاد پر احقاق حق اور ابطال باطل کی روایات کو آگے بڑھاتے اور چراغ سے چراغ جلانے کا کام کرتے رہے۔

شاہ صاحب کے ان ہی قابل فخر تلامذہ میں عالم جلیل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ بھی ہیں، مولانا انوری جون 1920ء، جس سال شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی مالٹا سے واپسی ہوئی ہے، اپنے والد گرامی کے ہم راہ دیوبند تشریف لائے اور شیخ الہند کی خدمت اور فیض صحبت سے مستفید ہوئے، اور اگلے سال 1921ء میں دارالعلوم سے دورہ حدیث مکمل کیا، بخاری

شریف علامہ کشمیری سے پڑھی۔ اس طرح علامہ کی شخصیت اور علوم سے خاصی مناسبت ہوگئی، اور ایسا نیاز مندانہ تعلق ہوا کہ شاہ صاحب کی طرف انتساب کو نام کا جز بنالیا اور انوری کہلائے۔

مکتوبات شیخ الاسلام میں مولانا انوری صاحب مرحوم کے نام کے خطوط بھی ملتے ہیں جس میں سے ایک مولانا انوری مرحوم کے والد محترم کی وفات پر تعزیت اور ایک میں دار العلوم دیوبند کے لئے فراہمی مالیات کے سلسلہ میں بھیجے ہوئے شخص کے ساتھ تعاون کا شکریہ ادا کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا انوری صاحب مرحوم کا عقیدتمندانہ رشتہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تھا۔

حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کے کئی باکمال تلامذہ نے عربی اور اردو میں آپ کے احوال ومناقب اور کمالات وخصوصیات تحریر کیے، ان ہی میں سے مولانا محمد انوری کی تحریر کردہ کتاب ”انوار انوری“ بھی ہے۔ جس میں مولانا انوری صاحب نے بڑی محبت اور عظمت کے ساتھ شاہ صاحب کے علوم ومعارف اور علمی وعملی کمالات کے بعض نمونے اور مشاہدات جمع کر دیے ہیں۔ جن میں دقیق علمی وفنی مباحث کے علاوہ آسان اور سادہ اسلوب میں بہت سے حقائق معاشرت اور تصوف سے متعلق حضرت شاہ صاحب نے سمجھا دیئے ہیں، چنانچہ آپ فرماتے ہیں: سارے عالم کی روح اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، مقصود اصلی ذکر الٰہی ہے اور یہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ احکام سب اس کے پیرائے ہیں۔“

(کتاب مذکور، ص ۱۴۲)

”دو شریف آدمی مذہب ومسلک کے اختلاف کے باوجود آپس میں مل جل کر شریفانہ زندگی گزار سکتے ہیں“ (ص: ۱۶۱)۔ پیغام دین متین اور نشر ابلاغ حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اخلاق حسنہ اور ملکات فاضلہ اور خلوص نیت اور فراخ

حوصلگی اور حسن مقال اور راست بازی، شیریں کلامی، وسعت صدر، ایثار، جاں فشانی اور جفاکشی کے اوصاف حمیدہ سے متأثر ہوں۔” (ص:٦٩)

اس طرح یہ کتاب معاشرت وعلم معرفت اور وعظ وتذکیر کا بیش بہا خزانہ ہے، اولاً یہ کتاب 1968ء میں شائع ہوئی اور اہل علم کے حلقے میں قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی، اب کتاب کی افادیت اور مشمولات کی اہمیت کے پیش نظر مولانا کے نبیرہ محترم جناب مولانا محمد راشد انوری ابن حضرت مولانا ایوب الرحمٰن انوری اور جناب ڈاکٹر عمران فاروق صاحب نئی کتابت اور نئے حواشی کے ساتھ اس علمی خزانے کو اہل علم کی خدمت میں پیش کررہے ہیں۔ جس میں فارسی اشعار وعبارات کے ترجمے کے ساتھ مشکل الفاظ کی تسہیل بھی کردی گئی ہے۔

اس خدمت گرامی پر دونوں حضرات اہل علم اور پورے حلقہ دیوبند کی طرف سے شکریے کے مستحق ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس خدمت کو قبول فرمائیں، شاہ صاحب اور مولانا انوری کو اعلیٰ علیین میں مقام عطاء کریں اور ہم سب کو اپنے بزرگوں کے صالح افکار اور علمی خدمات کی اشاعت کا ذریعہ بنائیں!

ارشد مدنی

صدر المدرسین دار العلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند

٢٥/٧/١٤٤٥ھ۔ ٦/٢/٢٠٢٤ء

Mob.: 9412874946
حبیب الرحمٰن الخیرآبادی
المفتی بالجامعۃ الإسلامیۃ دار العلوم دیوبند (الھند)
HABIBUR RAHMAN KHAIRABADI (M.A., ALIG)
MUFTI DARUL ULOOM DEOBAND-247554 (INDIA)

Ref. No
Dated ....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین والصّلاۃ والسّلام علیٰ سیّد الأنبیاء والمرسلین، وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ أجمعین، أمّا بعد!

حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری صاحب مشرقی پنجاب کے ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ وہیں ۱۳۱۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت مولانا فتح الدین صاحب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور اجل خلفاء میں سے تھے۔ آپ نے بڑے علمی و روحانی اور پاکیزہ و دینداری کے ماحول میں آنکھیں کھولیں۔ آپ کو والد صاحب نے اس طرح پڑھایا کہ کھانے پینے ناشتہ وغیرہ کا انتظام اپنی طرف سے کیا۔ مدرسہ پر بوجھ نہ بنے اور والد صاحب نے یہ بھی نصیحت فرمائی تھی کہ دین اور علم دین کو کبھی کمائی کا ذریعہ نہ بنانا۔ چنانچہ آپ نے پڑھنے کے بعد پوری زندگی مسجد و مدرسہ کی خدمت کی، مگر مسجد اور مدرسہ سے کبھی تنخواہ نہ لی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو دولت وثروت سے بھی نوازا تھا۔

حضرت مولانا محمد انوری صاحب دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے اور حضرت علامہ مولانا سیّد انور شاہ کشمیری کے مشہور، نامور اور مخلص شاگرد رشید تھے۔ انہوں نے ایک لمبا عرصہ اپنے موقر استاذ کی خدمت میں گزارا اور ان کے علمی کمالات اور ان کے علوم و معارف کے نوادر کا قریب سے مشاہدہ کیا علوم

ظاہری کے ساتھ علوم باطنی میں بھی یگانۂ روزگار تھے۔ پہلے آپ حضرت شیخ الہندؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، ان کے خادمِ خاص بھی رہے۔ ان کی وفات کے بعد آپ اپنے مشفق، محسن استاذ علامہ کشمیریؒ سے بیعت ہوئے، ان کی وفات کے بعد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے اجازت و خلافت ملی، ان تینوں بزرگوں کی صحبت نے آپ کو کندن بنا دیا، پھر آپ نے وطن جا کر لوگوں کو خوب علمی و روحانی فیض پہنچایا۔

آپ نے ”انوار انوری“ کے نام سے یہ کتاب لکھی جو الحمدللہ کافی مقبول ہوئی۔ اس میں آپ نے اپنے استاذ علامہ کشمیریؒ کے رسوخ فی العلم، وسعت مطالعہ، بے نظیر حافظہ اور ان کے بے شمار علمی کمالات کو قلمبند کیا ہے۔ اس سے پہلے ان کی مستقل سوانح ”حیات انور“ کے نام سے لکھی ہے۔ حضرت مولانا عتیق احمد صاحبؒ مدرس دارالعلوم دیو بند نے ”تذکرۂ انور“ کے نام سے سوانح لکھی، حضرت مولانا رحیم بخش صاحبؒ نے ”جزاء الاحسان“ کے نام سے ان کی سوانح لکھی۔ حضرت مولانا بدر عالم صاحبؒ میرٹھی نے فیض الباری کے شروع میں علامہ کشمیریؒ کی سوانح لکھی، علامہ کشمیریؒ کے داماد و شاگرد حضرت مولانا احمد رضا بجنوریؒ نے بھی انوار الباری شرح بخاری کے شروع میں حضرت علامہ کشمیریؒ کی سوانح لکھی، مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ نے عقیدۃ الاسلام کے نئے ایڈیشن کے شروع میں حضرت علامہ کی سوانح لکھی۔

لیکن ”انوار انوری“ میں مولانا محمد انوری صاحب نے حضرت علامہ کشمیریؒ کی سوانح نہیں لکھی، بلکہ اس میں ان کے علمی کمالات، ختم نبوت کی تحقیق، توسل قولی و فعلی، اعجاز قرآنی کی بحث، مقصد قرآن کی تحقیق، آیاتِ قرآن کی تنسیخ، استواء علی العرش کی توجیہ، روزوں کی قرقی کی تحقیق، روح اور مادہ کی

بحث، بعض قرآنی آیات کی نادر تشریحات، احادیث کی نادر تحقیقات، بہاول پور مقدمہ میں آپ کا تشریف لے جانا اور قادیانیوں کے جواب میں تیس سال پہلے دیکھی ہوئی کتاب فواتح الرحموت شرح مُسلَّم الثُّبوت بحر العلوم کی پوری عبارت پڑھ کر سنا دینا اور قادیانیوں کو مبہوت ولاجواب بنا دینا، اس طرح کے علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات و واقعات ذکر کئے ہیں۔

مولانا محمد انوری صاحب نے چونکہ علامہ کشمیری کی شاگردی کے ساتھ ساتھ ایک لمبا زمانہ ان کی خدمت میں گزارا اور علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے سچے عاشق اور شیدائی تھے۔ اپنے استاذ سے بے پناہ محبت تھی، یہاں تک کہ علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد تاحیات ان کے تمام اہل وعیال کی کفالت کی۔ مولانا محمد انوری کی محبت وعقیدت جو علامہ کشمیری کے ساتھ تھی اسی کا یہ ثمرہ اور نتیجہ ہے کہ علامہ کشمیری کے بہت سے کمالات و واقعات پردۂ خفا میں تھے۔ اب وہ کتابی شکل میں دائرۂ وجود میں آگئے اور لوگوں کے وسعت مطالعہ کا باعث بنے۔

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تو علم کے سمندر تھے، ان کے محاسن اور علمی کمالات کا احاطہ بہت مشکل ہے، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اُن کو چلتا پھرتا کتب خانہ فرماتے تھے۔ ان کی تبحر علمی اور بے مثال جامعیت کا یہ عالم تھا کہ آپ خود ہی فرماتے تھے کہ ”مجھے میری پوری زندگی میں ایک آدمی بھی صحیح مخاطب نہ ملا“ اللہ اکبر......، اگر صحیح مخاطب ملتا تو نہ جانے پھر کتنے کمالات اور تحقیقات کے دریا بہاتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں علم کے ساتھ زہد وتقویٰ کی صفت سے بھی نوازا تھا۔ طالب علمی کے زمانے میں کم عمری ہی میں تہجد اور آہ سحر گاہی کے سخت پابند تھے۔ سابق مہتمم دار العلوم دیو بند حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب نے

ایک روز راقم الحروف کو ان کا واقعہ سنایا کہ میرے والد صاحب اور علامہ کشمیری رحمہ اللہ دونوں میں دوستی تھی، دونوں ہم سبق بھی تھے۔ اسی دوستی میں ایک روز والد صاحب مولانا کشمیری کو ہمارے یہاں بجنور لے کر آئے، پچھلی رات میں مولانا کشمیری رحمہ اللہ اسی کم عمری کی حالت میں تہجد کے لئے اٹھے اور تہجد پڑھ کر خوب رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔

حضرت مہتمم صاحب کے دادا جان بے پڑھے لکھے آدمی تھے۔ ان کی عادت تھی کہ پچھلی رات میں اٹھ کر چلم بھرواتے اور بیٹھے حُقّہ پیتے رہتے تھے۔ انہوں نے حُقّہ پیتے ہوئے علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے تہجد میں رونے کی آواز سنی، تو انہوں نے سمجھا کہ میرے بیٹے کے ساتھ اس کا کم عمر دوست جو آیا ہوا ہے وہ اپنے ماں باپ کو یاد کر کے رو رہا ہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت مہتمم صاحب کے دادا اپنے بیٹے (مہتمم صاحب کے والد صاحب) سے کہنے لگے، تو جس لڑکے کو ساتھ لے کر آیا ہے، اس کو اس کے ابا اماں یاد آ رہے ہیں۔ وہ پچھلی رات میں خوب رو رہا تھا۔ اس کو اس کے اماں ابا تک پہنچاؤ۔ اس کو اس کے ماں باپ یاد آ رہے ہیں۔ دادا سادہ آدمی تھے، انہیں علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی تہجد گزاری اور آہ سحر گاہی کا علم نہ تھا۔ حالانکہ علامہ کشمیری رحمہ اللہ بقول علامہ اقبال کے ؎

”کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی“

پر عمل کرتے تھے کہ جتنے کاملین اور صالحین دنیا میں پیدا ہوئے وہ سب تہجد گزاری اور پچھلی شب میں آہ سحر گاہی سے ہوئے ہیں۔ انہیں جو کچھ ملا تہجد پڑھنے اور رو رو کر گڑگڑا کر مانگنے سے ہی ملا ہے۔

علامہ کشمیری کی علمی شان معلوم کرنے کے لئے ان کے تلامذہ کو دیکھئے:

مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ، مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ (صاحبِ معارف السنن)

مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی ؒ مہاجر مدنی (صاحبِ فیض الباری) محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی، مفتی عزیز الرحمٰن مفتی اول دارالعلوم دیوبند، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، راقم الحروف کے مشفق و محسن استاذ مفتی محمد یٰسین (مفتی جامعہ عربیہ دارالعلوم مبارکپور اعظم گڑھ) حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہٰ آبادی (خلیفۂ اجل حضرت تھانوی ؒ) وغیرہ کو دیکھئے۔

یہ سب ہی نامور ہستیاں علامہ کشمیری کے شاگردوں میں سے ہیں، جو دارالعلوم دیوبند کی کوکھ سے پیدا ہوئے اوران کے علم وفضل کی عظمت اور بلندی آسمانوں کو چھو رہی ہے۔ بلاشبہ یہ لوگ آسمان علم کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ جن کو دنیا کبھی فراموش نہیں کرسکتی، انہوں نے ہر موڑ پر اپنی علمی، فکری، معاشرتی، سیاسی اور اصلاحی محنت کا ایسا فریضہ انجام دیا ہے جس کی نظیر صدیوں میں دیکھنے کو نہیں ملتی۔

اللہ تعالیٰ مولانا محمد انوری ؒ کو بہت بہت جزاء خیر عطاء فرمائے کہ علامہ کشمیری ؒ کے علمی کمالات لکھ کر انہوں نے علماء کی آنکھیں کھول دیں، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبولیت سے نوازے۔ آمین!

حبیب الرحمٰن خیرآبادی مفتی المدرسہ

حبیب الرحمٰن الخیرآبادی

مفتی بالجامعۃ الاسلامیہ

۲۸ جمادی الثانیہ ۱۴۴۵ھ

ابتدائیہ

یہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے یہ ایک قطرہ ہے بحرِ محیط کمالات انوری میں سے، اس لئے کہ حضرت شاہ صاحب ؒ کے پورے علوم کا احاطہ کرنا بڑا مشکل کام ہے، ہمارے جیسے ہیچمندانوں(۱) کی کہاں وہاں تک رسائی ہو سکتی ہے۔

حضرت شاہ صاحب ؒ خود فرمایا کرتے تھے ہمیں مدت العمر کوئی صحیح مخاطب نہیں ملا، اس کتاب کو آپ حضرات بغور مطالعہ کر کے کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ علوم انوری کتنے بے بہا تھے آپ کی کتاب ''ایناس'' کا جو مطالعہ کرے حالانکہ وہ مختصر ہے تو پتہ چلے گا کہ گویا ساری عمر ردِ عیسائیت میں لگائی ہے اسی طریقے سے سبھی کتابیں ہیں۔

قیاس کن ز گلستان من بحال مرا

ترجمہ: ''ہمارے گلستان سے ہماری حالت کو قیاس کیجئے۔''

◆

---

(۱) واحد ہیچمنداں، حقیر، بے علم (عاجزی کے معنوں میں ہے)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

ترجمہ: ”تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اچھا انجام پرہیزگاروں کیلئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جس کا نام محمد ہے اور اسکے آل پر اور اسکے صحابہ رضی اللہ عنہم پر اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم سب پر۔“

امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تصانیف میں اپنا نسب نامہ یوں تحریر فرمایا ہے: محمد انور شاہ بن (۱) محمد معظم شاہ بن (۲) عبد الکبیر بن (۳) الشاہ عبد الخالق بن (۴) الشاہ محمد اکبر بن (۵) الشاہ حیدر بن (۶) شاہ محمد عارف بن (۷) الشاہ علی بن (۸) الشیخ عبد اللہ بن (۹) الشیخ مسعود نروری الکشمیری رحمہم اللہ۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد بڑے ہی فقیہ اور عالم دین تھے، اور وقت کے شیخ تھے۔ افسوس کہ میں نے ملک تقسیم ہونے سے قبل بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پاک لکھی تھی تین سو صفحات سے اوپر ہی تھی، بڑی محنت کی تھی، کشمیر خطوط لکھ کر دریافت کرتا رہا، حضرت کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا سلیمان شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے خطوط آئے تھے، جو بہت طویل تھے، ان میں حضرت کا اردو کلام بھی تھا اور بہت سے عجیب وغریب واقعات حضرت کے کشف وکرامات کے متعلق تھے، ایک یہ تھا کہ ایک کشمیری جو کہ باؤلا تھا حضرت شاہ صاحب کا ایک جگہ کشمیر میں وعظ ہو رہا تھا تو وہ بُڑبُڑ کرتا ہوا دوڑ کر حضرت کی طرف آیا، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تھپڑ مارا اس کی حالت درست ہوگئی، بڑا ہی

صحت یاب ہو گیا۔ پھر کبھی ایسی حرکت دیوانوں والی نہیں کی۔ افسوس کہ وہ کاغذات ملک تبدیل ہونے کے وقت وہیں رائیکوٹ ضلع لدھیانہ میں رہ گئے، مسودہ بھی وہیں رہ گیا۔ اور ایک رسالہ ردقادیانیت میں جو کہ احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ) نے لکھا تھا اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے سفر بہاول پور میں دیکھا تھا اور پسند فرما کر بہت سے علماء کے پاس اس کا ذکر فرماتے رہتے تھے۔ مولانا مرتضے احسن چاند پوری رحمہ اللہ اور خود حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور کے پاس بھی ذکر فرمایا کہ اس نے رسالہ لکھا ہے اور کفریات قادیانی بہ نسبت دوسروں کے مزید جمع کئے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں اکابرِ علماء کرام کی رائے

اسی بنا پر احقر سے بہت شفقت فرماتے تھے، وہ بھی وہیں رہ گیا۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ نے حضرت کے وصال پر تقریر کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا تھا:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

فرمایا تھا کہ صدیوں ہمیں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا نظیر نظر نہیں آتا، خود میں نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے استفادہ کیا ہے اور دیوبند میں جب تعزیتی جلسہ ہوا، یہ 1933ء کا ذکر ہے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے تقریر فرماتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ مجھے ایسے لوگ یاد ہیں جن کو صحیحین زبانی یاد ہیں، اور ایسے بھی میں جانتا ہوں کہ جن کو ایک لاکھ حدیثیں حفظ ہیں مگر جس کو کتب خانہ کے کتب خانہ ہی حفظ ہوں، وہ مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے، عموماً دیوبند میں مشہور تھا کہ حضرت چلتا پھرتا کتب خانہ ہیں، اور حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور

حضرت مولانا مرتضیٰ حسن رحمہ اللہ کی زبان پر یہ اکثر آتا رہتا تھا۔ ہائے افسوس کہ وہ بھی مجلسیں تھیں کہ جب حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ مالٹا سے تشریف لائے تو بعد عصر سہ دری (۱) کے پاس صحن میں چارپائی بچھائی جاتی تھی، اس پر گائے کا سالم چمڑا بچھایا جاتا تھا، اس پر حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تشریف فرما ہوتے تھے اور چارپائی کے اردگرد کرسیاں بچھائی جاتی تھیں جن پر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن دیوبندی رحمہ اللہ، حضرت مولانا شبیر احمد دیوبندی رحمہ اللہ، حضرت مولانا تاج محمود امروٹی سندھی رحمہ اللہ اور خود حضرت مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ تشریف فرما ہوتے تھے۔ پھر کوئی کہنے والا یہ کہتا تھا کہ حضرت مہتمم صاحبان تشریف لا رہے ہیں، یعنی حضرت مولانا محمد احمد رحمہ اللہ اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمہ اللہ نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند، پھر آواز آتی کہ حضرت مولانا کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ بھی تشریف لائے ہیں، اور حضرت مولانا عاشق الٰہی رحمہ اللہ بھی میرٹھ سے تشریف لائے ہیں۔ ان سب کے لئے بھی کرسیاں بچھائی جاتی تھیں، اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ برابر خدمت میں کھڑے رہتے تھے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اردگرد علماء وصلحاء کا مجمع اتنا کثیر رہتا تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ ہوتی تھی اور خود اپنا مقدمۃ القرآن سنایا کرتے تھے اور لوگ ہمہ تن گوش ہوکر سنتے تھے۔

بہاولپور میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تشریف آوری اور پُرشوکت مجلس

پھر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ بہاول پور تشریف لائے، تو حضرت مولانا غلام محمد رحمہ اللہ شیخ الجامعہ بھی جو اس وقت بہاول پور میں تھے تشریف لائے، حضرت مولانا محمد صادق رحمہ اللہ دوم مدرس جامعہ عباسیہ بھی وہیں تشریف رکھتے تھے۔ خود

---

(۱) تین دروازوں (راستوں) والی عمارت

حضرت مولانا مرتضیٰ حسن رحمۃ اللہ علیہ بھی اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ بھی دیوبند سے تشریف لائے اور سہارنپور سے حضرت ناظم عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ مع مولانا اسعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور بہاولپور کے بڑے بڑے علماء تشریف رکھتے تھے، اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوئی مسئلہ بیان فرما رہے تھے، سب ہمہ تن گوش ہو رہے تھے، کوئی نہیں بولتا تھا۔ جس کوٹھی میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قیام فرماتے وہ کوٹھی بڑی وسیع تھی۔ اور صحن بڑا فراخ تھا، مگر بعد عصر اس میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی تھی۔ کیسی کیسی صحبتیں آنکھوں کے آگے سے گئیں، دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا، یک بارگی؟(۱) حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

حال دنیا را بہ پرسیدم من از فرزانہ
گفت یا خوابست یا باداست یا افسانہ
باز پرسیدم بحال آنکہ در وے دل بہ بست
گفت یا غول است یا دیوے است یا دیوانہ

ترجمہ: ”عقل مند سے میں نے دنیا کی حالت دریافت کی اس نے کہا دنیا یا خواب ہے یا باد یعنی ہَوا ہے گزرنے والی یا ایک افسانہ ہے۔ میں نے پھر دریافت کیا ان لوگوں کے بارے میں جو دنیا میں دل لگاتے ہیں۔ اس نے کہا یا وہ بھوت پریت ہے یا جن ہے یا مجنون ہے۔“

☆☆☆☆

---

(۱) ایک ہی دفعہ میں۔ اچانک

وہ صورتیں الٰہی کس ملک بستی ہیں
کہ جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں

☆☆☆☆

حضرت شاہ صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے:

اِذَا النَّاسُ نَاسٌ وَالزَّمَانُ زَمَانٌ۔

ترجمہ: ”اس زمانے کے لوگ کیا عجیب لوگ تھے اور زمانہ کیسا ہی بابرکت تھا۔“

☆☆☆☆

حضرت شیخ الہند ؒ کی مجلس کا عجب رنگ

اور خود یہ بھی فرمایا کرتے تھے جیسے عوام ہوتے ہیں انہیں میں سے خواص ہوتے ہیں، اس زریں مقولے سے اندازہ فرمائیے کہ کیا عوام کیسے خواص۔ دیوبند میں جب حضرت شیخ الہند ؒ تشریف لائے تو ہمارے حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ اور حضرت منشی رحمت علی ؒ اور حضرت مولانا اللہ بخش بہاولنگری ؒ بھی تشریف لائے اور ضلع جالندھر سے حضرت مولانا حافظ محمد صالح ؒ بھی تشریف لائے اور گوجرانوالہ سے حضرت مولانا عبدالعزیز ؒ بھی تشریف لائے اور حضرت مفتی فقیر اللہ ؒ بھی تشریف لائے اور حضرت مولانا فضل احمد ؒ بھی تشریف لائے، غرض علماء وصلحاء حضرت شیخ الہند ؒ کی زیارت کے لئے پروانہ وار آرہے تھے۔ اس متبرک مجمع کو شام کو کھانا کھلانا اور حضرت مدنی ؒ کے ساتھ خدمت کرنا ہمیں بھی نصیب ہوتا تھا، آہ وہ مجلسیں اب خواب وخیال ہو گئیں۔

اور حضرت مولانا تاج محمود امروٹی ؒ جو کہ مولانا عبیداللہ سندھی ؒ کے اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری ؒ کے پہلے پیر ومرشد ہیں، جب تشریف

لائے تو ابوداؤد کے سبق میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں جو کہ بعد عصر ہوتا تھا اس میں بیٹھے تھے، بڑے لمبے جوان تھے، بڑے جوشیلے اور بڑے ہی عالم، چونکہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی ہی عقیدت تھی اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی محبت تھی، اس لئے دور دراز کا سفر طے کر کے تشریف لائے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ تاکید فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مالٹا سے ضرور تشریف لائیں گے آپ حضرات ضرور ان کی خدمت میں جایا کرنا۔ اس لئے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کئی بار تشریف لائے۔

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ

(فائدہ) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات مفصل مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کراچی نیوٹاؤن جب ڈابھیل پڑھاتے تھے تو انہوں نے (نفحۃ العنبر کے نام سے عربی میں) لکھی تھی۔ اور بھی مختصر کئی ایک کتابیں لکھی گئیں جو کہ حضرت کی سیرتیں ہیں۔ مولانا عتیق احمد رحمۃ اللہ علیہ مدرس دیوبند کی بھی ایک تالیف ہے جس کا نام تذکرہ انور ہے، مولانا کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ گورنمنٹ کالج لاہور کا بھی ایک رسالہ ہے اس کو جزاء الاحسان کہتے ہیں۔ اور حیات انور بھی کئی سو صفحہ کی کتاب ہے، اس میں کئی ایک علماء کی تحریریں ہیں اور بھی بہت سی ہیں، ہمارا تو اس کتاب میں کمالات انوری بیان کرنا مقصود ہے، اس کا نام ''انوارِ انوری'' رکھا جاتا ہے۔ غرض حضرت کی سیرت پاک کی مفصل سرگذشت بیان کرنا مقصود نہیں اس کے لئے تو بڑا طویل دفتر (۱) درکار ہے، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر اور بھی ہے، جو عقیدۃ الاسلام کے جدید ایڈیشن کے شروع میں لکھی ہوئی ہے۔ ایک اور تحریر

---

(۱) رجسٹر

ہے جو مشکلات القرآن میں بھی ہے، اس میں حضرت کے قرآنی کمالات بیان فرمائے گئے ہیں، سیرت کا کچھ حصہ مولانا بدر عالم میرٹھی ثم مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے جو کہ فیض الباری کے شروع میں لگا ہوا ہے اور مولانا احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ایک کتاب انوار الباری شرح بخاری بڑی کمال کی کتاب ہے، اس میں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حالات مبارکہ بڑی تفصیل سے لکھے ہیں۔ اللہ کرے وہ کتاب پوری ہو جائے تو علماء کو ایک خزانہ علم کامل جائے۔ مولانا حاجی محمد رحمۃ اللہ علیہ، جوہانسبرگ جو جنوبی افریقہ میں ہے اور ان کا قدیم وطن ہندوستان میں ڈابھیل سملک ہے ضلع سورت، وہ بڑے ہی عاشق زار تھے کہ حضرت کے علوم کی خدمت کی جائے، انہوں نے بہت سا روپیہ خرچ کر کے حضرت کی آثار السنن پر یادداشتوں کا عکس بھی شائع کیا ہے اور میرے پاس بھی بھیجا تھا، ان کی خواہش تھی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مفصل سوانح حیات لکھی جائے اور آپ کے علوم کا تذکرہ بھی شائع ہو، افسوس کہ وہ اس دار فانی سے رخصت ہو گئے ...... اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ...... ان کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت تھی اور حضرت کے تلمیذ رشید بھی تھے۔ بڑے ذکی عالم بڑے فیاض اور صاحب خیر کثیر تھے مجھ سے ان کی خط و کتابت رہتی تھی۔ میں نے ''مکتوبات بزرگاں'' میں ان کے بھیجے ہوئے کچھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط بھی شائع کئے ہیں۔

جب احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ) نے مکتوبات بزرگاں جس میں اور مکتوبوں کے علاوہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھی مکتوبات کچھ تھے شائع کئے۔ اور اس کا ایک ایک نسخہ دیو بند مولانا محمد ازہر شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی بھیجا تو بعد مطالعہ مولانا ازہر شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ مکتوبات کا مطالعہ کیا پہلے تو میں حضرت والد صاحب کے مکتوبات پڑھ کر خود رویا اور پھر میں نے جا کر والدہ صاحبہ کو بھی وہ خطوط سنائے والدہ صاحبہ تو پہلے ہی

علیل تھیں وہ خطوط سن کر اور بھی بے چین ہوگئیں بہت روئیں۔ والدہ کی بیماری کا اسی طرح حال ہے سلام لکھواتی ہیں اور دعا کا فرماتی ہیں۔

حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام مولانا انظر شاہ رحمہ اللہ کا خط

اور مولانا محمد انظر شاہ رحمہ اللہ مدرس دارالعلوم دیوبند اپنے والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

۲۸ محرم ۱۳۸۷ھ

مخدوم ومحترم!

سلام مسنون! آپ کا ہدیہ سنیہ ”مکتوبات بزرگاں“ وصول ہوا، اول سے آخر تک پڑھا آپ نے بڑے کارآمد اور معلومات افزا مکاتیب کا مجموعہ مرتب کردیا ہے۔ فَجَزَاکُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

اس سے ان شاء اللہ لوگوں کو بے حد فائدہ پہنچے گا اور یہ مجموعہ تاریخی اہمیت کا حامل ہوگا۔ دو چیزیں جناب کو توجہ دلانے کے لئے عرض ہیں۔

اول یہ کہ مولانا بشیر احمد سکروڈوی رحمہ اللہ جو مولانا ادریس سکروڈوی رحمہ اللہ کے بھائی تھے وہ مراد نہیں ہیں بلکہ مولانا بشیر احمد بھٹہ رحمہ اللہ مراد ہیں۔

دوسرے یہ کہ حاجی ابراہیم میاں صاحب حاجی محمد بن موسیٰ کے چچا ہیں، ابھی بقید حیات ہیں اور سملک میں ہیں۔

جناب کی خرابی صحت سے تشویش ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے آپکا وجود قوم ومذہب کیلئے اس دور میں بہت ضروری ہے، اماں جی کی طبیعت بدستور ہے علاج شروع کرایا گیا ہے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کامیابی عنایت فرمائے۔

والسلام

انظر شاہ

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فارسی کلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مربع نعتیہ فارسی

دوش چوں از بے نوائی ہم نوائے دل شدم
عہد ماضی یاد کردہ سوئے مستقبل شدم
از سفر و ماندہ آخر طالب منزل شدم
کز تگا پو سو بسو شام غریباں در رسید

ترجمہ: ''میرا کندھا جب مفلسی سے دل کا سامان والا بنا تو ماضی کے زمانے کو یاد کرنا اور مستقبل کے فکر میں لگ گیا سفر سے تھکا ہوا آخر منزل کا طالب ہوا۔ اور دوڑ دھوپ تلاش و تجسس سے غریبوں کے شام میں پہنچ گیا۔''

دشت و گلگشت و بہارستان و خارستاں بہم
فکر وہم ہمدم نفس اندر قفس زاد رہم
پیش و پس بانگ جرس ازکارواں در ہم قدم
دید عبرت کشودم مخلصے نامد پدید

ترجمہ: ''جنگل بیابان اور سیر سپاٹا اور فصل بہار اور کانٹے اور جھاڑیاں سب اکٹھے، فکر اور نفس سے محبت ایک پنجرے میں رہے۔ آگے اور پیچھے گھنٹی کی آواز اور قافلے کے ہر قدم پر عبرت کے دیکھنے نے اخلاص کو ظاہر کردیا۔''

تا سروش غیب از الطاف قدسم یاد کرد
رحمت حق ہمچو من در ماندہ را امداد کرد

ما من خیر الوری بہر نجات ارشاد کرد
مقصد ہر طالب حق آں مراد ہر مرید

ترجمہ: ''اور غیبی فرشتے نے میری پاکیزگی کو مہربانی سے یاد کیا اور اللہ کی مہربانی نے مجھ جیسے تھکے ماندے کی مدد کی اور مخلوق کے سب سے بہترین کو نجات کے لئے ارشاد فرمایا جو ہر طالب حق کا مقصد ہے اور امر مرید کا مراد ہے۔''

قبلہ ارض و سما مرآت نور کبریا
سیّد و صدر علٰے شمس ضحیٰ بدر دجٰی
شافع روز جزاء وانگہ خطیب انبیاء
صاحب حوض و لِوَاء ظل خدا روز عتید

ترجمہ: ''زمین و آسماں کا قبلہ ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے نور کا آئینہ ہے جو سردار ہے اونچا ہے دوپہر کا سورج اور اندھیروں کا چاند ہے۔ قیامت کے دن سفارش کرنے والا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کا خطیب ہے حوض والے اور جھنڈے والے، اللہ تعالیٰ کا سایہ ہیں، قیامت کے دن۔''

صاحب خلق عظیم مظہر جود عمیم
آیت رحمت کہ شان او رؤف ست و رحیم
رحمۃ للعالمین خواندش خداوند کریم
خَلق و خُلق و قول و فعل و ھدیٰ و سمت او حمید

ترجمہ: ''بڑے اخلاق والے اور عام سخاوت کا مظہر رحمت کی نشانی کہ اس کی شان رؤف اور رحیم ہے خداوند کریم نے اس

کو رحمت للعالمین قرار دیا ہے۔ اس کی صورت اور اس کے اخلاق اور اس کے قول و فعل اور اس کی سیرت پسندیدہ ہے۔"

دست او بیضا ضیا اجود ترا ز باد صبا
حبذا وقت عطا ابر سخا آب بقا
وقف امر عالمے بر ضحک آں رحمت لقا
عام شہب از جمال طلعتش عید سعید

ترجمہ: "اس کے ہاتھ چمکدار اور باد صبا سے زیادہ سخی ہیں بہت اچھا دینے کے وقت سخاوت کا بادل ہیں اور آب حیات ہیں اور عالم موقوف ہے ان کے مسکرانے اور ان کی ملاقات پر۔ سفیدی اور خوشی عام ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خوبصورت چہرہ ظاہر ہونے سے۔"

داغ مہر او چراغ سینہ اہل کمال
شور عشقش در سر عمار و سلمان و بلال
ثبت بر ایمائے وے نعمان و مالک بے خیال
والہٗ آثار وے معروف و شبلی و بایزید

ترجمہ: "آپ کی مُہر کا نشان اہل کمال کے سینے کا چراغ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عشق کا شور عمار اور سلمان اور بلال کے دل میں ہے ان کے اشارے پر لکھے ہیں (مسائلِ فقہ) امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر خیال کے۔ عاشق ہیں اسکے آثار کے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ۔"

از حدیث وے سمر در حیطۂ اہل اثر
مسلم و مثل بخاری وقف بر وصل سیر
سنت بیضاء وے نور دل ہر با بصر
اتقیا را اسوۂ اقدام وے تقلید جید

ترجمہ: ”اور ان کی حدیث سے قصہ کہانی اہل اثر وحدیث کے احاطہ میں، امام مسلم اور امام بخاری کی طرح جو واقف ہے احادیث کو پہنچانے میں، آپ ﷺ کی منور سنتیں ہر بصیرت والے کے دل کا نور ہے۔ متقیوں کے لئے ان کے اقدام مبارکہ نمونہ اقتداء اور باعث تقلید ہے۔“

سید عالم رسول و عبد رب العالمین
آں زماں بودہ نبی کآدم بُد اندر ماء وطین
صادق و مصدوق وحی غیب و مامون و امین
در ہر آں چیزے کہ آوردست از وعد وعید

ترجمہ: ”عالم کے سردار رب العالمین کے بندے اور رسول۔ اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے۔ جو سچے ہیں اور جن کو سچا تسلیم کیا گیا ہے وحی غیب میں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی حفاظت ہو چکی ہے اور امین ہیں ہر اُسی چیز میں جس میں وعدے اور وعیدیں لے آتے ہیں۔“

منبر او سدرہ و معراج او سبع قباب
در مقام قرب حق بر مقدم او فتح باب
کاندر آنجا نور حق بود و نبُدْ دیگر حجاب
دید و بشنید آنچہ جزوے کس بنشنید و ندید

ترجمہ: ’’ان کا منبر سدرۃ المنتہیٰ ہے اور ان کی معراج سات گنبدوں سے (یعنی سات آسمانوں سے) اوپر ہے۔ حق تعالیٰ کے قرب کے مقام میں ان کے آنے پر دروازے کھولے جاتے ہیں۔ گویا کہ وہاں پر اللہ تعالیٰ کا نور تھا اور کوئی حجاب نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھیں اور سنی وہ چیزیں جو آپ کے علاوہ کسی نے نہیں دیکھیں اور نہ سنی۔‘‘

مدح حالش رفع ذکر و شرح وصفش شرح صدر
او امام انبیاء صاحب شفاعت روز حشر
ہمگناں زیر لوائش یوم عرض و نیست فخر
سید مخلوق و عبد خاص خلاق مجید

ترجمہ: ’’اس کے حال کی تعریف وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہے اور اس کی صفت اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ہے۔ وہ امام ہے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا اور شفاعت والے ہیں قیامت کے دن سب ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے قیامت کے دن۔ اور یہ فخر کی بات نہیں ہے۔ مخلوق کے سردار اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور بہت بڑے بزرگ ہیں۔‘‘

اخیر و خیر الوریٰ خیر الرسل خیر العباد
قدوۂ اہل ہدایت اسوہ اہل رشاد
نغمہ از ہمت او خلق را زاد معاد
عالم از رشحات انفاس کریمش مستفید

ترجمہ: ’’سب سے آخری نبی اور مخلوق میں سب سے بہتر اور

تمام رسولوں اور تمام بندوں میں بہتر ہے۔ ہدایت والوں کے مقتداء ہیں اور بزرگوں کے لئے نمونہ ہیں اور ان کی آواز مخلوق کے لئے قیامت کے دن کو توشہ ہے اور عالم نے ان کے مقدس سانسوں کی بخشش سے استفادہ کیا اور عزت پائی۔“

انتخاب دفتر تکوین عالم ذات او
برتر از آیات جملہ انبیاء آیات او
مشرق صبح وجود ما سوا مشکوٰۃ او
مستنیر از طلعت او ہر قریب وہر بعید

ترجمہ: ”دفتر تکوین عالم نے اس کی ذات کا انتخاب کیا۔ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات سے ان کے معجزت بڑے اور برتر ہیں۔ ہمارے وجود کی صبح کا طلوع آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشکوٰۃ نبوت سے ہے۔ ان کے چہرے کے ظاہر ہونے پر قریب اور بعید منور اور روشن ہوا۔“

دین او دین خدا تلقین او اصل ہدیٰ
نطق او وحی سما حقا نجوم اہتدا
صاحب اسرار او ناموس اکبر برملا
علم او از اولین و آخرین اندر مزید

ترجمہ: ”اس کا دین خدا کا دین ہے اور اس کی تلقین ہدایت کی اصل ہے ان کی باتیں وحی ہے آسمان کی اور یقیناً ہدایت کے ستارے ہیں۔ بڑے اسرار والے ہیں اور بڑی عزت والے ہیں۔ ان کا علم جامع علوم اولین و آخرین ہے بلکہ ان سے بھی

زائد ہے۔"

مولدش ام القریٰ ملکش بشام آمد قریب
خاک راہ طیبہ از آثار وے بہتر زطیب
شرق و غرب از نشر دین مستطابش مستطیب
امتش خیر الامم بر امتاں بودہ شہید

ترجمہ: "ان کے جائے پیدائش ام القریٰ یعنی مکۃ المکرمہ ہے جو ملک شام کے قریب ہے۔ مدینہ کے راستے کی مٹی خوشبو سے بہتر ہے مشرق و مغرب اسکے دین کی نشر و اشاعت کی وجہ سے خوشبودار ہوتے ہیں۔ ان کی امت بہترین امت ہے باقی تمام امتوں پر گواہ ہوں گے۔"

خاص کردش حق باعجاز کتاب مستطاب
حجت و فرقان و معجز محکم و فصل خطاب
نجم نجمش در براعت ہست برتر ز آفتاب
حرف حرف او شفا ہست و ہدیٰ بہر رشید

ترجمہ: "خاص کیا اللہ تعالیٰ نے خوبصورت کتاب (یعنی قرآن) کے اعجاز کے ساتھ جو قرآن حجت ہے فرق کرنے والا ہے حق و باطل کے درمیان، عاجز کرنے والا ہے محکم ہے اور فیصلہ کن کلام ہے۔ آپ ﷺ کے ستارے آسمان کے ستاروں سے فائق ہیں بلکہ سورج سے بھی برتر ہے۔ ان کا ایک ایک حرف شفاء ہے اور رشد کے طالب کے لئے ہدایت ہے۔"

الغرض از جملہ عالم مصطفیٰ و مجتبیٰ
خاتم و در نبوت تا قیامت بے مرا
افضل و اکمل ز جملہ انبیاء نزد خدا
نعمت اوصاف کمال او فزوں تر از عدید

ترجمہ: ’’حاصل کلام یہ کہ آپ ﷺ تمام عالم سے افضل اور چُنے ہوئے ہیں اور تمام عالم سے بزرگ ہیں۔ بغیر کسی شک کے آپ ﷺ دروازہ نبوت کو ختم اور بند کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل اور اکمل ہیں ان کے اوصاف کمال شمار سے زائد ہیں۔‘‘

تا صبا گلگشت گیہاں کردہ میا شد مدام
بوے گل بردوش وے گردد بعالم صبح و شام
باد بروے از خدائے وے درود وہم سلام
نیز بر اصحاب و آل و جملہ اخیار عبید

ترجمہ: ’’صبح کی طرح گلشن اور گلستان ان کا ہمیشہ ہرا اور سرسبز رہے گا۔ ان کی پھولوں کی خوشبو ان کے کندھے پر سے گزر کر تمام عالم میں پھرے گی صبح و شام۔ ہمیشہ ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن پر درود و سلام اور ان کے اصحاب پر بھی اور ان کی آل پر بھی ہمیشہ درود و سلام ہو اور ان کے بہترین غلاموں پر بھی صبح و شام درود و سلام ہو۔‘‘

و ز جناب وے رضا بر احقران مستہام
خاصہ آں احقر کہ افقر ہست از جملہ انام

مستغیث ست الغیاث اے سرور عالم مقام
در صلہ از بارگاہت در نشید این قصید

ترجمہ: ”اور آپ کی جناب سے حقیروں پر بھی رضا حیران و پریشان ہو۔ خاص کر یہ احقر جو تمام مخلوق سے زیادہ محتاج ہے۔ امداد کا طالب ہے اے تمام عالم کے سردار آپ کی بارگاہ سے اس قصیدہ کے صلہ میں موتی بکھیرے جائیں۔“

☆☆☆☆

مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کی کتاب روض الریاحین کا تذکرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا

روض الریاحین مصنفہ مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ مدرسہ امینیہ دہلی جس کے چار شعر نقل کئے جاتے ہیں، مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کا نہایت بلیغ قصیدہ ہے جس میں مدرسہ امینیہ دہلی کی تاریخ بیان کی گئی ہے اور حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کی تعریف بیان کی گئی ہے اور سولہ صفحے پر ختم ہوا، پہلا شعر ہے:

عَرَفْتُ اللهَ رَبِّیْ مِنْ بَعِیْدٍ
فَکَمْ بَیْنَ الْاِلٰهِ وَالْعَبِیْدِ

ترجمہ: ”میں نے بہت دور سے اللہ کو پہچانا اللہ اور بندے کے درمیان کتنی مسافت ہیں۔“

حضرت مفتی صاحب کا حضرت شاہ صاحب کے بارے میں مدحیہ کلام

اصل میں یہ قصیدہ مدرسہ امینیہ ۱۳۲۶ھ کی روئیداد میں چھپا تھا، پھر اس کو علیحدہ رسالہ کی شکل میں چھپوایا گیا۔

وَ نَخْتِمُ ذَا الْكَلَامِ بِذِكْرِ حِبْرٍ
فَقِيْدِ الْمِثْلِ عَلَّامٌ فَرِيْدٍ

''اب ہم ایک بڑے عالم کے ذکر پر یہ کلام ختم کرتے ہیں وہ بے نظیر علامہ یکتائے زمانہ ہیں۔''

مُرِيْغِ الْعِلْمِ مُقْتَنِصِ الْفُنُوْنِ
لَهٗ كُلُّ الْمَزَايَا كَالْمَصِيْدِ

''علم کو ڈھونڈ نکالنے والے فنون کو شکار کرنے والے تمام فضیلتیں ان کے فتراک (تھیلے) کا شکار ہیں۔''

نَبِيْهٍ فَائِقِ الْاَقْرَانِ يُدْعٰى
بِاَنْوَرْ شَاهْ مَوْمُوْقِ الْحَسُوْدِ

بزرگ مرتبہ ہمسروں پر فائق جن کو انور شاہ کہہ کر پکارا جاتا ہے حاسدوں کے محبوب۔'' (۱)

---

(۱) علامہ فہامہ جناب مولانا مولوی محمد انور شاہ رحمہ اللہ ساکن کشمیر بے نظیر شخص ہیں ذہن وذکا، ورع تقویٰ میں فرد کامل، مدرسہ ہذا میں مدرس اوّل تھے بلکہ جیسا آئندہ شعروں میں بیان کیا گیا ہے اس شجر علم کے لگانے والے آپ رحمہ اللہ ہیں، کیونکہ مولوی محمد امین الدین رحمہ اللہ جب دہلی تشریف لائے تو مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ کیا تو اس وقت ان کے پاس نہ سامان تھا نہ روپیہ، آپ نے محض متوکلا علی اللہ سنہری مسجد میں پڑھانا شروع کیا۔ اور مولانا مولوی محمد انور شاہ رحمہ اللہ آپ کے شریک تھے۔ دونوں صاحبوں نے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائیں، فاقے کئے مگر استقلال کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ آہستہ آہستہ اہل دہلی کو خبر ہوئی، اور لوگ متوجہ ہونے لگے۔ یہاں تک کہ مدرسہ امینیہ اس حد تک پہنچا جو آپ کی نظر کے سامنے ہے غرض کہ ابتدائی زمانہ کی کسمپرسی کی حالت میں مولوی محمد انور شاہ رحمہ اللہ اس مدرسہ کے اعلیٰ و اول محسن ہیں ان کا شکریہ ادا کرنا اور ہمیشہ ان کو یاد رکھنا اہل مدرسہ کا فرض ہے۔ مولانا نے ایک عرصہ تک مدرسہ ہذا میں درس دیا اور طلباء کو مستفید فرمایا۔ پھر والدین سلمہما اللہ تعالیٰ کے تقاضے اور اصرار سے وطن تشریف لے گئے۔ ۱۳۲۵ھ میں حج کو تشریف لے گئے۔ واپسی پر دہلی میں دو ماہ قیام فرمایا اور اب بھی وطن میں تشریف رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ مولانا کو تا دیر سلامت رکھے اور ان کے بے نظیر علمی کمال سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے، آمین، ۱۲ منہ۔

فَهٰذَا الْحِبْرُ غَارِسٌ ذَا النَّخِيْلِ
وَ اَوَّلُ مُوْقِظِ الْقَوْمِ الرُّقُوْدِ

”کیونکہ یہ علامہ اس درخت کے لگانے والے ہیں اور سوتی
ہوئی قوم کو اول اول جگانے والے ہیں۔“

مدرسہ امینیہ دہلی کا ابتدائی حال

یہاں تک تو حضرت مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام تھا۔ آگے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے تھے کہ جب میں نے شروع شروع میں مدرسہ امینیہ میں پڑھانا شروع کیا ۱۳۱۵ھ تھا۔ شروع شروع میں مدرسہ میں کوئی آمدنی نہ تھی محض توکل پر گزارہ تھا، پھر دو سال کے بعد اہل دہلی کو توجہ ہوئی اور مدرسہ میں روپیہ آنے لگا، تو مہتمم صاحب نے میری تنخواہ پانچ روپے کردی۔ میں وہی پانچ روپے مدرسے میں ماہوار چندہ دے دیتا تھا۔ پھر آئندہ سال میری تنخواہ دس روپے ہوگئی۔ پانچ روپے تو میں چندہ ماہوار مدرسے کو دے دیتا اور پانچ روپے مہتمم صاحب کی ملک کردیتا کہ آپ مجھے اللہ کے واسطے کھانا دے دیا کرو۔ رمضان گزارنے کے لئے گنگوہ تشریف لے جایا کرتے تھے کبھی دیوبند آجاتے تھے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ طریقت وارشاد

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جب دہلی پڑھتا تھا تو میں نے سنا کہ مولانا کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ گلاؤٹھی ضلع بلند شہر سے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں، میرے چونکہ مولانا کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ استاذ تھے میں بھی گیا یہ مغرب کے بعد کا وقت تھا، مولانا کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ تو ملے نہیں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ مدرسہ امینیہ کے اندر بیٹھے ہیں اور ذکر جہری سے اللہ اللہ کر رہے ہیں تب میں سمجھا کہ حضرت صوفی بھی

ہیں۔ یہ تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہاول پور کے مقدمہ میں خود فرمایا تھا احقر نے ریل گاڑی میں جب امرتسر سے لاہور کو چلے سوال کیا کہ آپ کو اجازت کن بزرگوں سے ہے؟ تو فرمایا حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے، ۱۳۱۹ھ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حدیث کی سند بھی دی اور بیعت کرنے کی اجازت بھی دی، ویسے تو ہمارا سلسلہ دس پشت سے سہروردی ہے اور مجھے اپنے والد حضرت مولانا معظم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت ہے۔

(فائدہ) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عموماً سہروردی سلسلہ میں اور چشتیہ سلسلہ میں بیعت کرتے تھے دونوں حضرات کے ذکر کی تلقین کرتے تھے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مدینہ منورہ میں درسِ حدیث

۱۳۱۵ھ سے پانچ سال تک دہلی میں رہے۔ پھر والد صاحب کے اصرار پر کشمیر تشریف لے گئے اور بارہ مولا میں مدرسہ فیض عام جاری کیا، غالباً پھر حج کو تشریف لے گئے، خود فرماتے تھے کہ میں مدینہ منورہ پہنچا تو مولانا ظہیر احسن شوق نیموی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دعائے مغفرت ہو رہی تھی۔ مدینہ منورہ مسجد نبوی میں تب معلوم ہوا کہ حضرت نیموی کا وصال ہو گیا، یہ بہت بڑے محدث ہو گزرے ہیں صاحب تصانیف ہیں۔ آثار السنن ان ہی کی ہے اور جامع الآثار لامع الانوار وغیرہ ان کے مصنفات ہیں یہ بزرگ بہت اللہ سے ڈرنے والے صاحبِ ورع (۱) اور صاحبِ اتقاء (۲) تھے، اپنی کتاب آثار السنن جب تصنیف کر چکے تو ایک ایک جز مجھے کشمیر میں بھیجا کرتے تھے۔ (یہ بات مجھے مفتی فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سنائی تھی)۔

---

(۱) پرہیزگار، گناہوں سے بچنے والا۔

(۲) متقی، تقویٰ والا، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈرنے والا۔

مدینہ منورہ میں روضہ پاک کے پاس مسجد نبوی میں بھی آپ نے (شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے) درس حدیث دیا ہے اہلِ مدینہ خصوصاً علماء بہت متوجہ ہوئے اکثر مسائل کا جواب آپ نے ان کو رسالوں کی شکل میں دیا جو علماء دیوبند ان دنوں میں وہاں رہتے تھے۔ انہوں نے کوششیں کیں کہ شب باشی(۱) آپ کی مسجد نبوی میں ہو۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دارالعلوم دیوبند میں استاذ کی حیثیت سے تقرر

پھر حج سے (۲) واپسی پر دیوبند تشریف لائے، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے اور دیگر علماء سے ملے پھر شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حافظ محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد حسن امروہی رحمۃ اللہ علیہ کے باہمی مشورے سے طے پایا کہ حضرت شاہ صاحب کو تار دیا جائے کہ کشمیر سے دیوبند استاذ ہو کر تشریف لائیں۔ جب سے ڈابھیل تشریف لے جانے تک دیوبند ہی رہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند بابت مفسر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ

(فائدہ) یہ واقعہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ۱۳۳۹ھ میں سنایا تھا جبکہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر نو درہ (۳) میں جلسہ ہو رہا تھا۔ حضرت کے استاذ حدیث مولانا محدث محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں جو مولانا خیر الدین آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ ہیں۔ وہ اپنے والد مولانا سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ

---

(۱) رات بسر کرنا، رات کا قیام

(۲) یہ واقعہ ہمارے استاذ مفتی فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا جو ان دنوں دیوبند میں پڑھتے تھے۔

(۳) نو دروازوں (راستوں) والی عمارت۔

روح المعانی کے شاگرد ہیں۔ ایک استاذ مولانا حسین جسر طرابلسی ہیں جو کہ اپنے والد کے شاگرد ہیں ان کا سلسلہ علامہ شامی اور علامہ طحطاوی تک پہنچتا ہے۔ یہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حدیث کے استاذ ہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس پشاور میں صدارتی خطبہ

اب آگے حضرت رحمہ اللہ کے کچھ علمی مضامین کے اقتباسات درج کیے جاتے ہیں:

2-3-4 / دسمبر 1927ء کے جمعیۃ العلماء ہند کے اجلاس پشاور میں صدارت کے خطبہ میں فرماتے ہیں:

> ”محترم حاضرین! اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ نے اگرچہ نظام کی بنیاد تغیر وتبدل پر رکھی ہے اور اس کی تمام تر فضا انقلابات وحوادث سے معمور ہے، جیسا کہ مشہور مقولہ ہے:
>
> کہ آئین جہاں گاہے چنیں گاہے چناں باشد
>
> ترجمہ: ”(۱) اس لئے کہ جہاں کا دستور کبھی ایسا ہوتا ہے کبھی ویسا ہوتا۔ (۲) کبھی اس طرح کبھی اُس طرح۔ (۳) کبھی کیا ہوتا ہے کبھی کیا ہوتا ہے۔“

تاہم اس کے نظام کو مصالح کلیہ(۱) کے مناسب ایک منظم لڑی میں منسلک کردیا ہے اور جملہ مسببات عالم(۲) کو سلسلہ اسباب کی وابستگی سے خالی

---

(۱) تمام نیکیاں (بھلائیاں)

(۲) دنیا (جہان) کے اسباب

نہیں چھوڑا۔ قدرت کاملہ نے یہ لَوٹ پھیر(۱) اس لئے مقرر کیا ہے کہ اگر عالم میں گوناں گوں تغیرات و انقلابات نہ ہوتے اور روز روشن شب تاریک کے ساتھ میدان مسابقت میں اس طرح نبرد آزمانہ ہوتا تو کوئی شخص ید قدرت کا جو بالا و پست تمام موجودات پر حاکم اور اس میں کارفرما ہے قائل نہ ہوتا اور عالم کی یکساں حالت کو دیکھ کر اس کی طبیعت اصلیہ کا نتیجہ سمجھتا اور کبھی نہ جانتا کہ اس بہترین نظام میں کوئی اور قوت کارفرما ہے۔

خیال فرمائیے کہ اگر آفتاب عالم تاب میں طلوع و صعود، زوال و غروب اور اس کی شعاعوں میں ترقی و تنزل نہ ہوتا اور تاریکی کے بعد نور کا ظہور اور جلوہ گری نہ ہوتی اور نور کے بعد تاریکی نہ آتی اور فضائے عالم ہر وقت نورانی رہتی تو کوئی شخص یہ گمان نہیں کرسکتا تھا کہ عالم کی یہ نورانیت چشمہ خورشید کی مرہون منت ہے بلکہ وہ اس یقین کرنے پر مجبور ہوتا کہ طبیعت عالم ہمیشہ سے اسی طریق پہ قائم ہے اور اس کی نورانیت کی مقتضی ہے، بقول قائل:

تا بود زمانہ ایں چنیں بود

ترجمہ: ”جب تک زمانہ رہے گا اسی طرح رہے گا۔“

علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ

عارف جامی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

ظہور جملہ اشیاء بضد است
وے حق را نہ ضد است و نہ نداست
اگر خورشید بر یک حال بودے
شعاع او بیک منوال بودے

---

(۱) ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف واپس پھرنا۔

ندانستے کسے کیں پرتو اوست
نہ بودے ہیچ فرق از مغز تا پوست

ترجمہ: ''تمام اشیاء کا ظہور مقابل چیز پر ہے لیکن حق تعالیٰ کا نہ کوئی مقابل ہے اور نہ کوئی شریک ہے۔ اگر سورج ہمیشہ ایک حالت پر ہوتا۔ اس کی روشنی ایک طریقے پر ہوتی۔ تو کوئی نہ جانتا کہ یہ (نورانیت) کس کی مرہونِ منت ہے۔ اور چھلکے اور مغز میں کوئی فرق نہ کر سکتا۔''

الحاصل، فطرت الٰہیہ نے اس لئے عالم کو تغیر و تبدل کے چکر میں ڈال رکھا ہے تا کہ یہ انقلاب و تحوّل (۱) اہلِ بصیرت کے لئے اس بات کی دلیل ہو جائے کہ اس کے تمام تر مظاہر و شئون (۲) میں دست قدرت کارفرما ہے۔ اور سطح عالم اس بات پر شاہد ہے کہ اس کا وجود خود بخود نہیں ہے بلکہ کسی دوسری قوت کا دست نگر اور کسی قوت قاہرہ کا تابع فرمان ہے، عقلاء حکماء نے عالم کی اس منقادانہ (۳) حیثیت کو بہت سے دل پسند طریقوں سے بیان کیا ہے۔ خاکسار نے بھی اس کو ایک قطعہ میں ظاہر کر دیا ہے:

جہاں چو نقش و نگارے است از ید قدرت
کہ بہر خویش چو نبود نمود بے بود است
سمات عجز و تسخیر ہر یکے پیدا
بقید سخت دریں قید خانہ مسدود است

---

(۱) ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھر جانا۔
(۲) کرنا ہونا کے ساتھ، حالتوں میں۔
(۳) مطیع، تابعدار۔

نہ خود بخویش کہ برآمدہ ز دست دگر
چنانکہ نقش کہ حیران و دیدہ بکشودہ است

ترجمہ: ’’جہاں میں جو نقش و نگار ہے اللہ کے ہاتھ سے ہیں
اگر اللہ تعالیٰ اپنے کرشموں کو ظاہر نہ کرتا تو یہ نظام ہی موجود نہ
ہوتا۔ عجز اور قدرت کے نشانات ہر ایک کو اللہ نے ظاہر فرمایا
سخت قید کے ساتھ یہ سب اس قید خانہ میں بند ہیں۔ ہستی عالم
خود اپنے لئے نہیں ہے بلکہ اس کا وجود ایک دوسرے کے ہاتھ
سے وجود میں آتے ہیں جس طرح کہ تصویر آنکھ پھاڑے
ہوئے شکل حیران اپنے مصور کا پتہ دیتی ہے۔‘‘

یعنی ہستی عالم جو بہمہ خوبی قدرت کے کرشمہ ساز ہاتھوں کا بہترین نقش و نگار ہے جب کہ خود اپنے لئے نہیں ہے تو پھر وہ ایک نمائش اور دکھاوٹ ہے اس لئے کہ کارخانہ عالم کی تمام اشیاء قدرت میں مسخر اور اس قید خانہ کی قید سخت میں گرفتار اور عاجز ہیں، اس کا وجود اور اس کی ہستی اپنے ہاتھوں نہیں ہے بلکہ اس کا وجود ایک دوسرے ہاتھ سے کتم عدم (۱) سے نکل کر منصۂ شہود پر اس طرح جلوہ نما ہوا ہے جس طرح کہ تصویر آنکھیں پھاڑے ہوئے بشکل حیران اپنے مصور و نقاش کا پتہ دیتی ہے لیکن عالم کی نیرنگیوں اور بوقلمونیوں کے باوجود اس نظام و ترتیب کا ہونا اس لئے ضروری تھا کہ اگر یہ جہاں بہترین نظم کے ساتھ منظم نہ ہوتا اور اشیاء عالم کے درمیان ارتباط و رشتہ اتحاد قائم نہ کیا جاتا تو عالم کی تمام اشیاء میں تجاذب و تصادم کا ایک طوفان برپا ہو جاتا، اور زمین و آسمان اور تمام اجسام ایک دوسرے سے ٹکرا کر تباہ و برباد ہو جاتے اور عالم کی پیدائش اور وجود میں آنے پر کوئی فائدہ

---

(۱) پہلے سے پوشیدہ ابدی جہاں۔

مرتب نہ ہو سکتا۔

حضرات! مجموعہ عالم جس کو عالم کبیر یا شخص اکبر سے تعبیر کرتے ہیں اس کی ترتیب و تنظیم کو عالم صغیر یا شخص اصغر یعنی انسان پر قیاس کرنا چاہیئے، پس جس طرح شخص اصغر یعنی وجود انسانی کا نظم قلب و دماغ اور جوارح کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ کہ تمام ملکات و اخلاق کا حامل و منبع قلب ہے اور معارف و علوم کا حامل دماغ اور تمام اعمال و افعال کے مظاہر ترک و اختیار کی تمام حرکات پہلے قلب سے اسی طرح صادر ہوتی ہیں جس طرح کہ بادشاہ کی جانب سے اوامر و فرامین صادر ہوتے ہیں پھر قلب کی اس جنبش کا دماغ پر اثر پڑتا ہے اور دماغ اس کی صحیح تصویر اور موزوں نقشہ کھینچتا ہے، اس کے بعد اعضاء و جوارح انسانی اس کے امتثال میں مصروف عمل ہو جاتے ہیں، گویا یوں کہنا چاہیئے کہ قلب ایک بادشاہ ہے دماغ اس کا وزیر اور اعضاء اس کے خدم و حشم ہیں اس لئے تمام امور انسانیہ اصلاح و فساد کا مدار تنہا قلب پر ہے۔

◆

بخاری کی ایک حدیث کا حوالہ

اسی طرف اشارہ ہے:

اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةٌ اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ۔ (بخاری ج ا ص ۱۳)

> ''یعنی جسم انسانی میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب تک وہ صحیح رہتا ہے تمام جسم ٹھیک رہتا ہے اور جب اس میں فساد آجاتا ہے تو کل جسم فاسد ہوجاتا ہے۔''

اور دماغ بجائے مشیر خیر یا شر کے ہے اور اعضاء و جوارح رفیق نیک یا رفیق بد، ٹھیک اسی طرح شخص اکبر (مجموعہ عالم) کے لئے بھی قلب اور دماغ اور اعضاء و جوارح ہیں۔ اس شخص اکبر کا قلب تو وہی ہے جس کو اصطلاح شریعت میں اولی الامر یا اصحاب حل و عقد سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کا دماغ حکماء و علماء شریعت غراء ہیں اور اس کے اعضاء و جوارح عامہ افراد خلق۔

فریضہ تبلیغ توحید و رسالت

مسائل ضروریہ میں سے ایک اہم مسئلہ فریضۂ تبلیغ اسلام اور پیغام توحید و رسالت کا ہے جس کے بغیر بقاء دین متین کسی طرح متصور نہیں، اسلامی نقطہ نظر سے تبلیغ اور پیغام رسانی کے حق کا یہ اہم فرض صرف اسلام ہی کا حصہ ہونا چاہئے اس لئے کہ دنیا کے مختلف مذاہب میں حق اور صحیح راہ کی تعلیم ایک ہی مذہب دے سکتا ہے۔ اور جو مذہب اپنے اندر خود سچائی اور راستی رکھتا ہو اسی کو یہ حق حاصل ہے کہ دنیا میں تبلیغ اور پیغام حق کا کام انجام دے۔ لہٰذا اس اصل پر نظر رکھتے ہوئے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کے ہادی اور پیغمبر ﷺ نے ہر حرکت و سکون کے وقت اللہ تعالیٰ کی یاد کی تعلیم دی ہے، پیغمبر اسلام کی تعلیم جو آج دنیا میں

شرق سے غرب تک پھیلی ہوئی ہے اس کو دیکھنے سے ہر ذی ہوش سمجھ سکتا ہے کہ اس ہادی برحق نے اپنی امت کے لئے ایک وقت بھی ایسا نہیں چھوڑا جس میں بندہ کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل رہنے دیا ہو، آپ ﷺ نے ہر مسلمان کو تعلیم فرمائی ہے کہ کھانے اور پینے کے شروع میں اور اس کے ختم پر اور سوتے وقت اور سونے سے جاگنے اٹھنے پر صبح وشام اور گھر میں داخل ہوتے اور گھر سے نکلتے وقت اور مسجد میں داخل ہونے اور پھر اس سے باہر آنے کے وقت اور بیت الخلاء میں داخل ہونے اور اس سے خارج ہونے کے اوقات میں اور بازاروں کے جانے کے لئے اور ٹیلوں (یعنی اونچی جگہ) پر چڑھنے اور اترنے کے لئے اور اسکے علاوہ تمام اوقات میں جو انسان پر گذرتے ہیں، اللہ رب العزت کا ذکر کرو اور اس کا نام ہر وقت اور اپنی ہر حالت نشاط و اندوہ میں اللہ کو کبھی نہ بھولو۔ اور ارشاد فرمایا ہے کہ جس امرِ وقیع(۱) کو اللہ تعالیٰ کا نام لئے بغیر شروع کیا جائے وہ ناتمام اور بے کار ہے۔

راہ تو باہر روش کہ پویند نکوست
ذکر تو بہر زباں کہ گویند خوش است

ترجمہ: ”آپ کا راستہ جس طریقے پر آپ چلے اچھا ہے تیرا
ذکر جب تو زبان سے کرے اچھا ہے۔“

نصاریٰ کے ہاں تبلیغ نہیں ہے

اب آپ ہی فرمائیے کہ نصاریٰ کس چیز کی تبلیغ عالم کے سامنے کریں گے؟ مسئلہ تثلیث(۲) کی؟ جس کا یہ حال ہے کہ آج تک وہ اس کی حقیقت خود بھی نہیں سمجھ سکے۔

---

(۱) اہم کام۔

(۲) تین خدا کا عیسائی عقیدہ۔

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

ترجمہ: ''وہ خود گم راہ ہے، کسی کی کیا راہنمائی کرے گا۔''

میرا خیال تو یہ ہے کہ دانایانِ فرنگ (۱) نے جو بالطبع نفع عاجل (۲) اور فوری نتیجہ کے طالب اور خواہشمند ہیں جب یہ دیکھا کہ بغیر داموں مفت تین خدا ملتے ہیں تو ان کو اس کی خریداری میں کچھ تامل نہ ہوا، اور بغیر کسی پس وپیش کے بمصداق ''داشتہ آید بکار'' (۳) اس کے خریدار بن گئے، ورنہ انہوں نے جو تفنن طبع (۴) اور جولانی (۵) اس مسئلہ کی تعبیر میں دکھلائی ہے اور تثلیث کو حل کرنا چاہا ہے اور اس کی تنقیح (۶) میں وقت صرف کیا ہے اس سے بغیر نقصان کے کوئی نفع اس کے حل کرنے میں ان کو حاصل نہیں ہوا۔ اور بے مغز اور غیر وقیع باتوں کی سوائے اور کچھ نتیجہ نہیں نکلا۔

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا

ترجمہ: ''میرا خواب زیادہ تعبیروں کی وجہ سے اور پریشان ہوا۔''

اناجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت بعد کی تالیف ہیں

اور اگر کسی نے کتاب ''اَلْعَقَائِدُ الْوَثَنِيَّةِ فِي الدِّيَانَةِ النَّصْرَانِيَّةِ'' کا مطالعہ کیا ہے تو وہ اس کی حقیقت سے خوب واقف ہے کہ عقائد نصرانیت کے اکثر

---

(۱) انگریزوں کے دانا (سمجھدار۔ راہنما) لوگ۔

(۲) جلدی نفع حاصل کرنے کی والی طبیعت۔

(۳) رکھی ہوئی چیز کام آجاتی ہے۔

(۴) دل لگی، تفریحی مشغلہ۔

(۵) طبیعت کی روانی، پھرتی۔

(۶) تحقیق، تفتیش و وضاحت۔

اصول وثنیوں اور بت پرستوں سے مستفاد(۱) ہیں، بلکہ ان مسائل کی تعبیر اور محاورات تک میں یہ اَمر بداہت(۲) کے درجہ میں ثابت ہے۔ اس کے علاوہ مروجہ انجیلوں سے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت زمانہ بعد کی تالیف ہیں بلکہ حسبِ تحقیق آج تک ان کے مؤلفین کا بھی حال معلوم نہیں کیا کوئی مستفید ہوسکتا ہے؟ اور کیا ان سے مذہب وملت کے اصول معلوم ہوسکتے ہیں جن میں بجز اس کے تم کچھ اور نہ پاؤ گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فلاں گروہ کے درمیان سے گزرے اور فلاں گروہ کے درمیان اس طرح اور لوگوں کی بھیڑ ان کے درپے اس طرح ہوئی اور اس طرح کیا! ان چناں اور چنیں کی طفل تسلیوں سے کسی عاقل اور محقق کا کوئی کام نکل سکتا ہے یا اس کا کوئی صحیح راستہ مل سکتا ہے؟

نیز اگر آپ ان کلمات پر غور فرمائیں گے جو کہ ان کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کئے گئے ہیں اور جن کو مقالات طیبات شمار کیا گیا ہے تو آپ خود بخود کہہ اٹھیں گے کہ ان میں وہ نورانیت جو وحی الٰہی اور حدیث نبوی میں ہونی چاہئے قطعاً موجود نہیں ہے۔ اور ہرگز کسی طرح یہ ملفوظات مشکوٰۃ نبوّت سے نکلے ہوئے نہیں۔ اور ان کے مطالعہ سے بجز ''کوہ کندن وکاہ برآوردن'' یعنی 'پہاڑ کھودنا اور گھاس اس سے نکالنا' کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

روح اور مادہ کا عجب تذکرہ

اور باقی رہا وہ فرقہ جو مادہ اور روح کو قدیم بالذات مانتا ہے اور اس کو مذہب وملت سے تو کجا خدائے قدوس کی ذات سے بھی کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔ بلکہ

---

(۱) (کسی سے) فائدہ حاصل کیا ہو۔

(۲) یقینی (صریحی) بات۔

اس مذہب کے اصول مذکورہ کے ماتحت اگر ہم تحقیق وتدقیق (۱) سے کام لیں تو ہستی باری تعالیٰ کا وجود بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتا، اس لئے کہ ہستی باری تعالیٰ پر اگر کوئی دلیل قائم کی جاتی وہ یہی ہے کہ یہ سارے کا سارا عالم جو ممکن الوجود ہے غیر کے ہاتھوں قائم ہوا ہے، اور جس کا قیام دوسری قوت کا محتاج نہ ہو۔ اور جب اس گروہ نے مادہ اور روح کو بھی قدیم بالذات مان لیا تو اب کسی قیوم کی کیا حاجت رہی جس کو ہم اور تم خدا کہتے ہیں اور اس ناخواندہ مہمان کو کہاں جگہ دیں گے۔

ممکن ہے کہ اس جگہ پر یہ خدشہ پیدا ہو کہ روح اور مادہ اگرچہ قدیم بالذات ہیں لیکن پھر بھی وہ کسی قیوم بالذات کے اس لئے محتاج ہیں کہ یہ دونوں ناقص ہیں۔ اور ضرورت نظام عالم اس کو مقتضی ہے کہ ان کے لئے ایک ایسا واجب الوجود جو قدیم بالذات کے ساتھ ساتھ تمام صفات میں کامل ہوتا کہ وہ ان سے کام لے۔ تو یہ خدشہ کم علمی اور نقصان فہم پر مبنی ہے اس لئے کہ یہ کسی طرح عقل میں نہیں آسکتا کہ جو شے قدیم بالذات ہو وہ ناقص بھی ہو، کیا آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ کوئی شے وجود میں جو کہ تمام صفات میں اعلیٰ اور اعظم صفت ہے تو کسی کی محتاج نہ ہو بلکہ خود ہی اپنی ذات سے موجود ہو کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنی دوسری صفات میں ناقص رہ جائے اور ان میں کامل نہ ہوسکے اور کسی دوسری قدیم بالذات کی محتاج رہے، کیا دنیا میں کوئی شے بھی اپنے کو بحالت خودمختاری ناقص رکھنا گوارا کرسکتی ہے؟ اور اگر وہ ان صفات کے ناقص رکھنے میں مجبور ہے تو سب سے اعلیٰ واکمل صفت وجود میں وہ کس طرح دوسرے کی احتیاج سے مستغنی ہوگی؟ واقعہ یہ ہے کہ روح اور مادہ کو ان کی صفات میں ناقص مان کر بھی ان کو قدیم بالذات نہیں مانا

---

(۱) غور وفکر، باریک بینی۔

جا سکتا، اور اگر ان کو ذات وصفات میں مکمل مانا جائے تو پھر واجب الوجود عز اسمہ کے ماننے کی کوئی حاجت نہیں رہتی، اور اگر یہ کہا جائے کہ قدیم بالذات اور قدیم بالغیر دونوں امکانی قسمیں تھیں تو ضرورت تھی کہ بلحاظ استیفائے اقسام یہ دونوں وقوع پذیر ہوں، اس لئے دونوں احتمال کو مان لینا اور ان پر ایمان رکھنا استیفاء(۱) کو مفید ہوگا تو یہ نہ کوئی دلیل ہے نہ برہان، بلکہ ایک خوش کن خطابت ہے اس کی کیا دلیل ہے کہ احتمالات ممکنہ سب محقق ہو جائیں۔

اشیاء عالم اور مسئلہ ممکنات

ہم رات دن دیکھتے ہیں کہ عالم کی اکثر اشیاء میں تمام احتمالات ممکنہ کا استیفاء اور تحقق نہیں ہوتا، پھر عالم غیب کی باتوں پر اٹکل کے تیر لگانا کہاں تک درست ہے، علاوہ ازیں مادہ میں جو نقائص ہیں کہ تمام اشیاء سے زیادہ ارذل اور بے شعور شمار ہوتا ہے، نیز روح پر جو آلام وہموم (۲) کے بیش از بیش حوادث گزرتے ہیں جن کو دیکھ کر یہی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی دشمن کو بھی نصیب نہ کرے، ان کو دیکھتے ہوئے کون عقل مند کہے گا کہ یہ قدیم بالذات ہیں۔

قدیم بالذات کا تذکرہ

غور تو فرمایئے کہ قدیم بالذات کو ان ذلیل ترین سے کیا سروکار؟ سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ عالم کی تمام اشیاء مختلف صورتوں اور نوعیّتوں پر قائم ہیں جس کو علمی اصطلاح میں صورنوعیہ کہا جاتا ہے، پس اگر ان سب میں ذرات مادہ متشابہ الوجود اور یکساں ہیں تو یہ صورتوں کا اختلاف جو رنگا رنگی عالم میں موجود

---

(۱) تکمیل، جامعیت۔

(۲) غم وفکر۔

ہے کس طرح پیدا ہو گیا، کہ دنیا میں آپ کوئی ایسی نظیر دکھا سکتے ہیں جو متشابہ الوجود اور ایک رنگ ہونے کے باوجود مختلف الوجود اور مختلف الانواع کا موجب ہو، لہٰذا ماننا پڑے گا کہ صور کا یہ تنوع اور اختلاف بھی قدیم بالذات ہے، تو پھر تھوڑی سی سخاوت اور بھی فرمایئے اور صاف کہہ دیجئے کہ یہ نظام عالم اور اس کی ہر شئے بھی جو تغیرات وحوادث پر ہے قدیم بالذات ہے تا کہ ہستی باری تعالیٰ واجب الوجود کے انکار میں کوئی شئے حائل نہ ہو اور اس اہم ترین بار سے سبکدوشی حاصل ہو جائے، تَعَالَى اللهُ عَنْ ذٰلِكَ۔

البتہ آپ شبہ کر سکتے ہیں کہ اگر مادہ موجود نہ تھا تو پھر عدم سے وجود کیسے بنا؟ لیکن یہ مغالطہ دشوار اور امرِ لاَ یَنْحَل(۱) نہیں اس لئے کہ ہر شخص اس بات کو جانتا ہے کہ کوئی فاعل اپنے فعل میں مادہ کا محتاج نہیں ہوتا۔

انسان وحیوان کو دیکھئے کہ وہ کبھی حرکت کرتے اور کبھی ساکن رہتے ہیں اور یہ حرکت وسکون ان کا فعل ہے جس میں وہ کسی مادے کے جو کہ ان کی اس حرکت یا سکون کا محل بن سکے محتاج نہیں۔

ایک انسان کبھی اپنے ہاتھ کو اوپر اٹھاتا اور نیچے کر لیتا ہے۔ اور کبھی خاموش کھڑا ہو جاتا ہے، تو وہ ان تمام افعال میں کسی مادہ یعنی لکڑی پتھر لوہے کا محتاج نہیں ہے کہ جب تک وہ نہ ہو یہ شخص ان حرکات کو نہ کر سکے، ہاں کوئی فاعل مادہ کا محتاج اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس کا فعل کسی دوسرے فاعل کے مفعول پر واقع ہو۔ اس کو اس طرح سمجھئے کہ ایک بڑھئی تخت کو بنانا چاہتا ہے تو اس وقت جب کہ وہ تخت کو بنائے گا چار چیزیں موجود ہوں گی، ایک بڑھئی، دوسری نجارت، یعنی

---

(۱) ناممکن کام۔

اس کا عمل یا فعل جو اس کے ہاتھ کی حرکت ہے۔ تیسری لکڑی، چوتھی تخت کی وہ صورت و ہیئت جو بننے کے بعد پیدا ہوتی ہے، تو بڑھئی اپنے اس فعل و عمل میں جس کو ہم اس موقعہ پر ''نجر'' یا گھڑنے سے تعبیر کرتے ہیں کسی مادہ کا محتاج نہیں، بلکہ اس کی فاعلیت کے لئے صرف ہاتھ کی حرکت کافی ہے، لکڑی ہو یا نہ ہو، البتہ جبکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ لکڑی کا تخت بنا دے تو اس وقت وہ مادہ یعنی لکڑی کا محتاج ہے، اور ظاہر ہے کہ خود لکڑی اس کا مفعول نہیں ہے، اور نہ نجار اس کا فاعل، بلکہ اس کا فاعل دوسری ہستی ہے، اس کا مفعول جیسے کہ ہم بیان کر چکے ہیں صرف اس کی حرکت ہے۔

فاعل اور چار چیزیں

الحاصل کوئی فاعل جب ان چار چیزوں میں سے دوسری چیز کو پیدا کرے یعنی اپنے فعل کو تو وہ کسی اور چیز کا محتاج نہیں ہوسکتا اس لئے کہ فاعل حقیقی اور اس کے مفعول کے درمیان کوئی تیسری چیز حائل نہیں ہوسکتی، ورنہ وہ فاعل حقیقی نہیں ہوسکتا، ہاں اگر وہ چوتھی چیز بنانا چاہے تو وہ بغیر کسی تیسری چیز کے چوتھی چیز نہیں بنا سکتا، اس لئے چوتھی چیز سے تیسری کا ہونا ضروری ہے۔ جب آپ اس اہم مقدمہ کو سمجھ گئے اور یہ امر آپ کے ذہن نشین ہوگیا تو آپ خود بخود سمجھ لیں گے کہ یہ سارے کا سارا عالم خواہ جواہر ہوں یا اعراض فاعل حقیقی یعنی خدائے قدوس کا فعل ہے اور جس طرح انسان اپنی حرکت و سکون بغیر مادہ کے پیدا کر لیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عالم کو کتم عدم سے نکال کر موجود کر دیا اور چونکہ حق تعالیٰ یعنی فاعل حقیقی کے لئے عالم دوسری چیز تھا نہ کہ چوتھی چیز اس لئے وہ تیسری چیز سے قطعاً مستغنی رہا اور اس کو کسی اور شئے کی کوئی احتیاج نہ پڑی۔

نیز جب کہ ہر مذہب و ملت اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ بارگاہ صمدیت

حدود زمانہ سے منزہ اور برتر ہے یعنی زمانہ کی حدود میں محدود و محصور نہیں اور اس جناب میں زمانہ معدوم ہے تو پھر اس میں ہی کیا حرج ہے کہ اس طرح یہ تسلیم کر لیا جائے کہ زمانہ کبھی سرے سے معدوم تھا اور اس کا وجود عالم کے وجود کے ساتھ ساتھ آیا ہے۔

زمان و مکان کے بارے میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار

احقر نے اسی کے متعلق لکھا ہے:

آنکس کہ بابداع زمان رفت نہ فہمید
کز عمر حق ایں حصہ بمخلوق بہ بخشید
چوں واحد حق است بہر مرتبہ باید
نے مرتبہ ذہن کہ یک گفت بتعدید

ترجمہ: ”وہ شخص کچھ بھی نہ سمجھا جس نے زمانہ کو قدیم سمجھ لیا اس لئے کہ اس نے اپنے عقیدہ کے ماتحت خدائے قدوس کی صنعت قِدم کا حصہ زمانہ کے حوالہ کر دیا، جبکہ خدائے قدوس کو واحد مانتے ہو تو پھر اس کی وحدت صحیح معنیٰ میں جب ہوگی کہ ہر مرتبہ میں اس کو واحد مانا جائے، ورنہ ذہنی مرتبہ میں اس کو واحد کہنا اور پھر زمانہ کو اس کی صفات میں شریک بتانا گنتی میں ایک کہنا ہے نہ کہ حقیقت میں، اور شمار میں تو ہر چیز اسی چیز کے مقابلہ میں اوّل کہلائی جا سکتی ہے۔“

قِدم تو صفات کمالیہ میں سب سے اونچی اور اعلیٰ صفت ہے، اس میں کسی کو ماننا عقل و انصاف دونوں سے بعید ہے۔ اور اگر شبہ کیا جائے کہ اگر عالم کو قدیم نہ مانے تو خدائے قدوس کا غیر متناہی وقت میں معطل ہو جانا لازم آتا ہے تو یہ بھی

سوءِ فہم اور عقل کی نارسائی ہے، وہ وقت صفات ربانیہ میں وحدت مطلقہ کا ظہور حق تعالیٰ کو تعطیل سے منزہ اور برتر ثابت کرتا ہے، اور یہ بجائے خود ایک عظیم الشان امر ہے عدم تعطیل کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تمام صفات کے مظاہر موجود ہوں۔

علمائے محققین نے اسی ربط حادث بالقدیم کے مسئلہ میں بہت کچھ لکھا ہے، چنانچہ عارف جامی جو صوفیائے وجود میں سے بہت جلیل القدر مرتبہ پر ہیں فرماتے ہیں:

مجموعہ کون را بقانون سبق
کردیم تصفح ورقا بعد ورق
حقا کہ ندیدیم و نخواندیم درد
جز ذات حق و شئون ذاتیہ و حق

ترجمہ: ”کائنات کے مجموعہ کو سبق کی طرح ایک ایک ورق کو تلاش کیا۔ تو حق یہ ہے کہ ہم نے ذات حق اور شئونات (احوال) حق کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔“

ہم نے کائنات کی کتاب کو ایک ایک ورق کر کے سبق کی طرح پڑھا، سچ تو یہ ہے کہ ہم نے ذات حق اور ”كُلَّ يَوۡمٍ هُوَ فِيۡ شَاۡنٍ“ کے مظاہر کے سوا نہ کچھ اس میں دیکھا نہ پڑھا۔

اور مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کہ صوفیائے شہودیہ میں سے ہیں، فرماتے ہیں:

در عرصہ کائنات با وقت فہم
بسیار گزشتیم بسرعت چوں سہم
گشتیم ہمہ چشم وندیدم درد
جز ظل صفات آمدہ ثابت در وہم

ترجمہ: ”کائنات کے میدان میں ہم عقل وسمجھ کے ساتھ بہت دوڑے اور تیر کی طرح تیزی سے اس پر گزرے ہیں اور سرتاپا چشم حقیقت بن گئے۔ ہم نے صرف اللہ کی صفات اور اس کے سایہ کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔“

کائنات کی کتاب ایک ورق ہے

میدان کائنات میں ہم عقل وفہم اور دقت نظری کے ساتھ بہت دوڑے، اور تیر کی طرح اس میں اس طرح گزرے کہ سرتاپا چشم حقیقت بن گئے، لیکن بجز صفات کے پرتو اور اس کی پرچھائیں کے اور کچھ بھی نہ حاصل کرسکے اور وہ بھی ہمیں پوری طرح حاصل نہ ہوسکی۔

کون ومکان پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار

اس خاکسار نے بھی اپنی ہیچمدانی کے باوجود بقدر ہمت اس پر کچھ لکھا ہے:

مجموعہ کون بود در کتم عدم
از حرف کن آورد بایں دیر قدم
فعلے است کہ بے مادہ ید قدرت او کرد
کز ضرب وجودی بعدم نیست قدم

ترجمہ: ”ساری کائنات پردہ عدم میں تھی پھر حرف کن سے وجود میں آئی، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو بغیر مادے کے اللہ تعالیٰ کے دست قدرت نے کیا ہے۔ اس لئے کہ اگر وجود کو عدم میں ضرب دے تو اس سے قدیم ہونا حاصل نہیں ہوتا۔“

یہ سارے کا سارا عالم پہلے پردۂ عدم میں تھا، اس کے بعد ”کُن“ کے

اشارے سے یہ وجود موجود ہوا، یہ خدائے قدوس کا ایک فعل ہے جو اس کے دست قدرت سے بغیر مادہ کے ظاہر ہوا ہے، اس لئے کہ اگر وجود کو عدم میں ضرب دیں تو حاصل ضرب قِدم نہیں ہوسکتا، بلکہ حادث ہی نکلے گا یا یوں کہیے کہ جب عدم ذاتی ممکن کو وجود واجب ذاتی میں ضرب دیں یعنی اول کا ثانی سے تعلق اور ربط پیدا کریں تو حاصل ضرب یا نتیجہ تعلق حدوث زمانی کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا، خیر یہ ایک طویل بحث ہے اس جگہ تو صرف اس قدر گزارش کرنا ہے کہ جن مذاہب و مِلَل⁽¹⁾ کا یہ حال ہو کہ نہ ان میں توحید کا پتہ اور نہ ان کے مذہبی اصول کے مطابق اللہ کے وجود کا ثبوت ہوسکتا ہے تو پھر وہ کیا تبلیغ اور پیغام الٰہی پہنچا سکتے ہیں؟ یہ حق اگر ہے تو فقط مذہب اسلام ہی کو ہے، خدائے قدوس مسلمانوں کو توفیق نیک عطا فرمائے کہ وہ اس اہم فریضہ کی طرف پوری قوت سے متوجہ ہوں اور اپنی عام سعی کو اس کام کے لئے وقف کریں۔

خدمت دین کا فریضہ علماء حق کا منصب ہے

حضرات! حقیقتاً اس اہم فریضہ کی اولین خدمت علماء کرام کا حق ہے اور یہ کام انہیں کے سپرد ہونا چاہیے تھا۔ اور قوم کا یہ فرض تھا کہ وہ علماء کا ہاتھ بٹاتے اور اس عظیم الشان مقصد کے لئے بدنے یا درمے یا قدمے یا قلمے ہر طرح امداد کرتے اور اپنے اطمینان کے لئے ان سے برابر حساب لیتے رہتے، مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا اور تقسیم کار کو ترک کر کے ہر شخص اور جماعت ہر ایک کام میں دخیل ہوجاتی ہے اور نتیجہ بجز انتشار اور پراگندگی⁽²⁾ کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

---

(1) ملت کی جمع، ادیان۔

(2) پریشانی۔

تبلیغ اسلام کے زرّین اصول

حضرات! جو لوگ اسلام کے اس اہم فریضہ کے لئے تیار ہوں ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ پیغام دین متین اور نشر و ابلاغ حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اخلاق حسنہ اور ملکات فاضلہ اور خلوص نیت اور فراخ حوصلگی اور حسن مقال اور راست بازی، شیریں کلامی، وسعت صدر، ایثار، جاں فشانی اور جفاکشی کے اوصاف حمیدہ سے متصف ہوں اور ایک لمحہ کے لئے ان کے دل میں حرص و طمع غرض نفسانی ریا کاری شوق حصول دنیا نہ آنے پائے، ورنہ جو شخص ان امور کا لحاظ نہیں رکھتا اس کی آواز کسی طرح کارگر نہیں ہوتی اور اس کے کام کا سامعین پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

الحاصل! مبلغ کو چاہئے کہ جو کچھ دوسروں کو نصیحت کرتا ہے خود بھی اس پر کاربند ہو، اگر ایسا نہ کرے گا تو اس کی ہر ایک بات لوگوں کی نظروں میں دروغ بافی(۱) اور ہرزہ سرائی(۲) سے زیادہ وقیع نہ ہوگی، خدائے قدوس پیغمبر برحق حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت کے سلسلہ میں ان کا مقولہ نقل فرماتا ہے:

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾ (سورۃ ہود:۸۸)

”میں نہیں چاہتا کہ جن کاموں سے تم کو منع کرتا ہوں وہ خود کرنے لگوں، میرا ارادہ تو سوائے اصلاح اور کچھ نہیں، جہاں تک میرے امکان میں ہوگا (اصلاح کروں گا) اور صرف اللہ کی طرف سے ہی مجھے توفیق ہوگی اسی پر میں بھروسہ رکھتا

---

(۱) جھوٹی بات بنانا۔

(۲) بیہودہ گوئی۔

ہوں، اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔"

اور دوسری جگہ اس طرح ارشاد ہے:

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ (سورۃ البقرۃ: ۴۴)

"کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہو۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ (سورۃ الصف: ۲، ۳)

"ایمان والو! ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے غصے کی بات ہے کہ جو باتیں نہیں کرتے وہ کہو۔"

مدینہ منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاہدہ

ہمارے علماء احناف رحمہم اللہ نے اس معاہدہ متبرکہ کو سامنے رکھ کر دارالحرب اور دارالامان کے بہت سے احکام و مسائل اخذ کئے ہیں۔

فقہائے احناف رحمہم اللہ نے دارالحرب میں عقود فاسدہ کے جواز کا حکم دے کر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ دارالحرب اور دارالاسلام کے احکام میں بہت فرق ہے، عقود فاسدہ کے جواز کی اصل ان کے نزدیک یہ آیت کریمہ ہے:

فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ط (سورۃ النساء: ۹۲)

"اگر مقتول اسی قوم سے تھا جو تمہارے دشمن ہیں اور وہ مقتول خود مسلمان تھا تو ایک غلام کو آزاد کرے۔ یعنی اس پر کفارہ

ہے دیت نہیں ہے۔"

قتلِ مسلم کی سزا اور دار الاسلام اور غیر دار الاسلام کا فرق

یعنی اگر کسی مسلمان مہاجر کے ہاتھ کوئی ایسا مسلمان مقتول ہو جائے جو کہ دار الحرب میں رہتا تھا اور اس نے ہجرت نہ کی تھی تو اس قاتل پر کفارہ واجب ہوگا نہ کہ دیت، اس مسئلہ کی اصل یہ ہے کہ اسلام سے اسلام لانے والے کی جان محفوظ و معصوم ہو جاتی ہے، مگر عصمت کی دو قسمیں ہیں: ایک عصمت موثمہ یعنی ایسی عصمت جس کے توڑنے والے پر گناہ تو ہوتا ہے مگر کوئی بدل واجب نہیں ہوتا۔ دوسری عصمت مقومہ یعنی اس کے توڑنے والے پر اس نفس معصومہ کا بدل بھی واجب ہوتا ہے ہر مسلمان کی جان اسلام لاتے ہی معصوم اور واجب الحفظ ہو جاتی ہے اور مسلمان کے قتل کرنے والے کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے نہایت صاف و صریح حکم نازل فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ۔ (سورۃ النساء: ۹۳)

"اور جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کر دے گا اس کی جزاء جہنم ہے۔"

اس آیت کریمہ میں جزائے اُخروی مراد ہے جو عصمت موثمہ کے توڑنے پر واجب ہوتا ہے، اور اس قاتل پر اس مقتول کی جان کا بدلہ یعنی قصاص یا دیت بھی واجب ہوتا ہے جو مقتول کی جان کی عصمت مقومہ توڑنے کی وجہ سے عائد ہوتا ہے، پس اگر مقتول مسلمان دار الاسلام کا رہنے والا تھا تو اس کو عصمت موثمہ اور عصمت مقومہ دونوں حاصل تھیں اس لئے اس کا اُخروی بدلہ جہنم ہے اور دنیوی جزاء قصاص یا دیت ہے، لیکن اگر یہی مقتول مسلمان دار الحرب کا رہنے والا تھا تو شریعت مطہرہ نے اس کے قاتل پر قصاص یا دیت واجب نہیں کی بلکہ صرف

کفارہ واجب کیا، جس سے معلوم ہوا کہ دارالحرب میں رہنے والے مسلمانوں کی جانیں عصمت مقومہ نہیں رکھتیں۔ اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عصمت موثمہ تو صرف اسلام لانے سے حاصل ہوجاتی ہے مگر عصمت مقومہ کیلئے دارالاسلام اور حکومت وشوکت اسلامیہ کا ہونا شرط ہے۔ اور میرا مقصود اس بحث کو ذکر کرنے سے یہ ہے کہ دارالاسلام اور دارالحرب کے احکام کا فرق واضح ہوجائے اور مسلمانوں کو معلوم ہوجائے کہ وہ اپنے ہم وطن غیر مسلموں اور ہمسایہ قوموں سے کس طرح اور کتنی مذہبی رواداری اور تمدنی ومعاشرتی شرائط پر صلح ومعاہدہ کر سکتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ ضرب المثل تھا

آپ کا حافظہ (یعنی حضرت مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ) ضرب المثل تھا، درس حدیث کے وقت کتاب سے حوالہ نکال کر عبارت بلند آواز سے پڑھ کر سنا دیتے تھے، عموماً یہ دیکھا گیا کہ حَسْبُنَا اللہ فرمایا اور کتاب کھولی وہی صفحہ نکل آتا تھا، اور شہادت کی انگلی اس عبارت پر ہی پڑتی تھی، جہاں سے حضرت کو حوالہ کی عبارت سنانا ہوتی ناظرین حیران ہوجاتے تھے، بہاولپور کے بیانات میں جب حوالہ نکالتے تو عموماً یہی ہوتا تھا۔

۱۔ ایک دفعہ بہاولپور ہی میں ابّی کی شرح مسلم سے حوالہ نکالنا تھا کتاب ہمارے پاس نہ تھی، قادیانی مختار مقدمہ کے پاس یہ کتاب تھی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جج صاحب! لکھئے ان صاحب نے حوالہ دینے میں دھوکہ دیا ہے یہ کتاب میرے پاس نہیں ہے اس کو کہو عبارت پڑھے، جب اس نے عبارت نہ پڑھی تو آپ نے خود کتاب اس سے لے کر حَسْبُنَا اللہ فرمایا اور فوراً حوالہ نکال لیا، وہ لوگ دیکھتے ہی رہ گئے۔ ابّی کی عبارت یہ ہے:

وَفِي الْعَتَبِيَّةِ قَالَ مَالِكٌ: بَيْنَ النَّاسِ قِيَامٌ يَّسْتَمِعُوْنَ لِإِقَامَةِ الصَّلٰوةِ فَتَغْشَاهُمْ غَمَامَةٌ فَإِذَا عِيْسٰى قَدْ نَزَلَ۔

(ص۲۶۶، ج۱، شرح مسلم للابی مصری اِکمال المُعلِم)

ترجمہ: ”امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا لوگ انتظار نماز میں کھڑے ہوں گے ایک بادل ان کو ڈھانک لے گا اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتر جائیں گے۔“

صاحبِ نبراس حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے استفادہ فرماتے تھے

۲۔ مولانا عبدالواحد رحمہ اللہ خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ (پنجاب) احقر کو سناتے تھے کہ جب میں ڈابھیل میں دورہ حدیث میں شامل تھا، میرے چچا صاحب حضرت مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث گوجرانوالہ صاحبِ ”نبراس الساری فی اطراف البخاری“ کا خط میرے نام آیا کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں جا کر عرض کریئو کہ حضرت ہمیں ایک حدیث کی ضرورت ہے...... اَلْأَحْكَامُ الَّتِيْ تُفَارِقُ الْمَرْأَةُ الرَّجُلَ...... فرمایا کل کو آنا، اس وقت میں مصروف ہوں میں دوسرے دن حاضر ہوا تو مراسیل ابوداؤد سے حدیث نکال کر میرے حوالے فرمائی۔

إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى امْرَأَتَيْنِ تُصَلِّيَانِ فَقَالَا إِذَا سَجَدْتُّمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ الْأَرْضَ۔ (ص۱۸)

ترجمہ: ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو عورتوں پر گزرے، فرمایا جب تم سجدہ کرو اپنے بدن کے بعض حصے کو زمین سے چمٹاؤ۔“

اور سنن کبریٰ بیہقی کی کتاب سے بھی حوالہ نکال کر عنایت فرمایا:

إِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ لَصِقَتْ بَطْنَهَا بِفَخِذِهَا كَأَسْتَرِ مَا

يَكُونُ لَهَا۔ (ج ۲ ص ۳۱۵)

ترجمہ: ”جب عورت سجدہ کرتی ہے تو وہ اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ چمٹا دے یہ اس کے لئے باعث ستر ہوگا۔“

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ۳۲ سال پہلے دیکھی ہوئی کتاب کا حوالہ پیش کرنا

(اس کتاب کا نام فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت لمولانا بحر العلوم)

۳۔ وہیں بہاول پور ہی کا قصہ ہے کہ قادیانی شاہد نے حضرت سے سوال کیا کہ آپ نے فرمایا کہ ہمارا دین متواتر ہے اور تواتر کے اقسام میں سے کسی ایک قسم کا منکر بھی کافر ہے، آپ کو چاہئے کہ امام رازی پر کفر کا فتویٰ دیں، کیونکہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں علامہ بحر العلوم نے لکھا ہے کہ امام رازی نے تواتر معنوی کا انکار کیا ہے۔

ہمارے پاس اتفاق سے وہ کتاب بھی نہ تھی، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: جج صاحب لکھئے کہ میں نے بتیس سال ہوئے یہ کتاب دیکھی تھی، اب ہمارے پاس یہ کتاب نہیں ہے، امام رازی یہ فرماتے ہیں کہ یہ جو حدیث ہے: لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ (تفسیر کبیر ج ۱۲ ص ۴۴۷)...... یہ حدیث تواتر معنوی کے رتبے کو نہیں پہنچی، اس حدیث کے متواتر معنوی ہونے کا انکار فرمایا ہے نہ کہ تواتر معنوی کے حجت ہونے کے منکر ہیں۔

مولانا عبداللطیف رحمہ اللہ ناظم مظاہر العلوم سہارن پور اور مولانا مرتضیٰ حسن رحمہ اللہ جو اس مجلس میں موجود تھے حیران تھے کہ کیا جواب دیں گے سن کر حیرت میں رہ گئے۔

ان صاحب نے حوالہ پیش کرنے میں دھوکے سے کام لیا ہے اس کو کہو کہ عبارت پڑھے ورنہ میں اس سے کتاب لے کر عبارت پڑھتا ہوں، چنانچہ قادیانی

شاہد نے عبارت پڑھی، بعینہ وہی عبارت نکلی جو حضرت نے پہلے حفظ پڑھ کر سنائی تھی، جج خوشی سے اچھل پڑا۔ حضرت مولانا غلام محمد دین پوری رحمہ اللہ بھی اس مجمع میں تھے، حضرت مولانا غلام محمد رحمہ اللہ کا چہرہ مبارک مسرت سے کھل گیا۔ (یہ حضرت، حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ کے مربی تھے اور مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے بھی پیر تھے)۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جج صاحب یہ صاحب ہمیں مُفحم(۱) کرنا چاہتے ہیں میں چونکہ طالب علم ہوں میں نے دو چار کتابیں دیکھ رکھی ہیں میں ان شاء اللہ مُفحم نہیں ہونے کا۔

قادیانیوں کا حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو عربی میں مناظرے کا چیلنج اور فرار

۴۔ حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمہ اللہ نے ایک اجتماع کیا تھا وہاں حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسن رحمہ اللہ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ اکابر دیوبند وسہارنپور مدعو تھے۔ ہزاروں علماء مجتمع تھے۔ قادیانیوں نے کہا کہ ہر دو مناظر عربی زبان میں تقریر کریں گے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ بھی مدعو تھے۔ حضرات نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو تیار کر دیا، حضرت نے فرمایا کہ دونوں مناظر عربی اشعار میں اپنا مافی الضمیر ظاہر کریں گے، فی البدیہ بولنا ہوگا اور نہ کاغذ کوئی کتاب اپنے پاس رکھیں گے، وہ لوگ تیار نہ ہوئے۔

یہ قصہ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کو لاہور میں مولانا ابراہیم صاحب میاں چنوں والوں نے بھی سنایا تھا۔ مولانا ابراہیم رحمہ اللہ اس وقت بھاگل پور میں مدرس تھے۔ مولانا فرماتے تھے کہ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن رحمہ اللہ بھی تھے، اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے خود بھی درس ترمذی میں ہمیں سنایا تھا پھر فرمایا جاہلین تم نے کیا

---

(۱) لاجواب۔

سمجھا، میں ان شاء اللہ اس پر قادر ہوں۔ حضرت مولانا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی سنایا کہ پھر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عربی زبان میں تقریر فرمائی۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت

۵۔ احقر نے ریل گاڑی میں عرض کیا کہ جب امرتسر سے لاہور کو تشریف لے جا رہے تھے، یہ سفر بہاولپور 1932ء کا واقعہ ہے کہ شجرہ چشتیہ میں آپ کے نام کے بعد کن بزرگوں کا نام پڑھنا چاہیے؟ فرمایا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اور مجھے اپنے والد (مولانا معظم شاہ رحمۃ اللہ علیہ) سے بھی سہروردی خاندان میں بیعت لینے کی اجازت ہے۔

۶۔ جب ۱۳۳۸ھ، ۱۳۳۹ھ میں ہم لوگ حضرت کی خدمت میں حدیث پڑھتے تھے، ایک مولانا جو کہ معمر تھے حضرت کی ملاقات کے لئے آئے، فوراً فرمایا:

”ہیر بُڈھی ہوئی تاں رانجھا آیا“

ترجمہ: ”جب ہیر بوڑھی ہوگئی تب رانجھا آیا۔“

پنجابی میں فرمایا اور مسکرائے، پھر نشانات فرما دیئے کہ اس قسم کا مکان تھا جہاں آپ دہلی میں قیام پذیر تھے، سیڑھیوں سے چل کر جانا ہوتا تھا، وہ بزرگ حیران رہ گئے کہ مدت کی بات ہے مجھے تو یاد بھی نہیں رہا۔

۷۔ مالیر کوٹلہ میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، مولانا بدر عالم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے۔ پنجاب کے مولانا خیر الدین رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ امینیہ دہلی کے فارغ التحصیل مولانا محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی رہے تھے۔ مولانا عبدالجبار ابوہری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ و مولانا محمد صدیق حصاروی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم تھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھ کر مولانا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ مصنف ”شہباز“ کی باتیں ہونے لگیں، حضرت نے

فرمایا کہ مولانا نور محمد ؒ کے وصال کو آج اَسّی سال ہو گئے، مولانا محمد صدیق ؒ نے حساب لگایا تو اَسّی سال ہوئے تھے نہ کم نہ زیادہ، مولانا نور محمد ؒ کی باتیں خوب یاد تھیں۔

حضرت شاہ صاحب ؒ کا دو سال کی عمر میں ایک مناظرے کا ذکر کرنا

۸۔ فرمایا کہ میں دو سال کی عمر میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ مسجد میں جایا کرتا تھا، ایک دن دیکھا کہ دو اَن پڑھ نمازیوں میں مناظرہ ہو رہا ہے، ایک کہتا تھا کہ عذاب روح اور بدن دونوں کو ہوگا، دوسرا منکر تھا کہ عذاب روح ہی کو ہوگا جو کہتا تھا کہ عذاب روح اور بدن کو ہوگا اس نے مثال دی کہ ایک باغ میں ایک نابینا دوسرا لنگڑا چوری کے خیال سے گئے لنگڑا کہنے لگا کہ میں ٹانگ سے چل نہیں سکتا نابینا کہتا ہے کہ میں پھلوں کو دیکھ نہیں سکتا، آخر یہ فیصلہ ہوا کہ نابینا لنگڑے کو اپنے کندھے پر اٹھالے اور لنگڑا پھل توڑے، اتنے میں اگر باغبان آگیا تو وہ دونوں ہی کو گرفتار کرے گا اور سزا کا مستحق قرار دے گا، میں نے یہ بات سن لی پھر ایک زمانہ دراز گزرا، میں ”تذکرۃ القرطبی“ دیکھ رہا تھا، اس میں یہی مثال حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے مذکور تھی، میں اس کو پڑھ کر اس اَن پڑھ کی فطرت سلیمہ پر حیران رہ گیا کہ کیسا صحیح جواب دیا۔ حضرت شاہ صاحب ؒ نے یہ لدھیانہ میں مارچ 1927ء کو بستان الاسلام کے جلسہ میں فرمایا تھا، لوگ حضرت شاہ صاحب ؒ کے حافظہ پر حیران رہ گئے کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں عالم آخرت کی ایسی باریک بات یاد رکھی:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

ترجمہ: ”یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو اللہ تعالیٰ دینا چاہے
اس کو دے دیتے ہیں۔“

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ حدیث میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شرکت

۹۔ حضرت مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۱۳۳۴ھ، ۱۳۳۵ھ میں جب ہم بخاری شریف حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھتے تھے۔ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا درس حدیث سننے کا شوق ظاہر فرمایا۔ حضرت مولانا محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ درس کے کمرہ میں تشریف لے آئے۔ نکاح شغار کے متعلق حدیث کا درس ہورہا تھا، وقت چونکہ ختم ہوگیا تھا، لہٰذا حضرت نے کتاب بند کردی۔

حضرت مولانا محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شاہ صاحب حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہوئے ہیں، جناب کا درس سننا چاہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پھر کتاب کھول لی۔ ڈیڑھ گھنٹہ درس دیا، اگلی حدیث پر بیان فرماتے رہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، شاہ صاحب! یہ علوم وہبیہ ہیں کسبیہ نہیں، یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک مسئلہ کا سنانا

۱۰۔ جب حضرت شیخ الہند قدس سرہ مالٹا سے تشریف لائے تو حضرت کو فکر تھی کہ یہاں کے علماء اختلاف نہ کریں۔ اس لئے سب سے پہلے حضرت شاہ صاحب سے انگریزی موالات ترک کرنے اور ان کی ملازمت چھوڑنے پر فتویٰ حاصل کیا۔ احقر کے والد حضرت مولانا فتح الدین رحمۃ اللہ علیہ زیارت کے لئے لائل پور سے دیوبند حاضر ہوئے تھے۔ اور حضرت شیخ الہند محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے کئی روز مہمان رہے تھے۔ ان ہی ایام میں مسئلہ تحریر فرما کر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لائے۔ کوئی دس بجے کا وقت ہوگا گرمی کا موسم تھا، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

کی خدمت میں مولانا احمد اللہ پانی پتی رحمہ اللہ بھی حاضر تھے اور بھی بہت مہمان تھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے نہایت ادب سے بیٹھ کر مسئلہ سنایا حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا چہرہ مبارک خوشی اور مسرت سے کھل گیا، احقر مع والد صاحب بھی حاضر تھے۔ درس میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ وہ جان بازی جو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے دکھائی ہے وہ تو کوئی کیا دکھائے گا ہاں حق ضرور واضح کر دینا چاہئے۔

مولانا ادریس سیکروڈوی رحمہ اللہ کو سفر میں ساتھ لے جاتے تھے ان ایام میں ضلع مراد آباد کا دورہ فرمایا تھا، مولانا محمد ادریس رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ اکثر یہ جملہ فرماتے تھے کہ اب مسئلہ واشگاف ہو گیا ہے اب حق میں حجاب نہیں چاہئے اور یہ شعر فرمایا کرتے تھے:

اُٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

۱۱۔ ان ہی ایام میں قاری محمد طیب رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی قاری محمد طاہر رحمہ اللہ کا نکاح تھا، حویلی دیوان صاحب (مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے سامنے ایک عمارت بوسیدہ) کے صحن میں ہزاروں علماء اور صلحاء کا مجمع تھا نکاح کی مجلس تھی۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تشریف فرما تھے، میرے والد صاحب بار بار حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی طرف دیکھتے تھے کہ سب سے پیچھے خاموش بیٹھے ہیں حالانکہ آپ کے سینکڑوں شاگرد آگے ہو کر بیٹھے تھے تا کہ شیخ الہند رحمہ اللہ کے قریب ہو جائیں۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا غایت ادب دیکھ کر حیران رہ گئے۔

کشمیر تشریف لے جاتے ہوئے ایک پادری سے گفتگو

۱۲۔ ایک دفعہ کشمیر کو تشریف لے جارہے تھے بس کے انتظار میں سیالکوٹ کے اڈے پر تشریف فرما تھے، ایک پادری آیا اور کہنے لگا کہ آپ کی چہرے سے

یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ مسلمانوں کے بڑے عالم دین ہیں؟ فرمایا نہیں میں ایک طالب علم ہوں۔ اس نے کہا کہ آپ کو اسلام کے متعلق علم ہے؟ فرمایا کچھ کچھ۔ پھر ان کی صلیب کے متعلق فرمایا کہ تم غلط سمجھے ہو اس کی یہ شکل نہیں ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر چالیس دلائل دیئے۔ دس قرآن سے دس تورات سے دس انجیل سے دس عقلی۔ وہ پادری آپ کی تقریر سن کر کہنے لگا اگر مجھے تنخواہ کا لالچ نہ ہوتا تو میں آپ کی تقریر آپ کا علوم میں اس قدر استحضار دیکھ کر مسلمان ہو جاتا، نیز یہ کہ مجھے بہت سی باتیں اپنے مذہب کے متعلق آپ سے معلوم ہوئیں۔ فرمایا جب آپ کو حق معلوم کر کے بھی توفیق نہ ہوئی کہ ایمان لے آئیں تو معلوم ہوا کہ ایمان کی کوئی قدر و قیمت آپ کے ہاں نہیں محض تنخواہ کا لالچ ہے:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۵۲)

ترجمہ: ''ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

وہ پادری نہایت شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کا اعتراف

۱۳۔ مولانا عبدالعزیز محدث گوجرانوالہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اس قسم پر کوئی کفارہ نہیں جو اس امر پر کھائی جائے کہ مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ میں بینظیر عالم ہیں، مولانا غلام رسول انی والے استاذ رحمۃ اللہ علیہ نے جب پہلی بار قادیاں میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سنی تو فرمایا علم ہو تو انور شاہ والا ہو ورنہ ہمارے علم سے تو جاہل ہی اچھے۔

مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت فرمایا تھا یعنی قادیاں ہی

میں کہ مجسم علم دیکھنا ہو تو شاہ صاحب ؒ کو دیکھ لو۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ نے وفات پر دیوبند میں تعزیتی جلسے میں فرمایا تھا کہ میں ایسے حضرات کو بھی جانتا ہوں جن کو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہیں ایسے حضرات کو بھی جانتا ہوں جن کو صحیحین حفظ یاد تھیں لیکن ایسا عالم دین کہ کتب خانے کا کتب خانہ ہی سینہ میں محفوظ ہو سوائے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری ؒ کے اور کوئی نہیں دیکھا۔

شیخ زاہد الکوثری ؒ حضرت شاہ صاحب ؒ کے علوم کے معترف تھے

۱۴۔ علامہ محمد زاہد کوثری ؒ حضرت شاہ صاحب ؒ کی بڑی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ عقیدۃ الاسلام کا جدید ایڈیشن مولانا محمد یوسف بنوری ؒ کا مقدمہ دیکھنا چاہئے۔ علامہ محمد زاہد کوثری ؒ کی عبارتوں پر عبارتیں نقل کرتے چلے گئے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب ؒ کی ''عقیدۃ الاسلام'' اور ''اَلتَّصرِیحُ بِمَا تَوَاتَرَ فِیْ نُزُوْلِ الْمَسِیْح'' یہ دونوں کتابیں علامہ محمد زاہد ؒ تعویذ کی طرح اپنے پاس رکھتے تھے۔ یہ حضرت بڑے صاحبِ کمال حافظ الحدیث والفقہ قسطنطنیہ میں ایک بڑے عہدے پر فائز تھے، پھر مصطفیٰ کمال پاشا سے اختلاف کے باعث مصر تشریف لے آئے بڑی نادر تحقیقی کتب کے مصنف ہیں۔

تانیب الخطیب میں حضرت شاہ صاحب ؒ کی نیل الفرقدین کی بڑی تعریف کی ہے، آپ کو ''اَلْعَلَّامَۃُ الْبَحْرُ الْحِبْرُ'' کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

اُن کا سلسلہ طریقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ سے ملتا تھا۔

علامہ سید سلیمان ندوی ؒ کا تاثر

۱۵۔ دین و دانش کا مہر انور ۳ صفر ۱۳۵۲ھ/29 مئی 1933ء کو دیوبند کی خاک میں ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا، یعنی مولانا محمد انور شاہ کشمیری ؒ جانشین حضرت شیخ الہند ؒ صدر المدرسین دار العلوم دیوبند۔

دو برس کی علالت بواسیر اور ضعف و نقاہت کے ۵۹ برس کی عمر میں وفات پائی، مرحوم کا وطن کشمیر تھا، مگر تعلیم سے فراغت کے بعد ایک مدت تک مدینہ منورہ میں اقامت کی پھر واپس آکر استاذ کی خواہش اور اصرار سے دارالعلوم دیوبند کی صدارت کی ذمہ داری قبول فرمائی، جس کو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے زمانہ جنگ میں ہجرت کے بعد سے 1927ء تک اس طرح انجام دیا کہ چین سے لے کر روم تک ان کے فیضان کا سیلاب موجیں مارتا رہا۔ ہند اور بیرون ہند کے سینکڑوں تشنگان علم نے اس سے اپنی پیاس بجھائی۔

مرحوم کم سخن لیکن وسیع النظر عالم تھے۔ ان کی مثال اس سمندر کی سی ہے جس کی اوپر کی سطح ساکن ہو لیکن اندر کی سطح موتیوں کے گراں قدر خزانوں سے معمور ہوتی ہے، وہ وسعت نظر، قوت حافظہ اور کثرت حفظ میں اس عہد میں بے مثال تھے۔ علوم حدیث کے حافظ اور نکتہ شناس، علوم ادب میں بلند پایہ معقولات میں ماہر، شعر و سخن سے بہرہ مند، زہد و تقویٰ میں کامل تھے، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی نوازشوں کی جنت میں ان کا مقام اعلیٰ کرے کہ مرتے دم تک علم و معرفت کے اس شہید نے قال اللہ و قال الرسول کا نعرہ بلند کیا۔

مرحوم کو سب سے پہلے 1906 یا 1907ء میں دیکھا جب کہ وہ اور مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سرزمین عرب سے تازہ وارد ہند ہوئے تھے، مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں میری حاضری کی تقریب پر طلبہ اور مدرسین کا جلسہ ترتیب پایا جس میں انہوں نے میری عربی تقریر کے جواب میں تقریر فرمائی تھی۔ پھر جب حاضری ہوتی رہی یا خلافت اور جمعیۃ کے جلسوں میں ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

1927ء میں جب وہ پشاور کے اجلاس جمعیۃ العلماء کے صدر تھے میں بھی حاضر تھا، حضرت مرحوم سے ملاقاتوں میں علمی استفادہ کے مواقع ملتے رہے۔

ہر سوال کے وقت ان کی خندہ پیشانی سے محسوس ہوتا تھا کہ وہ سوال سے خوش ہوئے، اہل کمال کی یہ بڑی پہچان ہے کیونکہ وہ مشکلات عبور کر چکتا ہے اور جب اس سے سوال کیا جاتا ہے تو شبہ کی اصل منشاء کو سمجھ جاتا ہے اور جواب دے کر خوش ہوتا ہے۔

مرحوم معلومات کے دریا، حافظہ کے بادشاہ اور وسعت علمی کی نادر مثال تھے۔

ان کو زندہ کتب خانہ کہنا بجا ہے۔ شاید کوئی کتاب مطبوعہ یا قلمی ان کے مطالعہ سے بچی ہو، میری تصنیفات میں سے ارض القرآن ان تک پہنچی تھی، اس پر اپنی رضامندی ظاہر فرمائی، مرحوم آخری ملاقاتوں میں زیادہ عربی نصاب کی اصلاح پر مجھ سے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ (معارف ربیع الاول ۱۳۵۲ھ اعظم گڑھ)

۱۶۔ فرمایا قبہ محمودیہ کا کتب خانہ میں نے تمام دیکھا بعض نایاب کتب سے حوالے بھی لکھے بہت یادداشتیں مکہ مکرمہ کے کتب خانہ سے جمع کیں، مغنی ابن قدامہ کا صحیح قلمی نسخہ مکہ مکرمہ میں دستیاب ہوا، اس سے کئی ورق یادداشت کے لکھے۔ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کی ''السیر الکبیر'' مدینہ طیبہ میں دیکھی قلمی نسخہ تھا، نہایت عمدہ کتابت، اس کا مطالعہ کیا، یادداشتیں لیں، پھر جب ترکی حکومت کو زوال آیا اب معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات اس کتاب کو ساتھ لے گئے اب بعض شوقین اور علم دوست علماء نے نسخہ تلاش کیا نہ پایا، یہ کتاب قبہ محمودیہ میں تھی۔

۱۷۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا قیام جب دارالعلوم دیوبند ہی تھا مظفر گڑھ پنجاب کے عظیم الشان جلسہ پر تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ بھی تھے۔ مولانا ظفر علی خان رحمہ اللہ اور دیگر زعماء قوم بھی مدعو تھے غالباً ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ بھی تھے۔ حضرت کی زیارت کے لئے ہزاروں خلق اللہ جمع تھی، علماء اور زعماء کی تقاریر ہوئیں، حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے نام حق کا ایک شعر پڑھا:

غم دین خور کہ غم غم دین است
ہمہ غمہا فروتر از این است

ترجمہ: ”دین کا غم کھا کہ اصل غم دین کا غم ہے۔ باقی تمام غم اس سے نیچے ہیں۔“

اور اس پر بڑی رقت آمیز و پرتاثیر تقریر فرمائی، خود روئے اور حاضرین کو بھی رلایا:

غم دنیا مخور کہ بے ہود است
ہیچ کس در جہاں نیا سود است

ترجمہ: ”دنیا کا غم نہ کھا کہ وہ بے فائدہ ہے، کوئی شخص اس جہاں میں فائدہ لینے والا نہیں ہے۔“

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ پر اس صحبت کا بڑا اثر پڑا، کئی علمی سوالات کئے اور جوابات سن کر بہت متاثر ہوئے، فرمایا کرتے تھے۔ مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ علم کا بحرِ مَوّاج ہیں، حافظہ کے بادشاہ ہیں۔

مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عشق

مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کے عاشق تھے، کہا کرتے تھے جی چاہتا ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ کو دیکھتا رہوں۔

اگست 1932ء میں زمیندار (اخبار) کے ایک شمارہ میں ایک طویل مقالہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب و کمالات پر لکھا، لکھتے ہیں کہ

> ”حضرت مولانا انور شاہ کشمیری (رحمۃ اللہ علیہ) کی نظیر علوم میں خصوصاً علم حدیث میں پیش کرنے سے تمام ایشیاء عاجز ہے۔“

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ دیکھ کر ایک ہندو کا قبول اسلام

مظفر گڑھ کے سفر میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا، ملتان چھاؤنی کے اسٹیشن پر فجر کی نماز سے قبل گاڑی کے انتظار میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ خدام کا ارد گرد مجمع تھا، ریلوے کے ایک ہندو بابو صاحب لیمپ ہاتھ میں لئے ہوئے آ رہے تھے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا منور چہرہ دیکھ کر سامنے کھڑے ہو گئے اور زار و قطار رونے لگے اور ایمان لے آئے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کر لی، کہتے تھے کہ ان بزرگوں کا روشن چہرہ دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام سچا دین ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا:

وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ (سورۃ النساء:۱۱۶)

ترجمہ: ”اور بخشتا ہے اس کے علاوہ جس کو چاہے یعنی شرک سے نیچے کے گناہ جس کو چاہے اللہ تعالیٰ بخش دے گا مگر شرک کو ہرگز نہیں بخشے گا۔“

یہ آیت اہلِ سنت والجماعت کے مسلک کے حق ہونے میں صریح دلیل ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کو تاویل کرنا پڑی۔

فرمایا شرک کے معنی کفر مع عبادت غیر اللہ ہیں لہٰذا وہ تمام انواع(۱) کفر

---

(۱) اقسام

سے اقبح (۱) ہیں، اور کفر اس سے عام ہے لیکن آیت مذکوہ بالا میں شرک سے مراد کفر ہی ہے، کیوں کہ اگر ایک شخص عبادت غیر اللہ کی نہیں کرتا مگر نبی ﷺ کی نبوّت سے منکر ہے یا آپ ﷺ کو خاتم الانبیاء بمعنی آخری نبی نہیں مانتا وہ بلاشبہ کافر ہے۔ اس کی بھی مغفرت نہیں ہوگی۔ گو وہ مشرک نہ ہو، لہٰذا اس آیت مبارکہ میں شرک کا ذکر اس لئے ہوا کہ وہ لوگ شرک فی العبادۃ بھی کرتے تھے۔

حدیث القاتل والمقتول فی النار اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح

کسی نے پوچھا کہ حدیث بخاری:

إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ هٰذَا الْقَاتِلُ، فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ: إِنَّهُ كَانَ حَرِيْصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهِ۔

(بخاری ج ۱ ص ۹)

ترجمہ: ”جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ملاقات کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! یہ تو قاتل ہی کا حکم ہے تو مقتول کیوں جہنمی ہے؟ فرمایا، یہ بھی اپنے مقابل کے قتل کا حریص تھا اس کے قتل کے ارادہ سے نکلا تھا۔“

اس حدیث میں جو آیا قاتل مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ یہ اس حدیث کے خلاف ہے جس میں ارشاد ہے:

اَلسَّيْفُ مَحَّاءُ الذُّنُوْبِ۔

ترجمہ: ”تلوار گناہوں کو ختم کرنے والی ہے۔“

---

(۱) قبیح ترین، بہت ہی بری۔

یہ حدیث بھی صحیح ہے اور قوی ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے وہ مقتول مراد ہے جو قاتل کے قتل کا ارادہ نہ رکھتا تھا، لہٰذا وہ ہر طرح مظلوم اور شہید ہے۔ یہی صورت ہابیل اور قابیل کے قصہ میں پیش آئی۔ اور ہابیل نے قابیل کو سنایا:

اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ (سورۃ المائدہ:۲۹)

ترجمہ: ”میں چاہتا ہوں کہ تو سمیٹ لے میرا گناہ اور اپنا گناہ بھی پس ہو جائے گا تو دوزخ والوں میں ہی۔“

اس کی تفسیر بھی اس شرح سے حل ہو جاتی ہے یعنی میں اس پر راضی ہوں کہ تو اپنے گناہ (قتل) کی وجہ سے جہنمی بنے، اور میرے گناہ تیری تلوار کی وجہ سے محو ہو جائیں، کیونکہ تلوار محاء الذنوب ہے، کیونکہ جب اس کے گناہ قابیل کی تلوار سے محو ہوئے تو وہی اس کے گناہ لے جانے والا ہوا۔ یہ مطلب نہیں کہ ہابیل کے گناہ قابیل پر ڈال دیئے گئے کیونکہ......

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ (سورۃ الفاطر:۱۸)

ترجمہ: ”اور نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا۔“

کے خلاف ہے، پھر اس عنوان کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کسی کو ظلماً قتل کرنے کی غیر معمولی قباحت خوب واضح کر دی جائے تا کہ جو اس کی برائی کو سمجھ لے گا وہ بچنے کی سعی کرے گا۔

◆

بیان مقدمہ بہاولپور پانچ دن پانچ گھنٹہ فی یوم

ایمان کے معنی ہیں گرویدن باور کردن، اور شریعت میں انبیاء کرام علیہم السلام جو کچھ باری تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اس بات کو ان کے اعتماد پر باور کرلینا، اب جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین میں سے ہے، اس طرح کہ آپ سے متواتر ثابت ہوجائے اور خواص سے عوام تک پہنچ جائے، جیسے وحدانیت باری تعالیٰ کی اور رسولوں کی رسالت اور ختم ہونا رسالت کا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منقطع ہوجانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ قرب قیامت میں تشریف لانا آپ کے اعتماد پر باور کرلینا ایمان کہلاتا ہے۔

کفر کے معنی ہیں حق ناشناسی یعنی منکر ہوجانا اور مکر جانا کفر کبھی اشارے سے بھی ہوتا ہے، جیسے:

وَ اِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَکُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَوَّوْا
رُءُوْسَھُمْ ۔ (سورۃ المنافقون:۵)

ترجمہ: ”اور جب ان سے کہو کہ آؤ تمہارے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استغفار طلب کرے تو مٹکاتے ہیں اپنے سر۔“

یا بات تو وہ مانتا ہے کہ جو کچھ دین میں آیا ہے حق ہے، لیکن یہ کہتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی کفر ہے، کیونکہ جس امت نے ہمیں الفاظ پہنچائے اسی نے ہمیں معانی بھی پہنچائے مثلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے میں کسی کا بھی سلف میں سے اختلاف نہیں تھا۔ اب جو کوئی معنی یہ کرے کہ اس کے معنی اجراء نبوت ہے، یا عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ انے کا یہ مطلب ہے کہ آپ کا مثیل آئے گا یہ بھی کفر ہے، ضروریات دین کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کا کرنا جوارح سے ضروری ہو، بلکہ کبھی کوئی شئے مستحب اور مباح ہی ہوتی ہے اس کا منکر بھی کافر

قرار پاتا ہے۔

عذاب قبر کا منکر کافر ہے

الحاصل ضرورت کے معنی یہ ہیں کہ اس کا ثبوت حضرت شارع علیہ السلام سے قطعی ہو، خواہ وہ حکم جس پر وہ مشتمل ہے نظری ہی کیوں نہ ہو، جیسے کہ عذاب قبر اس کا ثبوت حضرت شارع علیہ السلام سے مُستَفِیض (۱) ہے، اور کیفیت عذاب ہم سے مَستُور (۲) ہے، لہٰذا عذاب قبر کا منکر کافر قرار پائے گا۔

فتح الباری میں ہے:

وَ فِيْ قِصَّةِ اَهْلِ نَجْرَانَ مِنَ الْفَوَائِدِ اَنَّ اِقْرَارَ الْكَافِرِ بِالنُّبُوَّةِ لَا يَدْخُلُهُ فِي الْاِسْلَامِ حَتّٰى يَلْتَزِمَ اَحْكَامَ الْاِسْلَامِ۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۷۴)

ترجمہ: ”اہلِ نجران کے قصے میں فوائد ہیں کہ کافر کا اقرار نبوت کے ساتھ اس کو اسلام میں داخل نہیں کرے گا یہاں تک کہ وہ احکام اسلام کا التزام کرے (یعنی ضروری سمجھے)۔“

مسلم ج ۱ ص ۸٦ میں ہے:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا يَسْمَعُ بِيْ اَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ يَهُوْدِيٌّ وَ لَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوْتُ وَ لَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ اِلَّا كَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ۔

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) حاصل کیا ہوا۔

(۲) چھپا ہوا، مخفی۔

سے نقل کرتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے میرے بارے میں کوئی یہودی یا عیسائی سنے پھر مر جائے اور ایمان نہ لائے اس پر جو میں لے کر آیا ہوں مگر وہ جہنمی ہوگا۔"

اور مستدرک ج ۲ ص ۳۴۲ میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَسْمَعُ بِیْ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ يَهُوْدِیٌّ وَ لَا نَصْرَانِیٌّ وَ لَا يُؤْمِنُ بِیْ اِلَّا دَخَلَ النَّارَ، فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ اَيْنَ تَصْدِيْقُهَا فِیْ كِتَابِ اللهِ حَتّٰى وَجَدْتُّ فِیْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ: وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ، قَالَ: اَلْاَحْزَابُ اَلْمِلَلُ كُلُّهَا۔

ترجمہ: "حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کوئی یہودی یا عیسائی میرے بارے میں سنے اور مجھ پر ایمان نہ لائے مگر وہ جہنم میں داخل ہوگا تو میں سوچ رہا تھا کہ اس کی تصدیق کونسی آیت میں ہے۔ یہاں تک کہ اس آیت میں مجھے اس کی تصدیق ملی جو کفر کرے گا اس نبی پر دوسرے مذاہب والوں سے تو جہنم اُس کا ٹھکانہ ہے۔"

یہ بات تھی جو شیخین (حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت فاروق اعظم ؓ) کے درمیان دائر ہوئی:

فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ: مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ، يُرِيْدُ اَنَّهٗ

لَيْسَ مُؤْمِنًا مَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِالْكُلِّ، فَشَرَحَ اللّٰهُ لَهٗ صَدْرَ عُمَرَ اَيْضًا فَرَاَى مَا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ۔

(مسند احمد، حدیث: ۳۳۶۵، ۳۳۶۶)

فَعِنْدَ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيُؤْمِنَ بِیْ وَبِمَا جِئْتُ بِهٖ، وَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ۔ (مسلم ج ا ص ۳۹)

ترجمہ: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا جس نے نماز وزکوٰۃ میں فرق کیا یعنی جب تک سب پر ایمان نہیں لائے گا تو وہ مؤمن نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کے سینے کو بھی کھول دیا تو اسکی رائے بھی وہی ہوئی جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی۔ مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں جب تک لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی گواہی نہ دے اور مجھ پر ایمان نہ لے آئیں جب یہ کام انہوں نے کرلیا تو ان کا خون ہم سے محفوظ ہوا اور ان کا مال ہم سے محفوظ ہوا مگر حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے اوپر ہے۔''

مسیلمہ کذاب کے دو قاصدوں کا تذکرہ

نبی کریم ﷺ کی خدمت مبارکہ میں دو قاصد مسیلمہ کذاب کے آئے، آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کیا تمہارا بھی وہی عقیدہ ہے جو کچھ مسیلمہ

کا ہے؟ ایک نے کہا کہ ہمارا بھی وہی عقیدہ ہے حالانکہ اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ کہلاتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قاصد قتل نہیں کئے جاتے تو میں تم کو ضرور قتل کراتا۔ یہ قصہ ہو چکا پھر ان میں سے ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ملا آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا اب بھی وہی عقیدہ ہے اس نے جواب دیا کہ ہاں آپ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا، کہ اب تم قاصد نہیں رہے۔ یہ قصہ ابوداؤد وغیرہا میں موجود ہے اس پر یہ کہنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رواج پر عمل کیا، یہ غلط ہے بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاتا یہ خود ایک قانون ہے۔

وَ قِصَّةُ دُبَّاءٍ اَیِ اَلْقَتْلُ عِنْدَهَا اَبُوْ یُوْسُفَ الْقَاضِیْ
وَلَاتَ اَوَانٍ۔ (شرح الشفاء لملا علی قاری ج ۲ ص ۴۴۹)

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کدو بہت پسند تھا ایک آدمی نے اٹھ کر کہا مجھے تو یہ پسند نہیں، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے تلوار نکالی اور اس کے قتل کا ارادہ کیا چنانچہ اس نے توبہ کی۔

کدو کھانا کوئی ضروری نہیں لیکن اس نے عین حدیث بیان کرتے وقت کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مرغوب تھا اس وقت یہ کلمہ کہا تھا مثلاً جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھائے اور امت کھاتی چلی آئی یوں اگر کوئی نہ کھائے تو کچھ گناہ نہیں لیکن یہ بات کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھائے اور امت کھاتی چلی آئی اس وقت اگر انکار کرے گا تو قتل کیا جائے گا۔

دین اسلام متواتر ہے، اس کا مطلب

پھر یہ سمجھو کہ ہمارا دین متواتر ہے، اور دنیا میں کوئی دین متواتر نہیں، تواتر کے یہ معنی ہیں کہ کسی چیز کا ثبوت ہم تک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لگاتار ہوتا آیا اس کو

تواتر کہتے ہیں۔ تواتر کئی قسم کا ہوتا ہے، ایک تواتر اسناد جیسے کہ حدیث میں ہے:

مَنْ کَذِبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔

(بخاری ج ا ص ۲۱)

ترجمہ: ”جس نے میرے اوپر قصداً جھوٹ بولا اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں تیار کیا۔“

فتح الباری میں یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح اور حسن اور تیس صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ختم نبوت کی حدیثیں میرے ایک رفیق نے جمع کیں، وہ کوئی ڈیڑھ سو سے زیادہ ہوتی ہیں جن میں سے تیس صحاح ستہ کی حدیثیں ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول احادیث متواترہ سے ثابت ہے

اور عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے متعلق میرا ایک رسالہ ہے...... ”اَلتَّصْرِیْحُ بِمَا تَوَاتَرَ فِیْ نُزُوْلِ الْمَسِیْحِ“ ...... اس میں ستر سے زائد حدیثیں صحیح ہیں، اور میری کتاب ”عقیدۃ الاسلام“ ہے اس کا حاشیہ تحیۃ الاسلام ہے۔

تفسیر ابن کثیر ص ۳۵۶ مطبوعہ مصر جدید میں ہے:

قَالَ الْحَسَنُ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ، وَ اِنَّہٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ کَوْنُہٗ عَلَمًا لَھَا ھُوَ الَّذِیْ اُشْتُھِرَ فِی الْحَدِیْثِ بِالْاَشْرَاطِ، فَذَکَرَہُ الْقُرْآنُ بِکَوْنِہٖ عَلَمًا صَارَ عُرِفَ الْحَدِیْثُ کَوْنُہٗ مِنَ الْاَشْرَاطِ، وَ کَاَنَّہٗ اَخَذَ مِنْ ھٰذَا اللَّفْظِ وَ مِنْ قَوْلِہٖ: فَقَدْ جَاءَ اَشْرَاطُھَا) وَاِذَنْ فَفِی الْاٰیَۃِ بِیَانُ الْاِمْکَانِ اَوَّلًا ثُمَّ بَیَانُ الْوُقُوْعِ

ثَانِيًا. وَ اَخْرَجَ عَبْدُبْنُ حُمَيْدٍ وَابْنُ جَرِيْرٍ اَنَّ الْحَسَنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قَالَ: نُزُوْلُ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

ترجمہ: ”حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور وہ تمہارے طرف لوٹیں گے قیامت سے پہلے۔ اور وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام نشانی ہے قیامت کی عیسیٰ علیہ السلام کا نشانی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں علامات قیامت میں سے ایک نزول عیسیٰ علیہ السلام ہے تو قرآن نے اس کو نشانی سے تعبیر فرمایا گویا کہ یہ اس لفظ سے لیا ہے فقد جاء اشراطہا علامات قیامت تمہارے پاس آئیں۔ تو آیت میں بیان امکان ہے اولاً پھر بیان وقوع ہے ثانیاً عبد بن حمید رضی اللہ عنہ ابن جریر نے تخریج کی ہے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قیامت کی علامات میں سے نزول عیسیٰ علیہ السلام ہے۔“

تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آیت کی تفسیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے کرتے ہیں اور متواتر حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی قیامت سے پہلے اِمَامًا عَادِلًا حَکَمًا مُقْسِطًا۔

اور ابن کثیر نے دعویٰ کیا ہے احادیث متواتر ہونے کا۔ اور حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں اور فتح الباری میں دعویٰ کیا ہے اور جامع ترمذی میں حوالہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام دجال کو قتل کریں گے پندرہ صحابیوں کی حدیثوں پر،

اور علامہ شوکانی کا ایک رسالہ ہے جس میں انتیس حدیثوں پر اور لیلۃ الاسراء کی حدیث میں ہے جیسا کہ درمنثور میں ہے اور بہت حدیث کی کتابوں میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود آنے کا ذکر فرمایا ہے اور مسند احمد، ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، ابن جریر اور حاکم، اور اس کی تصحیح کی ہے ذہبی نے اور ابن مردویہ اور بیہقی نے بعث اور نشور میں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَقِيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى ...الخ۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۴)

ترجمہ: ''معراج کی رات میری ملاقات ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام سے اور عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔''

ایسے ہی اجماع منعقد ہو گیا ہے۔ اور نقل کیا اُبیؒ نے شرح مسلم میں امام مالک سے جو اجماع کے موافق ہے اور جو ابن حزم کی طرف منسوب ہے وہ بھی غلط ہے، ابن حزم اندلسی فرماتے ہیں:

فَاِنَّهٗ لَا يَخْتَلِفُ اثْنَانِ فِيْ تَكْفِيْرِهٖ بِصِحَّةِ قِيَامِ الْحُجَّةِ بِكُلِّ هٰذَا عَلٰى كُلِّ اَحَدٍ۔

(الفصل فی الملل والاھواء والنحل ج ۳ ص ۲۹۳)

اس کو کافر کہنے میں دو کا بھی اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان سب امور کا اثبات سب پر ہو چکا ہے۔

تواتر کی چار قسمیں ہیں

(۲) تواتر کی ایک قسم تواتر طبقہ ہے جیسے کہ تواتر قرآن پاک کا تمام روئے زمین مشرق میں مغرب میں درس اور تلاوت کے ساتھ حفظ و ناظرہ اور تجوید کے ساتھ

طبقہ بعد طبقہ ایک جماعت نے دوسری جماعت سے لیا یہاں تک کہ یہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گیا، گو اس کی سند معلوم نہ ہو۔ یہ سب جانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی اس میں سارے مسلمان شریک ہیں۔

(۳) تواتر کی ایک قسم ہے تواتر تعامل تواتر توارث جیسے مسواک اور کلی اور استنشاق (۱) کا تواتر۔

(۴) ایک قسم تواتر کی ہے تواتر قدر مشترک جیسا کہ معجزات کا تواتر اگرچہ ایک ایک معجزہ خبر واحد ہی سے ثابت ہو، مگر ان کا مجموعہ قدر مشترک متواتر ہو گیا ہے یعنی یہ بات کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزات کا صدور ہوا، یہ متواتر ہے۔ بعض لوگ تواتر کو گمان کرتے ہیں کہ وہ قلیل ہے حالانکہ ہماری شریعت میں انسان اس کا حصر نہیں کرسکتا، پس جب آپ نے یہ سمجھ لیا ہم کہتے ہیں کہ نماز فرض ہے اور اس کی فرضیت کا اعتقاد بھی فرض ہے اس کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور نماز کی فرضیت کا انکار کرنا کفر ہے، ایسے ہی مسواک کرنا سنت ہے اعتقاد اس کی سنیت کا فرض ہے اور اس کا انکار کفر ہے اور اس کا ترک کرنا عتاب ہے یا عقاب۔

(۵) تواتر کی ایک قسم تواتر معنوی بھی ہے۔ تواتر کی کسی ایک قسم کا منکر کافر ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے تواتر کی تمام اقسام کا انکار کیا ہے اس پر مرزائیوں کے نمائندے نے اعتراض کیا کہ تواتر تو مولویوں کی بنائی ہوئی اصطلاح ہے پھر اس کا منکر کیسے کافر ہو گیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جواباً فرمایا کیا تم اس بات کو مانتے ہو کہ یہ قرآن مجید جو ہمارے ہاتھوں میں ہے وہی ہے جو

---

(۱) ناک میں پانی چڑھانا (خصوصاً وضو میں)۔

نبی ﷺ پر نازل ہوا، اور ہم تک اسی حالت حفاظت میں چلا آیا، اس حالت حفاظت کا نام تمہارے ہاں کیا ہے؟

پہلے تو مرزائی بہت چکرایا پھر کہنے لگا ہم اس کو تواتر کہتے ہیں، فرمایا یہی تو میں کہہ رہا تھا (مرزا غلام احمد نے تو کفار کے تواتر کو بھی تسلیم کیا ہے)۔

پھر جو چیزیں تواتر سے ثابت ہوں جیسے ختم نبوت اور نزول عیسیٰ علیہ السلام چنانچہ پہلے گزرا ہم انکار کرنے والے شخص کو بالاجماع کافر کہیں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب اربعین میں انبیاء کی توہین کی ہے

اربعین میں غلام احمد نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ناموں کو اپنی طرف منسوب کیا ہے حتیٰ کہ یوں کہا ہے کہ میں محمد بھی ہوں، پس ان کے کلمہ پڑھنے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا کچھ اعتبار نہیں ہے کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ سے غلام احمد کی مراد اپنی ذات ہے، مرزا صاحب نے بہت سے اسماء کا مسمّٰی (۱) بدل دیا ہے اور بہت سے مسمّٰی کے مصادیق بدل دیئے غرض اسلامی لٹریچر بدل دیا۔

ضروریات دین کا منکر کافر ہے

امت کا اجماع ہے کہ اس آدمی کی تکفیر کی جائے گی جو آدمی اس حکم کا جو دین میں بالضرورہ معلوم ہے انکار کرے، اور اس کی رِدَّت (مرتد ہونے) کا حکم کیا جائے پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ دین قیم تام (۲) لائے ہیں کسی کو کوئی حق نہیں کہ آپ ﷺ پر استدراک کرے، اور آپ ﷺ کے دین کو آپ کے بعد کامل کرے۔ پس اسلام اور ایمان نسبی نام نہیں کہ اس کے ساتھ چمٹا رہے بلکہ تصدیق اور عمل کا نام ہے۔

---

(۱) نام رکھا گیا، پکارا گیا۔

(۲) قائم رہنے والا، ہمیشہ کے لئے۔

اِیْثَارُ الْحَقِّ عَلَى الْخَلْقِ لِلْمُحَقِّقِ الشَّهِيْرِ حَافِظْ مُحَمَّدٍ بْنِ اِبْرَاهِيْمِ اَلْوَزِيْرُ الْيَمَانِيُّ۔ (ص ۴۱۵)

یہ جان لو کہ اصل میں کفر جان بوجھ کر تکذیب کرنا ہے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے یا کسی کی اللہ تعالیٰ کے رسولوں سے۔ حاصل یہ ہے کہ جو کوئی کلمہ کفر کہے ھَازِلًا یا لَاعِبًا اس کی تکفیر کی جائے گی۔ (ردالمحتار عن البحر)

جیسا کہ خانیہ میں ہے اگر انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ نبوت کے وقت اور اس سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام کو معصوم نہیں جانتا اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ یہ رد نصوص ہے۔

جامع الفصولین ابن حزم کی کتاب الفصل قاضی عیاض کی شرح شفاء اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الصارم المسلول کے حوالے

جامع الفصولین میں ہے اگر کسی نے کلمہ شہادت علی وجہ العادت کہا تو اسے کچھ نفع نہ دے گا جب تک کہ جو کہا تھا اس سے نہ لوٹے کیونکہ کلمہ شہادت سے اس کا کفر رفع نہیں ہوتا۔

ابن حزم کی کتاب الفصل میں ہے جو چیز بالاجماع ثابت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ چیز کی تھی پھر کوئی اس کا انکار کرے بالاتفاق اسے کافر کہا جائے گا اور جو آدمی استہزاء(۱) کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے کسی فرشتے سے یا اس کے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی سے یا قرآن پاک کی کسی آیت سے پس وہ کافر ہے۔

قاضی عیاض کی شفا کی شرح جلد ۲ صفحہ ۳۹۳ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

اَجْمَعَ عَوَامُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

---

(۱) بے ادبی، مذاق (تمسخر)۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْتَلُ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَحْنُوْنَ۔ اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى اَنَّ شَاتِمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُتَنَقِّصُ لَهٗ كَافِرٌ، وَمَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ كَفَرَ۔

ترجمہ: ”اہلِ علم نے اجماع کیا ہے کہ جس نے حضور اکرم ﷺ کو گالی دی اس کو قتل کیا جائے گا محمد بن سحنون نے فرمایا علماء کرام نے اتفاق کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو گالی دینے والا اور حضور اکرم ﷺ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے اور جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہو گیا۔“

اگر کسی شخص نے کہا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آپ ﷺ بشر ہیں یا فرشتہ، یا جنات میں سے ہیں یا کہ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ عربی ہیں یا عجمی تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں، کیونکہ قرآن پاک کو اس نے جھٹلایا۔

اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصارم المسلول ص ۵۱۹ پر لکھا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ط (سورۃ التوبہ:٦٦)

ترجمہ: ”تم عذر مت پیش کرو کیونکہ تم کافر ہو گئے ایمان لانے کے بعد۔“

یہ نہیں فرمایا کہ تم:

اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ط (سورۃ التوبہ:٦٥)

کہنے میں جھوٹے ہو بلکہ ان کے خوض اور لعب پر ان کی تکفیر کی وہ ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔

قبر میں خاتم النبیین کے بارے میں سوال ہوگا

تاریخ ابن عساکر میں ہے تمیم داری کے ترجمے میں کہ قبر میں سوال ہوگا خاتم الانبیاء کے متعلق۔

قرآن پاک نے ان کا نام رکھا ملحدین اور حدیث پاک میں اس کو باطنیت سے پکارا اور علماء نے ان کو زندیق کہا۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا (سورۃ حٰم سجدہ: ۴۰)

ترجمہ: ”جو لوگ ہماری آیات میں الحاد کرتے ہیں وہ ہم سے مخفی نہیں ہیں۔“

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الخراج کا تذکرہ

امام ابو یوسف کتاب الخراج میں لکھتے ہیں:

وَ كَذَالِكَ الزَّنَادِقَةُ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ وَ قَدْ كَانُوْا لَا يُظْهِرُوْنَ الْاِسْلَامَ۔ (ج ا ص ۱۹۶)

ترجمہ: ”اس طرح زندیق وہ لوگ ہیں جو الحاد کرتے ہیں اور اسلام کو ظاہر کرتے ہیں۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

يَضَعُوْنَ الْكَلَامَ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِهٖ۔

(زاد المسیر لابن جوزی ج ۷ ص ۲۶۱)

ترجمہ: ”کلام کو بے محل استعمال کرتے ہیں۔“

مرزا غلام احمد نے انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین اس قدر کی ہے کہ جس کو سن کر جگر شق ہوتا ہے، خصوصاً حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اِس سے جو کسی کے کندھے پر رکھ کر بندوق چلانا ہو وہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی نے کئی

جگہ کسی اور کا نام لکھ دیا ہے۔ میرا ایک قصیدہ ہے اس میں شعر ہے:

تَفَكَّهَ فِيْ عِرْضِ النَّبِيِّيْنَ كَافِرٌ
عُتُلٍّ زَنِيْمٍ كَانَ حَقٌّ مُهَانٍ
يَلَذُّلَهُ بَسْطُ الْمَطَاعِنِ فِيْهِمْ
وَ يَجْعَلُ نَقْلاً عَنْ لِسَانِ فُلاَنٍ
فَشَأْنِيْ شَأْنُ الْاَنْبِيَاءِ مُكَفِّرٌ
وَ مَنْ شَكَّ قِيْلَ هٰذَا لِاَوَّلِ ثَانٍ

ترجمہ: ''وہ کافر انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین میں مزے لے رہا تھا وہ خود اجڈ ہے بدنام زمانہ حرام زادہ ہے اور یقیناً کمینہ ہے۔ ان کو لذت محسوس ہوتی ہے انبیاء کرام علیہم السلام کے اندر طعن پھیلانے میں۔ اور اس کو فلاں کی زبان سے نقل کرتے ہیں۔ میری شان یہ ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان کی وجہ سے کافر ہے اور جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ ایسا ہے کہ وہ اوّل کو دوسرا کہے۔''

جیسا کہ بہار دانش کی حکایت ہے وہ حکایت بازاری ہے جب اس کو معلوم ہوا وہ یہیں بیٹھا سن رہا ہے تو اس سارے قصے کو خواب بنا دیا۔

وَ هٰذَا كَمَنْ وَافِي عَدُوًّا يَسُبُّهُ
يَجْمَعُ اَشَدَّ السَّبِّ مِنْ شَنَانٍ
فَصَيَّرَهُ رُؤْيًا وَ قَالَ بِاٰخِرٍ
اِذَا انْفَتَحَتْ عَيْنِيْ مِنَ الْخَفَقَانٍ

ترجمہ: ''اور ایسا ہے جو اپنے دشمن کی برائی بیان کر رہا تھا۔

> بغض کی وجہ سے بعض سخت گالیاں جمع کی ہیں تو پھر اس کو خواب ظاہر کیا کہ یہ تو میں نے خواب دیکھا تھا جب میری آنکھیں خفقان (گھبراہٹ) سے کھل گئیں۔“

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان قادیانیوں کے خلاف ہو رہا تھا تو آپ نے دورانِ تقریر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ مرزا صاحب نے انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کی ہے جو صراحتاً کفر ہے۔ والعیاذ باللہ

اس پر قادیانیوں کے نمائندے نے کہا کہ آپ کے شیخ حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد کی وفات پر کہا تھا کہ

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

اس شعر میں مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ نے صریح توہین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کی ہے، پھر آپ ان کو کافر کیوں نہیں کہتے۔ یہ سن کر مولانا مرتضیٰ حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حضرت کا شعر نہیں ہے، حضرت شاہ صاحب نے جواب دیا کہ شعر تو حضرت مولانا کا ہے۔ جج صاحب لکھو میں جواب دیتا ہوں، حضرت مولانا اس شعر میں اپنے شیخ کے لئے داد مانگ رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں اور میرے شیخ کے کارنامے کو ملاحظہ فرمائیں اور داد دیں جیسے چھوٹے بڑوں سے داد مانگا کرتے ہیں۔ چونکہ آپ تشریف لانے والے ہیں، اسی واسطے آپ ہی سے داد بھی لینا ہے۔

ضروریاتِ دین میں فقط استتابہ (۱) ہے، فتح الباری میں ہے کہ حدیث معاذ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

أَيُّمَا رَجُلٍ ارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ فَادْعُهُ وَإِنْ عَادَ وَإِلَّا

---

(۱) پلٹ آنا، توبہ طلب کرنا۔

فَاضْرِبْ عُنُقَهٗ۔ (ابن حبان ج ۲۰ ص ۵۳)

ترجمہ: ”جو بھی آدمی مرتد ہوجائے اسلام سے ان کو اسلام کی طرف دوبارہ دعوت دیجئے اگر اسلام کی طرف لوٹ کر آیا تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو قتل کر دیجئے۔“

تکفیرِ روافض میں اختلاف ہے، راجح تکفیر ہے

روافض کے اکفار میں اختلاف ہے علامہ ابن عابدین شامی عدم تکفیر کی طرف ہیں، اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ اکفار کرتے ہیں، ہمارے نزدیک بھی یہی صحیح ہے۔ اصل میں جو ابتلاء حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کو پیش آیا وہ علامہ شامی کو پیش نہیں آیا، مسئلہ کا اختلاف نہیں ابتلاء کا ہے۔ ویسے ہمارے نزدیک حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ علامہ شامی سے فقیہ ہیں اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کو بھی ہم نے شامی سے فقیہ النفس پایا۔

ایک دفعہ فرمایا یہ جو حدیث میں آیا ہے:

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۵۵)

ترجمہ: ”جس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا ایمان وثواب کی نیت سے ان کے پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔“

اس کی شرح کے وقت مسند احمد کی یہ روایت بھی پیش نظر رکھنی چاہئے:

مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ كُتِبَ لَهٗ عَشْرُ حَسَنَاتٍ اِذَا اَشْعَرَ بِهٖ قَلْبُهٗ وَحَرَصَ بِهٖ۔ (مسند احمد ج ۳۱ ص ۳۸۳)

ترجمہ: ”جس نے نیکی کا ارادہ کیا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں جب دل نے ان کا شعور اور احساس کیا اور اس کے

ثواب کا حرص کیا۔"

یہ اِشعارِ قلب اور حرص ثواب ہی میرے نزدیک احتساب ہے جو نفس نیت پر ایک امر زائد ہے، نیت پر بھی ثواب ملتا ہے اور احتساب پر ثواب مضاعف (۱) ہوجاتا ہے گویا احتساب نیت کا استحضار ہے، فرمایا:

اَوْ كَسَبَتْ فِیْۤ اِیْمَانِهَا خَیْرًا۔ (سورۃ الاعراف: ۱۵۸)

میں او بمعنی واؤ ہے، چنانچہ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد الساری میں یہی لکھا ہے اور ابوداؤد کی روایت میں تو وہی آیا ہے۔

معتزلہ کا ردّ

معتزلہ نے تقدیر عبارت اس طرح نکالی ہے:

لَا یَنْفَعُ اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ اٰمَنَتْ وَلَمْ تَكُنْ فِیْۤ اِیْمَانِهَا خَیْرًا۔

ترجمہ: "اس کو ایمان نفع نہ دے گا جس نے موت سے پہلے ایمان نہیں لایا ہو یا موت سے پہلے تو ایمان لایا لیکن اس ایمان میں کوئی نیک عمل اس نے نہیں کیا۔"

تاکہ مقابلہ صحیح ہوسکے، اس کا جواب کلیات میں ابی البقاء نے بھی دیا ہے، ابن حاجب نے بھی جواب دیا ہے اور حاشیہ کشاف میں علامہ طیبی اور ناصر الدین نے ذکر کیا ہے اور ابن ہشام نے مغنی میں بھی ذکر کیا ہے۔ میرے نزدیک یہاں "او" دو چیزوں میں منافات (۲) کے لئے نہیں ہے بلکہ مقصد ایمان اور کسب خیر دونوں کی نفی ہے۔

---

(۱) دُگنا۔

(۲) ایک دوسرے کی ضد، نفی، مخالفت۔

کفار کے اعمال بھی دنیا میں مفید ہو سکتے ہیں

فرمایا حضرت حکیم بن حزام ؓ سے مسلم شریف میں مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اسلام سے پہلے جو طاعات میں نے کی ہیں ان سے کچھ فائدہ بھی ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا:

اَسْلَمْتَ عَلٰی مَا اَسْلَفْتَ مِنْ خَیْرٍ۔ (مسلم ج ۱ ص ۷۹)

تم اپنے سابق اعمال خیر کے ساتھ تو مسلمان ہوئے، یعنی اسلام کی برکت سے تمہارے وہ اعمال خیر بھی قائم رہے اور اس وقت کی طاعات بھی نیکیاں بن گئیں۔

فرمایا مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ کفار کی طاعات وقربات ضرور نفع پہنچاتی ہیں کیونکہ ان میں نیت اور معرفت خداوندی ضروری نہیں۔ طاعات و قربات سے مراد صلہ رحمی، تحمل، بردباری، غلام آزاد کرنا، صدقہ، رحم وکرم، جواں مردی، بخش دینا، عدل وانصاف ہیں۔

حضرت شاہ صاحب ؒ نے فرمایا کہ کفار کے اعمال خیر بغیر اسلام کے نجات اُخروی کا سبب نہیں بن سکتے۔ نہ وہاں کے ثواب ونعمت کا مستحق بنائیں گے۔ البتہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہیں گے تخفیف (۱) عذاب کا سبب بن سکیں گے، اسی لئے علماء نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ عادل کافر کے عذاب میں بہ نسبت کافر ظالم کے تخفیف ہوگی۔ چنانچہ ابو طالب نے جو خدمات انجام دی تھیں ان کا فائدہ صراحتًا احادیث میں مذکور ہے۔

فرمایا یہ جو حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَحْسَنَ

---

(۱) کمی

اَحَدُکُمْ اِسْلَامَهٗ فَکُلُّ حَسَنَةٍ یَعْمَلُهَا تُکْتَبُ لَهٗ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِمَائَةِ ضِعْفٍ وَ کُلُّ سَیِّئَةٍ یَعْمَلُهَا تُکْتَبُ لَهٗ بِمِثْلِهَا۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۱)

ترجمہ: ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی دل سے اسلام لے کر آئے تو ہر نیکی جو وہ کرتا ہے وہ دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا کر لکھی جائے گی اور ہر وہ برائی جو وہ کرتا ہے اسی کی مثل لکھی جائے گی۔“

میرے نزدیک احسان اسلام یہ ہے کہ دل سے اسلام لائے اور زمانہ کفر کے تمام برے اعمال سے توبہ کرے، اور اسلام کے بعد ان سے بچنے کا عزمِ مصمّم(۱) کرے۔ ایسے شخص کے تمام گناہ بخشے جائیں گے۔

اور اساءۃ اسلام(۲) یہ ہے کہ اسلام لائے مگر زمانہ کفر کے تمام معاصی سے توبہ نہ کرے اور ان کا ارتکاب برابر کرتا رہے، ایسا شخص اگرچہ اسلام میں داخل ہوگیا اس سے تمام اگلے پچھلے معاصی کا مواخذہ ہوگا، پس جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ اسلام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اس سے مراد وہی صورت ہے کہ گناہوں سے توبہ بھی شامل ہو۔

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَا یَعْنِیْهِ۔

(ترمذی، حدیث ۲۳۱۷)

ترجمہ: ”آدمی کے اسلام کا حسن اس میں ہے کہ وہ بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے۔“

☆☆☆☆

---

(۱) پکا (مضبوط) ارادہ۔

(۲) زوال، کمی۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الطاف کریمانہ

ایک دفعہ غالباً ۱۳۴۸ھ بیرون کا موسم تھا، اور احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ) دیوبند حاضر ہوا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ڈابھیل سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت صحن میں چارپائی پر تشریف فرما تھے، مولانا مشیت اللہ بجنوری رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے مہمان بیٹھے تھے۔ کمال مہربانی فرمائی، ہمیں دیکھتے ہی چارپائی سے اٹھ کر ننگے ہی پاؤں ہماری طرف تشریف لائے اور مصافحہ فرمایا، پھر مولانا مشیت اللہ بجنوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف فرما ہوئے اور ان کو بیر کا چھلکا اتار کر عنایت فرما رہے تھے، ایک طبق ہماری طرف بھی رکھ دیا اور ایک طالب علم کو فرمایا کہ ان کو چھیل کر کھلاؤ اور دوسرے طالب علم کو جیب مبارک سے ایک روپیہ نکال کر دیا اور فرمایا کہ بکری کا عمدہ گوشت بازار سے لاؤ پھر گھر کے اندر تشریف لے گئے۔

مولانا محفوظ علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ گھر میں حضرت فرما رہے تھے کہ بہت معزز مہمان آئے ہیں کھانا عمدہ پکائیو، پھر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ دو ٹوکرے باقر خانیوں کے لے آئے اتنی تکلیف کیوں اٹھائی، اگر کوئی شے لانا ہی ہو تو یسیر (۱) سی چیز لے آیا کرو، میرے ہاں محبت میں کوئی فرق نہیں پڑتا، بہت تھوڑی چیز لانا چاہیے۔

”فصل الخطاب“ کا تذکرہ اور جواب

پھر فصل الخطاب کے متعلق میں نے تذکرہ شروع کر دیا کہ ایک صاحب نے اس کا جواب لکھا ہے بڑی ہی تَعَلّی (۲) دکھائی ہے۔ فرمایا جب عناد (۳) پر کوئی

---

(۱) کم مقدار، تھوڑی۔

(۲) برتری۔

(۳) مخالفت۔

اتر آئے تو اس کا کیا علاج ہے۔ عصر کے وقت مولانا مشیت اللہ رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے ہم سب نماز کے لئے قریب والی مسجد میں چلے گئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود امامت کرائی اسی طرح سب نمازوں میں خود ہی امام بنے، اللہ تعالیٰ نے حضرت کی اقتداء میں کئی نمازیں نصیب کر دیں۔

دوسرے دن بعد نماز فجر ہی ہمیں بلایا، اور بڑی شفقت فرمائی، میں نے بعض عبارت فصل الخطاب کا مطلب پوچھا نہایت خندہ پیشانی سے مسکراتے ہوئے جواب عنایت فرماتے رہے، اس پر بڑے خوش ہوئے کہ اس کو کتاب پر نظر ہے۔ پھر فرمایا آپ ذرا لیٹ جائیے یہ کمبل ہیں ان کو نیچے بچھا لیجئے، خود اپنے دست مبارک سے عنایت فرمائے ہم نے متبرک سمجھ کر تکیہ کے نیچے رکھ لئے پھر دوپہر کو کھانا پر تکلف بھیجا، مولانا محفوظ علی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد ادریس سکروڈوی رحمۃ اللہ علیہ اور کئی ایک مہمانوں نے مل کر کھانا کھایا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیعت فرما کر ذکر چشتیہ تلقین فرمانا

پھر بعد ظہر میں نے عرض کیا کہ ساتھی کو بیعت فرمالیں نہایت شفقت سے قبول فرمالیا، اور دوازدہ (بارہ تسبیح) چشتیہ کا ذکر تلقین فرمایا۔

بچوں کے لئے تعویذ

پھر احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ) نے دو تعویذوں کے لئے عرض کیا کہ نظر کا تعویذ ایک میرے بچے کے لئے اور ان کے بچے کے لئے درکار ہے۔ فرمایا میری تو دوات تعویذ کے قابل نہیں رہی۔ خشک سیاہی پانی ڈالنے سے پھیکی ہو جائے گی اور پرانی بودار اس سے تعویذ نہیں لکھنا چاہیے، عرض کیا کہ تعویذ تو حضرت سے لکھوانا ہے پھر دوات میں سیاہی نئی ڈلوائی اور تعویذات لکھ کر ہمارے حوالے کئے فرماتے تھے خود ہی لکھ لینا:

أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَ هَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ۔ (بخاری، حدیث: ۳۳۷۱)

ترجمہ: ”میں پناہ پکڑتا ہوں اللہ تعالیٰ کی مکمل کلمات کے ساتھ ہر شیطان سرکش اور نظر ڈالنے والی آنکھ سے۔“

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس پر یہ الفاظ بھی زیادہ کرے: حَصَّنْتُكَ بِحِصْنِ أَلْفِ أَلْفٍ۔

ترجمہ: ”میں نے آپ کو ہزار ہزار قلعوں میں محفوظ کیا۔“

احقر نے عرض کیا کہ حضرت ہی تحریر فرمادیں پھر بڑی عنایت ہوئی۔

جب شام کی گاڑی سے ہم واپس ہونے لگے تو فرمانے لگے اگر کوئی اور گنجائش ہو تو اور ٹھہر جاؤ، احقر نے عرض کیا کل کو رخصت لے لیں گے، پھر اگلے دن صبح کو مجلس ہوئی، جب رخصت ہونے لگے تو فرمایا کہ آپ کی مہمانی کا تفقد(۱) نہیں ہوسکا۔ کچھ خیال نہ کرنا میں بھی علیل ہوں مجھے بہت رقت ہوئی کہ اتنی شفقت پر بھی یہ عذر۔

مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ذکر خیر

مہتمم مدرسہ عربی خیر المدارس کے تاثرات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ نے فرمایا کہ میں بحر علم وعمل، قدوۃ المحدثین زبدۃ المدققین حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ صاحب قدس سرہ کے متعلق کچھ یادداشت قلم بند کروں، مگر آپ کو معلوم ہے کہ بیماری کی وجہ سے میرا حافظہ باقی نہیں رہا۔ صرف ایک دو باتیں بالمعنی عرض کرتا ہوں۔ (وَهِيَ هٰذَا)

---

(۱) اہتمام۔

جب کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ دارالعلوم دیوبند میں تھے اس وقت میں تھانہ بھون گیا ہوا تھا، وہاں سے فارغ ہوکر دیوبند آیا اور حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا، حضرت شاہ صاحب قدس سرہ اس وقت اوپر والے کمرے میں تھے۔ جو دارالتفسیر کی قریب ہے اتفاق سے اکیلے تھے میں ملا اور مؤدبانہ ملاقات کے بعد بہت سی باتیں ہوئیں، بعد میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے اپنی کتاب فصل الخطاب دی اور فرمایا کہ اس کو دیکھنا، پھر فرمایا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں نے یہ کتاب طلباء کو مفت دی مگر بعض طلباء نے بازار میں چار آنہ میں بیچ دی، مفت کی یہ قدر کی۔ پھر فرمایا کہ میرے دل میں مضامین اُبلتے اور جوش مارتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ان کو بذریعہ تحریر ظاہر کروں مگر افسوس کہ میں تحریر میں کوتاہ قلم ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ دوسرا آدمی قابل تیز قلم ہر وقت میرے پاس رہے جب وہ مضامین جوش ماریں تو میں لکھوا دیا کروں، افسوس کہ ایسا آدمی نہیں ملتا، جو ملتا ہے وہ قابل نہیں ہوتا، اور جو قابل ہوتا ہے فراغت نہیں نکالتا۔

جب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ڈابھیل چلے گئے اس کے بعد ایک وقت دیوبند آئے ہوئے تھے۔ غالباً رمضان المبارک میں یا عیدالاضحیٰ کے بعد بندہ مع چند رفقاء تھانہ بھون گیا ہوا تھا۔ وہاں سے فارغ ہوکر ہم سب دیوبند آئے، غالباً مولانا محمد رمضان رحمہ اللہ اور مولانا عبداللہ رائے پوری رحمہ اللہ وغیرہ بھی ساتھ تھے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی زیارت کے لئے گھر پر حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو مرض کی وجہ سے کچھ ضعف ہو رہا تھا مگر شفقت بزرگانہ سے ساتھ بیٹھے اور افادیت سے متمتع (۱) کیا۔

---

(۱) مستفید۔ فائدہ پہنچایا۔

مُغنی ابن قُدامہ مطبوعہ اور مخطوطہ میں فرق ہے

میں نے ایک عبارت مغنی ابن قدامہ کی پوچھی فرمایا وہ ابن قدامہ کی مغنی جو مطبوعہ ہے وہ غلط ہے۔ صحیح نسخہ مکہ مکرمہ کے کتب خانہ میں ہے میں جب عرب گیا تھا تو مکہ مکرمہ میں اس کا مطالعہ کیا تھا اس مسئلہ کے متعلق عبارت نقل کرلی تھی، چنانچہ باوجود ضعف کے اٹھے اور اندر سے دو تین ورق لائے اور عبارت پڑھی میں نے وہ عبارت نقل کی (افسوس کہ وہ عبارت 1947ء کے انقلاب میں جالندھر کے کتب خانہ میں رہ گئی)۔

میں اس وقت اپنا رسالہ ''خیر الکلام فی ترک الفاتحہ خلف الامام'' لکھ رہا تھا چنانچہ اس کے اٹھائیس صفحے تیار ہوئے تھے، میں نے پہلے تھانہ بھون میں حضرت حکیم الامت مرشدی ومولائی حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب قدس اسرارہم کو سنائے حضرت والا نے میری حوصلہ افزائی کے لئے دس روپے بطور انعام دیئے۔ یعنی اس رسالہ کے دو چار ورق سنائے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے بھی پسند فرمائے تو میں نے سوال کیا کہ آپ نے غیر مقلد کا رسالہ ''الکتاب المستطاب'' دیکھا یا نہیں؟ فرمایا کہ میں جہلاء حمقاء کی کتابیں نہیں دیکھا کرتا، میں نے عرض کیا کہ میں اس واسطے پوچھتا ہوں کہ میں آج کل اس کا جواب لکھ رہا ہوں، اور اس میں بعض باتیں قابل استفسار ہوتی ہیں۔

فرمایا جو بات قابل استفسار ہوا کرے تو اس کو آپ اپنی طرف نسبت کیا کریں، میں جواب دوں گا، اگر کسی شخص کی طرف نسبت ہوئی تو میں جواب نہیں دوں گا۔

پھر میں نے عرض کیا کہ مجھے سند حدیث دیجئے اور اطراف کتب حدیث سن لیجئے، فرمایا کہ میں آپ کو بلا سنے سند دیتا ہوں، اور اجازت (حدیث) دیتا

ہوں میرا آپ پر اعتماد ہے اگر سند مطبوعہ میرے پاس ہوتی تو آپ کو اس وقت دے دیتا جب میں ڈابھیل پہنچوں تو مجھے یاد دلانا میں مطبوعہ سند بھیج دوں گا۔

بندہ خیر محمد

مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان

(۲۸ جمادی الاخری ۱۳۸۳ھ)

☆☆☆☆

فلپائن کے شیخ الاسلام کا حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے متاثر ہونا

۱۳۳۲ھ میں شیخ الاسلام فلپائن دیوبند تشریف لائے ان کی آمد پر جلسہ ہوا حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے بھی شرکت فرمائی۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے طلباء اور اساتذہ کے مجمع میں جو تقریر فرمائی وہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمہ اللہ نائب مہتمم دار العلوم دیوبند کی زبانی سنئے، آپ ماہنامہ ''القاسم'' ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ اور محرم ۱۳۳۲ھ میں فرماتے ہیں:

اس کے بعد جناب مولانا سید محمد انور شاہ رحمہ اللہ مدرس دار العلوم دیوبند نے نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں برجستہ تقریر فرمائی۔ مولانا موصوف کے فضل و کمال علمی اور فصاحت و بلاغت سے اکثر حضرات واقف ہیں، مولانا کی تقریر ایک جانب اگر باعتبار زباندانی اور فصاحت روانی کے بے مثل تھی تو دوسری جانب ایسے مضامین اور حقائق اصول دین و نکات علم کلام وحدیث پر حاوی تھی جو کم کسی نے سنی ہوگی، حضرت شیخ الاسلام موصوف بھی آپ کی تقریر و مضامین پر محو حیرت تھے، نہایت غور کے ساتھ ہمہ تن گوش بنے ہوئے متوجہ تھے اور استحسان و تسلیم کے ساتھ گردن ہلاتے تھے، مولانا نے جو مضامین بیان فرمائے، وہ حقیقت میں ایسے تھے کہ دوسرا شخص گو کتنا ہی وسیع النظر اور قادر علی الکلام ہو متعدد مجالس میں بھی ادا نہ

کر سکتا تھا، مگر آپ کا دوسرا کمال یہ تھا کہ ان ہی مضامین دقیقہ(۱) کو نہایت جامع اور مختصر الفاظ میں بہت تھوڑے سے وقت کے اندر اس طرح بیان کر دیا کہ نہ فہم مضامین میں خلل واقع ہوا نہ کوئی ضروری بات فروگزاشت(۲) ہوئی نہ بے ضرورت زائد از حاجت ایک جملہ زبان سے نکلا۔ اس میں بھی ذرا شک نہیں کہ اگر ہفتوں سوچ کر اور عبارت کو مہذب و منقح بنا کر کوئی شخص لکھتا اور یاد کر کے سناتا تو ایسی سلاست و روانی کے ساتھ نہ پڑھتا اور ایسی واضح و برجستہ تقریر نہ کر سکتا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

(شیخ الاسلام فلپائن نے جوابی تقریر میں یہ بھی فرمایا) اور ابھی مجھ کو استاذ جلیل (مولانا سید محمد انور شاہ رحمہ اللہ) نے اس مدرسہ کے مؤسس اور بانی کے اصول دربارۂ اشاعت علوم تائید دین سمجھائے ہیں تو مجھ کو معلوم ہو گیا کہ اس جگہ اہل سنت والجماعت کے مسلک کی تعلیم دی جاتی ہے، اور یہی طریقہ میرے نزدیک اہل سنت والجماعت کا ہے جو رسول کریم ﷺ کے طریقے کے متبع ہیں اور طریقہ سنت کی تائید اور مبتدعین کا رد بھی عین سنت او فرائض علماء میں داخل ہے۔

اور آخر میں قسم کھا کر فرمایا آج استاذ جلیل (مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ) کے ذریعے سے حقائق اور معارف علوم دین کے ایسے بے بہا موتی میرے کان میں پڑے جو آج تک کبھی نہ سنے تھے اور یہ مجلس ہمیشہ یاد رہی گی۔

فصاحت و بلاغت کے نمونے

☆...... ایک دفعہ لاہور آسٹریلیا مسجد حوض کی چھت پر چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ احقر نے دریافت کیا کہ کیا لما ظرفیہ کا صلہ فاء بھی آتا ہے؟ فوراً

---

(۱) مشکل، باریک۔

(۲) بھولنا۔

فرمایا کہ شرح الفیہ میں اُشمونیؒ نے لکھا ہے کہ جائز ہے۔ اور استدلال میں آیت پیش کی:

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ط (سورۃ لقمان: ۳۲)

ترجمہ: ''پھر جب ان کو خشکی کی طرف نجات دی تو کوئی ان میں ہوتا ہے بیچ کی چال پر۔''

اور بھی بلغاء کے ہاں یہ استعمال ہوا ہے، پھر احقر نے تلاش کیا تو مختصر المعانی ص ۴ میں ہے:

ثُمَّ لَمَّا وُفِّقْتُ بِعَوْنِ اللّٰهِ وَتَائِيْدِهٖ لِلْاِتْمَامِ اِلخ فَجَاءَ بِحَمْدِ اللّٰهِ كَمَا يَرُوْقُ النَّوَاظِرُ۔

ترجمہ: ''پھر اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید سے مجھے اتمام کی توفیق دی گئی۔''

نیز تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۹۳ مصری اور ملا عصام نے اس پر بحث نفیس کی اور اس کا جواز ثابت کیا ہے۔

احقر نے عرض کیا کہ ایک غیر مقلد نے لکھا ہے کہ ذو کی اضافت مضمر کی طرف جائز نہیں ہے۔ فوراً فرمایا کہ مسلم شریف کے خطبہ ہی میں ہے:

مِثْلُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَذَوِيْهِمَا۔

ترجمہ: ''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرح۔''

ص ۲۳ مسلم میں آخری سطر، میں نے جستجو کی تو بہت سی کتابوں میں یہ مل گیا۔

مختصر المعانی ص ۱۸ مطبوعہ مجتبائی دہلی:

لَسَلَّمَ مِنَ الْفَصْلِ بَيْنَ الْحَالِ وَذِيْهَا بِالْاَجْنَبِيِّ ۔

جَادَلْتُمْ خَاصَمْتُمْ عَنْهُمْ عَنْ طُعْمَةٍ وَذَوِيْهِ۔

(جلالین ص ۸۶ مطبوعہ نور محمد)

ترجمہ: ”تو وہ بچ گئے فصل سے حال اور ذی الحال کے درمیان اجنبی سے۔“

مقامات حریری ص ۱۰۱ میں ہے:

فَجَاءَتْ بِابْنٍ يُسِرُّ ذَوِيْهِ (وَغَيْرَهُ مِنَ الْكُتُبِ)۔

ایک صاحب نے اجتماع کا صلہ مع آنا ناجائز لکھا ہے اور درۃ الغواص کا حوالہ دیا ہے، حالانکہ جوہری نے اس کا رد کیا ہے اور صحاح جوہری میں ہے:

جَامَعَهُ عَلٰى كَذَا أَيْ اِجْتَمَعَ مَعَهُ۔

مسلم شریف میں بھی ص ۵۲ پر فرماتے ہیں:

وَلَمْ يَذْكُرْ قُدُوْمَ ابْنِ الْمَسْعُوْدِ وَاِجْتِمَاعَ ابْنِ عُمَرَ مَعَهُ۔

ترجمہ: ”ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے آنے کا ذکر نہیں کیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمع ہونے کا ذکر بھی نہیں کیا۔“

اور ابن عقیل شرح الفیہ مصری ص ۸۴ میں ہے:

أَنْ يَقَعَ ظَرْفًا لَمَّا اجْتَمَعَ مَعَهُ۔

شرح ملا جامی ص ۵۶ میں ہے:

لَا يَجْتَمِعُ مَعَ اللَّامِ وَالْإِضَافَةِ۔

تذکرہ الحفاظ ج ۳ ص ۱۸۴ میں ہے:

رَأَيْتُ يَوْمًا اِجْتَمَعَ مَعَ الدَّارِ قُطْنِيْ۔

ترجمہ: ”میں نے ایک دن دیکھا وہ دار قطنی کے ساتھ جمع ہوا تھا۔“

تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۲۹ میں ہے:

اِجْتَمَعَ مَعَهٗ۔

اور ص ۴۰۸ میں ہے:

اَنْ يَجْتَمِعَا مَعَ الْاَوْلَادِ اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْعِبَارَاتِ۔

ابن سینا اور مسئلہ روح

☆...... فرمایا کہ ابن سینا نے روح کی تحقیق پر ایک قصیدہ لکھا اور اپنی حیرت کا اظہار کیا، پھر روح ہی کی تحقیق پر حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک قصیدہ لکھا جو بلیغ بھی اور تحقیقی بھی ہے۔ فرمایا کہ شاہ صاحب جب روحانی آدمی تھے اس میں عَلَمْ کو مضاف استعمال کیا ہے۔ اس پر اعتراض ہوا کہ علم کو مضاف تو استعمال نہیں کیا جاتا، یہ محاورہ عرب کے خلاف ہے، پھر یہ معاملہ صاحب نفحۃ الیمن تک پہنچا تو اس نے کہا علم کو مضاف وہی استعمال کرسکتا ہے جو لغات عرب پر عبور تام رکھتا ہو، یہ کوئی بڑا ادیب ہے جس کا یہ کلام ہے تو اعتراض کرنے والوں کو تسلی ہوئی۔

فصل الخطاب کی عبارت کا مطلب

☆...... احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ) ۱۳۴۹ھ / مارچ 1930ء دیوبند حاضر ہوا اس وقت حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مولانا محمد ادریس سیکروڈوی رحمۃ اللہ علیہ بھی حاضر تھے، میں نے ان سے پوچھا کہ فصل الخطاب کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟ مگر مولانا حل نہ کرسکے، پھر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اذکار و اوراد سے فارغ ہو کر ہمیں اندر بلالیا، میں نے پھر وہی عبارت پیش کی۔ فرمایا:

فَلَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ۔

میں کلمہ استثناء کے بعد تعیین فاتحہ کرنا شارع کو منظور ہے، یہ نہیں کہ تعمیم

فاعل بیان کرنا مقصود ہے پس لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا بِاُمِّ الْقُرْآنِ میں ناظرین پر مُلتبس⁽¹⁾ ہوگیا کہ اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا جو کلمہ اُمُّ الْقُرْآنِ سے قبل مقدر ہے اس کی ضمیر جمع مذکر جو واؤ ہے اس کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے، حالانکہ مقصود اُم القرآن کی تعیین ہے گویا یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ فاتحہ مقتدی سے بطور لزوم پڑھانا مقصود نہیں، اگر کوئی پڑھے تو اباحت مرجوحہ موجود ہے۔

فصل الخطاب ص ٦٧ کی اصل عبارت یہ ہے:

وَ يَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ لَفْظُ مُحَمَّدِ ابنِ اِسْحَاق مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰى آخِرِهٖ مَسْئَلَةُ وُجُوْبِ الْفَاتِحَةِ فِي الصَّلَاةِ قَصْدًا مَعَ الْاِبَاحَةِ لِلْمُقْتَدِيْ تَبْعًا. وَ لَيْسَ التَّعْلِيْلُ لِعُمُوْمِ الْفَاعِلِ وَ هُوَ الضَّمِيْرُ فِيْ اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا الْمُقَدَّرُ بَلْ لِتَعْيِيْنِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ اِيَّاهَا وَ هُوَ قَوْلُهٗ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْآنِ، وَ هُمَا اَمْرَانِ. فَالْمَطْلُوْبُ ذَاتُ الْفَاتِحَةِ وَ وُجُوْدُهَا عَلٰى شَاكِلَةِ فَرْضِ الْكِفَايَةِ لَا عَمَلَ كُلِّ وَاحِدٍ لُزُوْمًا. فَاِنْ فَعَلَ مَنْ شَآءَ مِنْهُمْ فَهُوَ فِيْ حَدِّ الْاِبَاحَةِ الْمَرْجُوْحَةِ. وَالْتَبَسَ عَلَى النَّاظِرِيْنَ تَعْيِيْنَ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ بِتَعْمِيْمِ الْفَاعِلِ لُزُوْمًا۔

ترجمہ: ”یہ احتمال ہے کہ محمد ابن اسحاق کا کلام اول سے آخر تک نماز میں وجوب فاتحہ کا مسئلہ ہے قصداً اور مقتدی کے لئے اباحت تبعاً ہے اور یہ عموم فاعل کے لئے تعلیل نہیں ہے بلکہ تعیین مفعول بہ کے لئے تعلیل ہے اور وہ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْآنِ ہے اور یہ دونوں مختلف امر ہیں تو مطلوب فاتحہ کی ذات ہے۔

---

(1) مشتبہ۔ مبہم۔

فرض کفایہ کے طور پر نہ یہ کہ ہر آدمی پر لزوماً واجب ہو۔ پس جس نے چاہا پڑھ لیا تو اباحت ہے لیکن یہ بھی مرجوح ہے ناظرین پر تعیین مفعول بہ وہ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْآنِ ہے اس کا التباس تعیم فاعل اِیْ اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا ہے۔"

غرض حضرت شاہ صاحب کے تقریر فرمانے کے بعد بندہ کا تو شرح صدر ہو گیا اور بات سمجھ میں آ گئی۔

ادھر ایک صاحب نے اعتراض کیا وہ جلدی میں سمجھنے سے قاصر رہے کہ شاہ صاحب لفظ اَنْ تَفْعَلُوْا جو اِلَّا کے بعد مقدر ہے اس سے بحث کر رہے ہیں تقدیر عبارت یوں ہے:

لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَاِنَّهٗ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا۔

چنانچہ حدیث مرفوع میں اسی طرح ارشاد ہے:

قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا اَنْ يَقْرَأَ اَحَدُكُمْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِيْ نَفْسِهٖ۔

یہ صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ معلوم نہیں کہ لَا تَفْعَلُوْا میں ضمیر مقدر ہے یا بارز۔ دیکھئے غور نہ کرنے سے مطلب کیا سے کیا بن گیا۔ کسی نے خوب کہا ہے:

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

ترجمہ: "جب آپ اہل دل کی باتیں سنو تو یہ مت کہو کہ یہ غلط ہے
آپ باتوں کو جاننے والے نہیں، اے دلبر خطا یہاں ہے۔"

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

وَھُوَ الضَّمِیْرُ فِیْ لَا تَفْعَلُوْا الْبَارِزُ۔

حضرت شاہ صاحب فرما رہے ہیں:

ھُوَ الضَّمِیْرُ فِیْ اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا الْمُقَدَّرُ۔

اول تو جناب نے لفظ ہی بدل دیا، اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا کی جگہ لَا تَفْعَلُوْا نہی کا صیغہ لکھ مارا، پھر یہ بھی خیال نہ فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب نے مقدر ضمیر کو نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ اَنْ تَفْعَلُوْا جو کہ مقدر ہے اس کی ضمیر جمع مذکر واؤ کی تعمیم مقصود نہیں، چنانچہ اس سے صریح عبارت فصل الخطاب ص ۶۸ میں یہ ہے:

اَیْ اَنَّ قَوْلَهٗ: فَاِنَّهٗ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِهَا لَیْس تَعْلِیْلًا
لِعُمُوْمِ الْفَاعِلِ فِیْ اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا بَلْ لِتَعْیِیْنِ اَنَّ الْمَقْرُوْءَ
اِنْ کَانَ فَهُوَ الْفَاتِحَةُ لَا غَیْرُهَا وَهُوَ الْمُنَاسِبُ، انتہی۔

اب ناظرین غور فرما سکتے ہیں کہ معترض کو عبارت سمجھنے کا سلیقہ نہیں...... نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا ...... اسی طرح اور بھی کچھ اعتراضات کئے جس کے تحقیقی جوابات ہم نے دوسری جگہ دیئے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا درس اور ظرافتیں

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے درس میں بعض اوقات ظرافت کی باتیں بھی ہو جاتی تھیں۔

☆...... ایک دفعہ فرمایا کہ ایک مغفل کھجور کے درخت پر چڑھ کر کھجوریں توڑنے لگا جب اترنے لگا تو طریقہ بھول گیا، ایک اور مغفل بھی آ گیا اس نے رسہ طویل نیچے سے اس کی طرف پھینکا کہ اس کو اپنے بدن کے ساتھ باندھ لے میں تجھے نیچے کھینچ لوں گا، نیچے کھینچا تو بیچارہ گر کر مر گیا، لوگوں نے اس کو پکڑا کہ یہ تو نے

کیا کیا بے چارے کی جان بھی گئی، جواب دیا کہ میں نے ایک دفعہ ایک شخص کو کنوئیں سے اسی طریقہ سے اوپر کھینچ لیا تھا اسی پر قیاس کر کے میں نے سمجھا۔

چہ دہ گز بہ بالا چہ دہ گز بزیر

ترجمہ: ’’کیا دس گز اوپر کیا دس گز نیچے۔‘‘

ابن جریر طبری ؒ کا تذکرہ

☆……فرمایا حضرت علامہ ابن جریر طبری ؒ درس حدیث دے رہے تھے کوئی رئیس آیا اور حضرت کی خدمت میں اشرفیوں کی تھیلی پیش کی اور رکھ کر جانے لگا ابن جریر ؒ نے اٹھا کر تھیلی کو پھینک دیا، تھیلی پھٹ کر دینار ادھر ادھر بکھر گئے اور رئیس ان کے پیچھے دوڑنے لگا اور جمع کرنے لگا حضرت ابن جریر ؒ فرمانے لگے جب تو نے یہ اشرفیاں مجھے دے دی تھیں تو اب تم کس لئے جمع کرتے ہو؟ اب تو تمہاری ملک رہی نہیں سچ ہے دنیا کی حرص بری چیز ہے۔

☆……فرمایا ایک دفعہ میں اور مولانا اصغر حسین ؒ مدرسہ دیوبند کے لئے چندہ کی غرض سے سورت گئے، میزبان نے کچھ کھانا لاکر رکھا، ہم کھانے لگے میں نے خیال کیا کہ اور تو شاید آئے گا نہیں اسی میں گزارہ کرلیا، تھوڑی دیر میں اور کھانا بھی لے آئے، مولانا اصغر حسین صاحب فرمانے لگے کہ تو کیوں نہیں کھاتا؟ میں نے کہا مجھے تو یاس کلّی (۱) ہو چکی تھی اب کھانا اور نہیں آئے گا، لہٰذا میں نے اسی میں گزارہ کرلیا اس ’’یاس کلّی‘‘ پر بہت مسکراتے تھے۔

حدیث ’’انما الاعمال‘‘ کی عجیب وغریب تشریح

☆……اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِیءٍ مَّا نَوٰی، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى

---

(۱) مکمل مایوسی

دُنْیَا یُصِیْبُهَا اَوِامْرَأَةٍ یَنْکِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَیْهِ۔ (بخاری ج ۱ ص ۲)

ترجمہ: ’’یقیناً اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے پس جس نے
ہجرت کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف پس
اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف
ہے اور جس نے ہجرت کی دنیا کے لئے کہ وہ اسے مل جائے
یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے تو اس کی ہجرت اسی کیلئے
ہوگی جس کے لئے اس نے ہجرت کی۔‘‘

فرمایا یہاں تین چیزیں ہیں: (۱) عمل، (۲) نیت، (۳) غایت۔ پہلی کی طرف اشارہ فرمایا...... فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ...... یعنی عمل کی طرف اشارہ کردیا، اور ثانی کی طرف اشارہ فرمادیا...... اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ...... پس الی اللہ یہ نیت ہے۔ تیسری چیز کی طرف اشارہ فرمادیا...... فَهِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ...... پس وہ غایت ہے ایسا ہی جملہ ثانیہ میں ہے۔

لفظ مسیح کی تشریح

☆...... فرمایا لفظ مسیح ماشیح کا معرّب ہے، اس کے معنی عبرانی زبان میں مبارک، اور لفظ عیسیٰ ایشوع سے لیا گیا ہے اس کے معنی مخلص، اور فارقلیط کا جو لفظ انجیل میں آیا ہے اس کے معنی محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء ہیں، جب مراد اس سے خاتم النبیین ﷺ ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ نزول انبیاء کی تصدیق عملی ہے کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی منتظر باقی نہیں ہے کیونکہ ان کے واپس تشریف لانے سے ثابت ہوگیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد چونکہ ختم ہوگئی اس لئے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے لایا گیا، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی کریم ﷺ سے خاص مناسبت ہے اس لئے ان ہی کا انتخاب ہوا، جس نبی نے صراحۃً بشارت نبی کریم ﷺ کے تشریف

لانے کی دی وہی آ کر تصدیق بھی فرمائیں گے۔ اور حضور اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ پر عمل پیرا ہوں گے۔

فتاویٰ عالمگیری کا تذکرہ

☆...... لاہور میں خدام الدین کے جلسے پر بہت سے علماء جمع تھے، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ مولانا سید محمد طلحہ رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اساتذہ کی روایت ہے کہ جب سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ مرتب کرایا تو علماء رات کے وقت بعد نماز تہجد جو مسائل روزانہ لکھے جاتے سنایا کرتے تھے اور جب کسی مسئلہ میں علماء الجھ جاتے تو سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ جو کہتے تھے وہی مسئلہ پاس ہو کر تحریر ہوتا تھا، یہ اس کے وفور علم اور تقویٰ کی دلیل ہے۔

یوم عاشوراء کی تاریخ کی تحقیق

(ماہنامہ القاسم جلد ۳، دیوبند شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ)

عالی جناب صوبیدار صاحب کی تحریر کا حاصل یہ ہے کہ جملہ فقہاء محدثین کے نزدیک یوم عاشوراء دسویں محرم ہے، لیکن روایات حدیث اور حساب دونوں اس کے خلاف ثابت ہے۔

احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس روز مدینہ منورہ تشریف لائے یہود مدینہ کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ ان سے وجہ روزہ کی دریافت کی گئی تو انہوں نے کہا یہ دن بہت مبارک ہے اسی دن میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن یعنی فرعون سے نجات دی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس روز روزہ رکھا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہم تو بہ نسبت تمہارے زیادہ مستحق

ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اتباع کریں، تب آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی حکم دیا، اور یہ مسلّم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مدینہ منورہ تشریف لانا ۸ ربیع الاوّل کو ہوا، اور ۸ ربیع الاوّل مطابق ہوتی ہے۔ 20 ستمبر 662ء کے اور 20 ستمبر 662ء مطابق ہوتی ہے دہم تشرین کے، ان دونوں مقدموں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یوم عاشورا جس کے روزے کا مسلمانوں کو وجوبًا یا استحسانًا حکم دیا گیا ہے دہم تشرین ہوتی ہے۔ فقہاء کا صوم عاشورا کے لئے دسویں محرم کو متعین کر لینا ظاہراً غلط معلوم ہوتا ہے کسی حساب سے 20 ستمبر 662ء دسویں محرم کے مطابق نہیں ہوتی۔

مولانا سید محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین وفقہاء ومحدثین رحمۃ اللہ علیہم کا اس پر اتفاق ہے کہ عاشوراء دسویں محرم ہے، اس میں ایک کو بھی اختلاف نہیں ہے، صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بدیں تفصیل مروی ہے ”حکم بن الاعرج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ عاشوراء کا روزہ کس روز رکھوں؟ فرمایا کہ جب تم ہلال محرم کو دیکھو تو شمار کرتے رہو جب نویں تاریخ ہو روزہ رکھو، میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح روزے رکھتے تھے؟ فرمایا: ہاں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یوم عاشوراء محرم کی دسویں تاریخ ہے، رہا نویں تاریخ کا روزہ یہ اس بناء پر تھا کہ رسول اللہ ﷺ نویں محرم کے روزہ کو دسویں کے ساتھ ملانا چاہتے تھے، اس کی خلاف صرف ایک روایت کی بناء پر بظاہر اشکال واقع کیا گیا جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَرَأَى الْيَهُوْدَ
تَصُوْمُ عَاشُوْرَاءَ۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۷۷)

''(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔''

لیکن درحقیقت یہ اشکال واقع نہیں ہوتا، کیونکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس روز مدینہ میں تشریف لائے اسی روز یہود کو روزہ رکھتے ہوئے پایا، بلکہ روایت کا یہ مطلب ہے کہ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد اول مرتبہ جب محرم آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کو دسویں تاریخ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔

اور صاحب ''نتائج الافہام فی تقویم العرب قبل الاسلام'' کی یہ روایت کہ یوم قدوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم عاشوراء تھا، کسی طرح حجت نہیں ہوسکتی، کیونکہ یہ روایت صحیح روایت کے خلاف ہے اس کے نقل وسیاق میں ضرور تخلیط(۱) واقع ہوئی ہے، اور اگر اس روایت کو صحیح بھی مان لیں تب بھی اس کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ وہ دن عاشوراء مسلمین کا دن تھا، بلکہ یہود کے بعض فرقوں نے یوم عاشوراء کو جو قمری مہینے کے حساب سے ہوتا تھا شمسی مہینے میں لے کر اس دن اور تاریخ کو بدل دیا تھا، پس ممکن ہے کہ ان بعض یہود کی حساب سے عاشورا کا دن ہو نہ کہ مسلمانوں اور اکثر یہود کا۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی قابل اعتماد روایت سے یہ امر ثابت نہیں کہ آپ کے تشریف لانے کا دن عاشوراء کا دن تھا، اور سارے اشکال کی بنیاد صرف اتنی ہی بات پر تھی، پوری تحقیق اور تفصیل مولانا کے کلام میں موجود ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد بے حد مرحی قیوم را کہ تصرف از مان واکوان درحیطۂ قدرت اوست، وتشریف چیزے بر چیزے بمقتضائے ''کل یوم ہو فی شان'' آیت کبریا وعظمت

---

(۱) کلام میں باطل کا ملانا، خلط ملط

او۔ درود نامحدود بر سید موجودات و سرور کائنات کہ سنت غرّاء وے حجت بیضاء است، وطلعت سعید وے عید سنہ شہباء، دین متین وے غرہ جبین سعداء وقرء عیون کملاء، وبر آل واصحاب وے و جملہ اتباع واحباب وے۔

> ترجمہ: ”بے حد حمد ہے اس حی و قیوم کے لئے کہ زمان اور کون کا تصرف اس کے احاطہ قدرت میں ہے۔ اور ایک چیز کی شرافت دوسری چیز كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ کے تقاضا کے مطابق اللہ کی کبریائی اور عظمت کی علامت ہے غیر محدد درود شریف اس موجودات کے سردار پر اور کائنات کے سردار پر ہے کہ اس کی چمکیلی سنت روشن دلیل ہے اور ان کا چہرے کا ظاہر ہونا عید ہے۔ اور اس کا دین متین نیک بخت لوگوں کی پیشانی کی چمک کا ذریعہ ہے اور اس کا دین متین کامل لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اور اس کے آل واصحاب پر اور ان کے تمام دوستوں اور متبعین پر درود ہو۔“

امابعد، ایں سطرے باقتضاء حال در حل بعض اشکال متعلق تاریخ یوم عاشوراء درسلک تحریر کشیدہ شد و مرام ازاں محض تحقیق مقام است لاغیر، و بخدا توفیق۔

> ترجمہ: ”امابعد! یہ چند سطریں مقتضی حال کے مطابق بعض اشکال کے حل میں جو یوم عاشورا کے تاریخ کے متعلق اشکال تھا تحریر کیں اور مقصود اس سے صرف تحقیق مقام ہے اور کچھ نہیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔“

باید دانست کہ یوم عاشورا بمقتضائے احادیث نبی کریم ﷺ و اتفاق امت مرحومہ یوم عاشورا از محرم الحرام حسب رؤیت ہلال است۔

ترجمہ: ”یہ جاننا مناسب ہے کہ یوم عاشورا نبی ﷺ کی
احادیث کے مطابق اور امت مرحومہ کے اتفاق کے مطابق
یوم عاشورا محرم کے چاند دیکھنے کے بعد دسواں دن ہے۔“

قَالَ فِیْ عُمْدَۃِ الْقَارِیْ: وَھُوَ مَذْھَبُ جُمْھُوْرِ الْعُلَمَاءِ مِنَ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ وَمَنْ بَعْدَھُمْ. اھ (ج۱۱ ص۱۱۷)

وَ قَالَ الزُّرْقَانِیْ : وَ قَالَ الْقَاضِیْ وَالنَّوَوِیْ: اَلَّذِیْ تَدُلُّ عَلَیْہِ الْاَحَادِیْثُ کُلُّھَا اَنَّہُ الْعَاشِرُ وَھُوَ مُقْتَضَی اللَّفْظِ. اھ (ج۲ ص۲۶۲)

ودر جامع ترمذی: عن الحسن عن ابن عباس روایت کردہ قَالَ:
اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِصَوْمِ یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ یَوْمٌ عَاشِرٌ. اھ (ج۱ ص۹۴)

وَ قَالَ فِیْ عُمْدَۃِ الْقَارِیْ: وَ مِنْھَا مَا رَوَاہُ الْبَزَّارُ مِنْ حَدِیْثِ عَائِشَۃَ بِلَفْظِ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِصِیَامِ عَاشُوْرَاءَ یَوْمَ الْعَاشِرِ. وَرِجَالُہٗ رِجَالُ الصَّحِیْحِ. اھ (ج۱۱ ص۱۱۹)

وَحَدِیْثُ صَحِیْحِ مُسْلِمٍ عَنِ الْحَکَمِ ابْنِ الْاَعْرَجِ قَالَ: اِنْتَھَیْتُ اِلَی ابْنِ عَبَّاسٍ وَ ھُوَ مُتَوَسِّدٌ رِدَاءَہٗ فِیْ زَمْزَمَ. فَقُلْتُ: اَخْبِرْنِیْ عَنْ یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ اَیُّ یَوْمٍ اَصُوْمُہٗ؟ فَقَالَ: اِذَا رَأَیْتَ ھِلَالَ الْمُحَرَّمِ فَاعْدُدْ، ثُمَّ اَصْبِحْ مِنَ الْیَوْمِ التَّاسِعِ صَائِمًا. قُلْتُ: اَھٰکَذَا کَانَ یَصُوْمُہٗ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ. اھ (مسلم ج۱ ص۳۵۹)

ترجمہ: ”عمدۃ القاری میں ہے کہ جمہور صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم
اور ان کے بعد والوں کا مذہب ہے زرقانی نے فرمایا اور قاضی
نے اور نووی نے بھی۔ اُسی پر تمام احادیث دلالت کرتی ہیں

کہ عاشورا دس محرم ہے لفظ کا تقاضا بھی ہے اور جامع ترمذی میں ہے، حضرت حسن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یوم عاشورا کے روزے کا وہ دسواں دن ہے۔ عمدۃ القاری میں ہے ان میں سے وہ روایت جو بزار نے نقل کی ہے۔ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ یہ ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صوم عاشورا کا حکم دیا۔ دسواں دن اور اس کی سند کے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں اور مسلم کی روایت حکم بن اعرج رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا انہوں نے اپنی چادر سے ٹیک لگائی ہوئی تھی، زمزم کے کنوئیں کے پاس تو میں نے کہا کہ یوم عاشورا کے بارے میں بتا دیجئے کہ کون سے دن؟ عاشورہ کا روزہ رکھوں۔ فرمایا جب آپ محرم کا چاند دیکھیں تو گننا شروع کر دیں پھر نویں دن روزہ رکھیں، میں نے کہا کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح روزہ رکھتے تھے، فرمایا ہاں۔''

پس جواب بر اسلوب حکیم است، یعنی در تعیین عاشورا ہیچگو نہ خفا نیست کہ عاشر محرم الحرام است، آرے قابل لحاظ ایں امر است کہ تاسع نیز در صوم عاشر ضم باید کرد و در قول وے...... **أهكذا يصومه محمد صلى الله عليه وسلم؟ فقال: نعم،** اھ

ترجمہ: ''پس یہ جواب حکیم کے اسلوب پر ہے کہ تعیین عاشورہ میں کسی قسم کی خفا نہیں ہے کہ عاشورہ دس محرم ہے اور یہاں جو ۹ محرم فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ ۹ محرم کے روزے کو دس

محرم کے ساتھ ملایا جائے۔ اور اس کے اس قول میں بھی کہ **اھکذا یصومه محمد فقال نعم** اس میں بھی جواب براسلوب حکیم ہے۔"

ہم اسلوب حکیم است کہ تمنائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را کہ اگر تاعام قابل زندہ مانند تاسع را ہم با عاشر در صوم ضم کنند نازل بمنزلہ فعل آنحضرت ﷺ داشتہ چنانکہ سیاق طحاوی بریں معنی دلالت کند۔

ترجمہ: "کہ حضور اکرم ﷺ کی یہ تمنا تھی کہ اگر آئندہ سال تک زندہ رہے تو ۹ تاریخ کو روزہ رکھنے میں دس کے ساتھ ملائیں گے طحاوی کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔"

قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: أَخْبِرْنِیْ عَنْ یَوْمِ عَاشُوْرَاءِ، قَالَ: عَنْ اَیِّ...... تَسْأَلُ؟ قُلْتُ: اَسْأَلُ عَنْ صِیَامِهٖ أَیُّ یَوْمٍ أَصُوْمُ؟ قَالَ: اِذَا اَصْبَحْتَ مِنْ تَاسِعَةٍ فَاَصْبِحْ صَائِمًا۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۷۵)

ترجمہ: "میں نے ابن عباس ؓ سے کہا مجھے عاشورہ کے دن کے بارے میں خبر دیجئے انہوں نے فرمایا کہ عاشورہ کے کس چیز کے بارے میں آپ سوال کر رہے ہیں میں نے کہا اس کے روزے کے بارے میں۔ فرمایا، جب آپ ۹ تاریخ کو صبح کرو تو روزہ سے صبح کرو۔"

قَالَ فِیْ عُمْدَةِ الْقَارِیْ: فَاِنْ قُلْتَ: هٰذَا الْحَدِیْثُ الصَّحِیْحُ یَقْتَضِیْ بِظَاهِرِهٖ اَنَّ عَاشُوْرَاءَ هُوَ التَّاسِعُ، قُلْتُ: أَرَادَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِنْ قَوْلِهٖ: فَاِذَا اَصْبَحْتَ مِنَ تَاسِعَةٍ فَاَصْبِحْ صَائِمًا، اَیْ ضَمِّ التَّاسِعَ مَعَ الْعَاشِرِ بِقَوْلِهٖ: نَعَمْ، مَارُوِیَ مِنْ عَزْمِهٖ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی صَوْمِ التَّاسِعِ مِنْ قَوْلِهٖ:

لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ، وَقَالَ الْقَاضِیْ: وَلَعَلَّ ذٰلِكَ عَلٰی طَرِیْقِ الْجَمْعِ مَعَ الْعَاشِرِ، لِئَلَّا یُشْتَبِهَ بِالْیَهُوْدِ، كَمَا وَرَدَ فِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی: فَصُوْمُوْا التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ۔ وَذَكَرَ رَزِیْنُ هٰذِهِ الرِّوَایَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْهُ، وَقِیْلَ: مَعْنٰی قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ: نَعَمْ: اَیْ نَعَمْ یَصُوْمُ التَّاسِعَ لَوْ عَاشَ اِلَی الْعَامِ الْمُقْبِلِ۔ وَ قَالَ اَبُوْ عَمْرٍو: هٰذَا دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَصُوْمُ الْعَاشِرَ اِلٰی اَنْ مَاتَ، وَلَمْ یَزَلْ یَصُوْمُهٗ حَتّٰی قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ، وَذٰلِكَ مَحْفُوْظٌ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اھ (ج ۱۱ ص ۱۱۷)

ترجمہ: ”عمدۃ القاری میں ہے کہ آپ اعتراض میں یہ کہیں کہ اس حدیث کا ظاہر تقاضا کرتا ہے کہ عاشورہ ۹ محرم ہے میں جواب میں کہتا ہوں کہ ابن عباس ؓ کا مقصد اصبحت صائما من تاسعہ سے یہی ہے کہ ۹ کے روزے کو ۱۰ کے ساتھ ملا لیجئے کیونکہ آپ ﷺ کا ارادہ تھا ۹ محرم کے روزے کے ملانے کا کہ آپ ﷺ نے فرمایا لاصومن التاسع کہ میں ۹ محرم کے روزے کو رکھوں گا۔ قاضی نے کہا کہ یہ ۹ جو فرمایا دس کے ملانے کے ساتھ جمع کرنے کے ساتھ ہے۔ تاکہ یہود کے ساتھ مشابہت نہ ہو، جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ نو اور دس کا روزہ رکھو۔ رزین نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے، حضرت عطا ؒ سے انہوں نے ابن عباس ؓ سے بعض نے کہا ابن عباس ؓ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ یعنی اگر آئندہ سال تک زندہ رہا تو ۹ تاریخ کا روزہ بھی رکھوں گا۔ ابو عمرو نے کہا یہ دلیل ہے اس بات پر کہ آپ ﷺ نے

دس تاریخ کا روزہ وفات تک رکھا اور ہمیشہ رکھتے رہے جب
سے مدینہ آئے۔"

وَقَالَ فِیْ فَتْحِ الْبَارِیْ: ثُمَّ مَا هَمَّ بِهٖ مِنْ صَوْمِ التَّاسِعِ یَحْتَمِلُ مَعْنَاهُ اَنَّهٗ لَا یَقْتَصِرُ عَلَیْهِ بَلْ یُضِیْفُهٗ اِلَی الْیَوْمِ الْعَاشِرِ اِمَّا اِحْتِیَاطًا لَهٗ وَ اِمَّا مُخَالِفَةً لِلْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی وَ هُوَ اَرْجَحُ، وَ بِهٖ یُشْعِرُ بَعْضُ رِوَایَاتِ مُسْلِمٍ: وَلِاَحْمَدَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا: صُوْمُوْا عَاشُوْرَاءَ وَخَالِفُوا الْیَهُوْدَ یَوْمًا قَبْلَهٗ اَوْیَوْمًا بَعْدَهٗ۔ (ج ۴ ص ۲۵۴) ونحو آں نزد طحاوی ہم است و ابن عباس خودش برصوم دوم یوم عامل بودہ۔

ترجمہ: "فتح الباری میں ہے یہ جو ۹ تاریخ کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف ۹ تاریخ نہ رکھے بلکہ ۱۰ کے ساتھ ملائے یا تو احتیاط کے لئے تھی یا مخالفت یہود کی وجہ سے اور یہ مخالفت یہود و نصاریٰ زیادہ راجح توجیہ ہے یہ مسلم کے روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ احمد کی روایت ہے ابن عباس سے مرفوعاً عاشورہ کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو کہ ۱۰ کے ساتھ ایک دن پہلے یعنی ۹ کو ملاؤ یا اس کی بعد والے دن کو ملاؤ یعنی ۱۱ تاریخ کو۔ اسی طرح طحاوی میں بھی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ خود بھی دوسرے دن کے روزے پر عامل تھے۔"

قَالَ فِیْ عُمْدَةِ الْقَارِیْ: رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ کَانَ یَصُوْمُ الْیَوْمَیْنِ خَوْفًا اَنْ یَفُوْتَهٗ، وَ کَانَ یَصُوْمُهٗ فِی السَّفَرِ۔ (ج ۱۱ ص ۱۱۷)

ترجمہ: "عمدۃ القاری میں ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ دو روزے رکھا کرتے تھے۔ فوت ہونے کے خوف

سے اور سفر میں بھی اس روزے کو رکھا کرتے تھے۔“

پس باشد کہ ابن عباس در صوم تاسع مع عاشر رعایت عزم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و رعایت خوف فوت عاشر بحسب اختلاف رویت۔ ہلال ہر دو نمودہ باشد، چہ در فوائد تزاحم نیست، و معلوم است کہ جواب بر اسلوب حکیم طریقہ مسلوکہ بلغاء است چنانکہ قول او تعالیٰ شانہ: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ......رابریں اسلوب فرود آوردہ، گفتہ اند سوال از علت اشکال قمر و از دیاد و انتقاص بود، جواب بفوائد آں دادہ شد، واما استشکال بحدیث ابن عباس ؓ ...... قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ، فَرَأَى الْيَهُوْدَ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا يَوْمٌ صَالِحٌ هٰذَا يَوْمٌ نَجَّى اللهُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ، فَصَامَهُ مُوْسٰى، قَالَ: فَاَنَا اَحَقُّ بِمُوْسٰى مِنْكُمْ، فَصَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ، اھ (بخاری ج۱ ص۲۶۸)...... باراده یوم قدوم کہ باتفاق در ربیع الاول بودہ نہ در محرم، پس استشکال بیجا است زیرا کہ در ہیچ روایتے واقع نہ شد کہ صوم یہود در روز قدوم بود تا با عاشر محرم متناقض افتد بل صوم یہود ہم در محرم از سن ثانیہ بودہ۔

ترجمہ: ”پس ابن عباس ؓ جو ۹ کا روزہ دس کے ساتھ ملاتے تھے اس کی دو وجہ تھیں (۱) حضرت نبی کریم ﷺ کے عزم کی رعایت رکھتے ہوئے (۲) دس محرم کے فوت ہونے کے ڈر سے رؤیت ہلال میں غلطی کی وجہ سے اور ایک امر کے کئی فوائد ہو سکتے ہیں اور جواب اسلوب حکیم پر بلغاء کا طریقہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ، یہاں بھی جواب علی اسلوب

الحکیم ہے کہ سوال چاند کے کم ہونے اور زیادہ ہونے کی علت کے بارے میں تھا اور جواب اس کے فائدے کے بارے میں آیا اور اس حدیث میں جو اشکال ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آئے تو یہود کو دیکھا کہ وہ دس محرم کا روزہ رکھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وجہ پوچھی تو لوگوں نے کہا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو دشمن سے نجات عطا فرمائی تھی دشمن سے تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کے شکریہ میں یہ روزہ رکھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا لائق ہوں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہ روزہ رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم بھی دیا تو اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ وارد ہونا ربیع الاوّل کو تھا محرم کو نہیں، جواب یہ ہے کہ یہ اشکال بے جا ہے کہ کیونکہ یہ کسی بھی روایت میں نہیں کہ یہود کا روزہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ وارد ہونے کے دن تھا تاکہ دس محرم سے تعارض واقع ہوجائے بلکہ یہ یہود کا روزہ محرم میں تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کے بعد دوسرے سال۔“

قَالَ فِیْ فَتْحِ الْبَارِیْ: وَقَدْ كَانَ قُدُوْمُهٗ الْمَدِیْنَةَ، وَلَاشَكَّ اَنَّ قُدُوْمَهٗ كَانَ فِیْ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ، فَحِیْنَئِذٍ كَانَ الْاَمْرُ بِذٰلِكَ فِیْ اَوَّلِ السَّنَةِ الثَّانِیَةِ فَرَضَ شَهْرُ رَمَضَانَ، فَعَلٰی هٰذَا لَمْ یَقَعِ الْاَمْرُ بِصِیَامِ عَاشُوْرَاءَ اِلَّا فِیْ سَنَةٍ وَاحِدَةٍ، ثُمَّ فَرَضَ الْاَمْرُ فِیْ صِیَامِهٖ اِلٰی رَأْیِ الْمُتَطَوِّعِ. اھ (ج۴ ص۲۶۶)

ترجمہ: ”فتح الباری میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینے آنا

ربیع الاوّل میں تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے سال یہ
حکم دیا جب رمضان فرض ہوا تو یہ حکم صرف ایک سال دیا تھا
پھر اس کے بعد روزے رمضان کے فرض ہو گئے۔"

وَ قَالَ فِیْ عُمْدَةِ الْقَارِیْ: فَاِنْ قِیْلَ ظَاهِرُ الْخَبَرِ یَقْتَضِیْ اَنَّهٗ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ وَجَدَ الْیَهُوْدَ صِیَامًا عَاشُوْرَاء، وَالْحَالُ اَنَّهٗ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ فِیْ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ، وَ اُجِیْبَ بِاَنَّ الْمُرَادَ اَنْ اَوَّلَ عِلْمُهٗ بِذٰلِكَ وَسُوَالُهٗ عَنْهُ بَعْدَ اَنْ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ لَا اَنَّهٗ قَبْلَ اَنْ یَقْدِمَهَا عُلِمَ ذٰلِكَ، وَقِیْلَ: فِی الْكَلَامِ حَذْفٌ، تَقْرِیْرُهٗ: قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَامَ اِلٰی یَوْمِ عَاشُوْرَاء فَوَجَدَ الْیَهُوْدَ فِیْهِ صِیَامًا، اھ (ج ۱۱ ص ۱۲۲)

ترجمہ: "عمدۃ القاری میں ہے کہ اگر کوئی اعتراض میں یہ کہے کہ
بظاہر خبر یہ تقاضا کرتی ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آئے
تو یہود کو روزہ سے پایا عاشورہ کا روزہ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تو مدینہ ربیع الاوّل میں وارد ہوئے تھے، جواب یہ ہے کہ
جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا علم ہوا۔ اس کے بعد
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سوال کیا یا اس عبارت میں حذف ہے کہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آئے تو اقامت اختیار کی یوم عاشورہ
تک تو جب عاشورہ آیا تو یہود کو روزہ رکھتے دیکھا تو
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا۔"

واما آنچہ صاحب "نتائج الافہام فی تقویم العرب قبل الاسلام" آوردہ کہ روز قدوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم عاشوراء بودہ، ورواتیے نیز دریں باب نقل کردہ، پس باوجود آنکہ در نقل سیاق روایت تخلیط واقع شدہ مقتضی ایں امرنیست کہ یوم قدوم

عاشوراء مسلمین باشد، بلکہ یوم قدوم بحساب بعض یہود عاشوراء او شان بود کہ دہم تشرین می باشد، ومطابق باہشتم ربیع الاول افتاد۔ واین بعض یہود عاشوراء را بحساب شمسی می گرفتند کہ بریں تقدیر در مشہور قمریہ دائر ماندے نہ آنکہ یوم قدوم عاشوراء مسلمین باسائر یہود باشد کہ عاشورا را بحساب ہلال می گرفتند، واختلاف یہود را باعتبار عاشوراء خود از الفاظ حدیث می خیزد، چنانکہ در لفظ صحیح مسلم است:

”عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ: کَانَ اَھْلُ خَیْبَرَ یَصُوْمُوْنَ یَوْمَ عَاشُوْرَاء یَتَّخِذُوْنَہٗ عِیْدًا، یُلْبِسُوْنَ نِسَآئَھُمْ حُلِیَّھِمْ لَمَّا رَآئَھُمْ۔ فَقَالَ: فَصَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصُوْمُوْا اَنْتُمْ۔“ (مسلم ج۱ ص۳۵۹)

> ترجمہ: ”اور وہ بات جو نتائج الافہام فی تقویم العرب قبل الاسلام میں لکھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ عاشورہ کے دن مدینہ وارد ہوئے اور اس باب میں انہوں نے ایک روایت بھی نقل کی تو اس کے نقل میں اس کے اُوپر خلط ہوا ہے کہ وہ مسلمانوں کا عاشورہ کا دن نہیں تھا بلکہ وہ بعض یہود کے حساب سے عاشورہ کا دن تھا مسلمانوں کے حساب سے وہ ربیع الاوّل تھا چونکہ مسلمان قمری حساب لگاتے ہیں اور یہود شمسی حساب، اس لئے یہ خلط ہوا۔ اور یہ اختلاف خود احادیث کے الفاظ سے پیدا ہو رہا ہے کہ مسلم شریف میں ابوموسیٰ اشعری کی روایت ہے کہ اہلِ خیبر عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور اس کو عید مناتے تھے اور اپنی عورتوں کو زیورات پہناتے تھے تو حضور اکرم ﷺ نے روزہ رکھا اور تم بھی رکھو۔“

در صحیح بخاری از ہجرت است: وَ اِذَا اُنَاسٌ مِنَ الْیَھُوْدِ یُعَظِّمُوْنَ

عَاشُوْرَاء وَ يَصُوْمُوْنَهُ. پس تقیید باہل خیبر و باناس من الیہود دلالت کند بر اختلاف یہود اندریں باب۔

> ترجمہ: ''اور بخاری شریف میں ہے کہ یہود کے چند آدمی عاشورہ کی تعظیم کیا کرتے تھے اور اس کا روزہ رکھتے تھے۔ تو ان دونوں روایات میں اختلاف ہے کہ اہلِ خیبر روزہ رکھتے تھے اور بخاری میں ہے کہ یہود کے بڑے روزہ رکھتے تھے یہ یہود کے اختلاف پر دلیل ہے۔''

وَ قَالَ فِیْ فَتْحِ الْبَارِیْ: وَ یَحْتَمِلُ أُولٰئِكَ الْیَهُوْدُ کَانُوْا یَحْسَبُوْنَ یَوْمَ عَاشُوْرَاء بِحِسَابِ السِّنِیْنَ الشَّمْسِیَّةِ فَصَادَفَ یَوْمَ عَاشُوْرَاء بِحِسَابِهِمُ الْیَوْمَ الَّذِیْ قَدِمَ فِیْهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ. وَ هٰذَا التَّاوِیْلُ مِمَّا یَتَرَجَّحُ بِهٖ اَوْلِیَّةُ الْمُسْلِمِیْنَ وَ اَحَقِّیَّتُهُمْ بِمُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ. لِاِضْلَالِهِمُ الْیَوْمَ الْمَذْکُوْرَ وَ هِدَایَةُ اللهِ الْمُسْلِمِیْنَ لَهُ. (ج ۴ ص ۲۴۷)

> ترجمہ: ''فتح الباری میں ہے یہ احتمال ہے کہ یہود اس دن کو عاشورہ سمجھتے تھے شمسی حساب کے اعتبار سے اور یہ دن اس کے برابر آیا جس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد مدینہ ہوئی تھی اور یہ تاویل دلیل ہے کہ امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کے اتباع کے زیادہ لائق ہے کیونکہ آج یہود گمراہ ہے اور مسلمان ہدایت پر ہیں۔''

پس تقیید کردہ بقول وے اُولٰئِكَ الْیَهُوْدُ تصریح نمودہ کہ ایں جماعت یہود یوم عاشوراء را گم کردہ بودند، و ہدایت کردہ خدا مسلمین را بصواب۔ بعد ازاں فرمودہ: ثُمَّ وَجَدْتُّ فِی الْمُعْجَمِ الْکَبِیْرِ لِلطَّبَرَانِیْ مَا یُؤَیِّدُ الْاِحْتِمَالَ

الْمَذْكُوْرَ اَوَّلًا، وَ هُوَ مَا أَخْرَجَهُ فِي تَرْجَمَةِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: لَيْسَ يَوْمُ عَاشُوْرَاء بِالْيَوْمِ الَّذِىْ يَقُوْلُهُ النَّاسُ، اِنَّمَا كَانَ يَوْمُ تُسْتَرُ فِيْهِ الْكَعْبَةُ، وَ كَانَ يَدُوْرُ فِي السَّنَةِ، وَ كَانَ يَاتُوْنَ فُلَانًا الْيَهُوْدُ يَعْنِىْ لِيَحْسِبَ لَهُمْ، فَلَمَّا مَاتَ اَتَوْا زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَسَأَلُوْهُ، وَسَنَدُهُ حَسَنٌ۔ قَالَ شَيْخُنَا الْهَيْثَمِىُ فِىْ زَوَائِدِ الْمَسَانِيْدِ: لَا اَدْرِىْ مَا مَعْنَى هٰذَا، قُلْتُ ظَفَرْتُ فِىْ كِتَاب الْآثَارِ الْقَدِيْمَةِ لِاَبِى الرَّيْحَانِ الْبَيْرُوْنِىْ، فَذَكَرَ مَا حَاصِلُهُ اَنَّ جَهَلَةَ الْيَهُوْدِ يَعْتَمُّوْنَ فِىْ صِيَامِهِمْ وَ اَعْيَادِهِمْ حِسَابَ النُّجُوْمِ، فَالسَّنَةُ عِنْدَهُمْ شَمْسِيَّةٌ لَا هِلَالِيَّةٌ، قُلْتُ: فَمِنْ ثَمَّ احْتَاجُوْا اِلٰى مَنْ يَعْرِفُ الْحِسَابَ لِيَعْتَمِدَ عَلَيْهِ فِىْ ذَالِك۔ (ج ۴ ص ۲۴۸، باب صوم یوم عاشوراء)

ترجمہ: ”فتح الباری کی یہ عبارت کہ اولئک الیہود تصریح کرتا ہے کہ یہود بھی عاشوراء کا دن گم کئے ہوئے تھے اور اس دن کی ہدایت اللہ نے مسلمانوں کو فرمائی اس کے بعد فرمایا کہ میں نے طبرانی کی معجم کبیر میں دیکھا جو اس احتمال مذکور کا مؤید تھے وہ جو زید ابن ثابت کے ترجمہ کے تحت تخریج کی ہے کہ اس نے اپنے والد سے کہا یوم عاشورہ وہ نہیں جس کو عام لوگ عاشورہ کہتے یہ وہ دن تھا جس میں کعبے پر پردہ چڑھایا جاتا تھا اور یہ گھومتا تھا، سال کے اندر اور فلاں یہود کے پاس آتا تاکہ یہود حساب کرے جب ثابت مرگیا تو لوگ زید ابن ثابت کے پاس آئے اور ان سے پوچھا ہمارے شیخ ہیثمی نے زوائد المسانید میں فرمایا مجھے پتہ نہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے اس میں کامیابی ملی۔ ابن ریحان البیرونی

کی کتاب آثار قدیمہ میں مجھے ملا جس کا حاصل یہ ہے کہ جاہل یہود ستاروں کا حساب کا اہتمام کرتے تھے اپنے عیدوں میں اور روزوں میں حالانکہ ان کا سال شمسی تھا ہلالی (قمری) نہیں تھا۔ میں کہتا ہوں اس وجہ سے وہ لوگ محتاج ہوئے اس حساب کے جو پھیر دے تاکہ ان پر اعتماد ہو جائے۔"

یعنی عاشوراء نزد بعض یہود پیش از اصلاح نبود ایں عاشوراء معروف فیما بین المسلمین الآن، زیرا کہ آن روزے بود کہ کعبہ را آں روز جامہ پوشیدندے، وچوں آں بعض یہود بحساب شمسی میگرفتند، لہٰذا عاشوراء در شہور قمریہ دائر ماندے تا آنکہ اسلام بوئے حساب قمری ہدایت نمود، ہمیں بود مرضی خدا۔ وتقیید ابی ریحان بیرونی بقول وے جہلۃ الیہود دلالت کند برآں کہ اصل حساب بحسب کتاب سماوی نزد اوشاں ہم قمری بود، اورا بسوئے شمسی تحویل کردند، ودر بعض زائچہا وتقاویم دیدہ شدہ کہ حساب عبری از عہد آدم علیہ السلام تا حال قمری است سوائے آں کساں کہ تحویل کردند۔ وبعض مفسرین آیت کریمہ: اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ۔ برہمیں تحویل فرود آوردہ، زیرا کہ دریں تحویل تحویل اوقات شرعیہ است کہ مناقض است باوضاع شریعت۔

ترجمہ: "یعنی عاشورہ بعض یہود کے نزدیک وہ عاشورہ نہیں تھا جو ہمارے مسلمانوں کے ہاں مشہور ہے کہ اس دن کعبے کو جامہ پہنایا جاتا تھا اور یہود شمسی حساب کیا کرتے تھے اور مسلمانوں کے نزدیک قمری حساب سے تھا اور یہی اللہ کی مرضی تھی اور ابی ریحان نے جو اس کو جاہل یہود کے ساتھ مقید کیا یہ دال ہے کہ اصل حساب یہود کا بھی قمری تھا پھر

انہوں نے اس قمری حساب کو شمسی میں تبدیل کیا اور بعض زائچوں کو دیکھا گیا ہے کہ حساب آدم کے وقت سے آج تک قمری ہی ہے صرف وہ لوگ جنہوں نے اس کو تبدیل کیا اور بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ آیت اِنَّمَا النَّسِیٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ اسی تحویل میں وارد ہوا ہے کیونکہ اس تحویل میں تحویل اوقات شرعیہ ہیں جو اوضاع شرعیہ کے مناقض ہے۔"

قَالَ فِی الْکَشَّافِ: وَرُبَّمَا زَادُوْا فِیْ عَدَدِ الشُّھُوْرِ فَیَجْعَلُوْنَھَا ثَلَاثَۃَ عَشَرَ اَوْ اَرْبَعَۃَ عَشَرَ، لِیَتَّسِعَ لَھُمُ الْوَقْتُ، وَلِذَالِكَ قَالَ عَزَّوَعَلَا: (اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ عِنْدَ اللّٰہِ اِثْنَا عَشَرَ شَھْرًا)، فَکَانَ غَیْرَ زِیَادَۃٍ زَادُوْھَا۔ (ج۲ ص۲۷۰)

ترجمہ: "کشاف میں فرمایا ہے انہوں نے مہینوں کی عدد میں زیادتی کے سال کے تیرہ مہینے قرار دیئے یا چودہ تا کہ وقت میں گنجائش اور فراخی ہو جائے۔ تو اس کی رو میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ عِنْدَ اللّٰہِ اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا یعنی مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے ہاں بارہ ہے تو بارہ سے زائد انہوں نے اپنی طرف سے زائد کئے۔"

وہمچنیں حدیث: اَلَا اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ کَھَیْئَتِہٖ یَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ اَلسَّنَۃُ اِثْنَا عَشَرَ شَھْرًا، مِنْھَا اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ، ثَلَاثٌ مُتَوَالِیَاتٌ ذُوْ الْقَعْدَۃِ وَ ذُوْ الْحِجَّۃِ وَالْمُحَرَّمُ، وَ رَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَیْنَ جُمَادٰی وَشَعْبَانَ۔ (بخاری ج۱ ص۲۶۹)

ترجمہ: "اسی طرح وہ حدیث جس میں ہے خبردار زمانہ اس

> طرز پر آیا جو اصل میں تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کے پیدائش کے دن کیا تھا۔ سال بارہ مہینوں کا ہے چار ان میں محترم ہیں تین مسلسل ہے ذی القعدہ ذی الحجہ محرم اور رجب کا جو جمادی الثانیہ اور شعبان کے درمیان ہے۔"

معلوم شدہ کہ مشرکین نیز پیش از اسلام ہر دو حساب معمول داشتند، پس خلاصہ کلام آنکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم در صوم یوم عاشوراء موافقت آں یہود نمودہ کہ در تعیین وے بر جواب بودند نہ موافقت آنکہ تحویل کردہ بودند، ودریں یوم علاوہ نجات دیگر خصوصیات نیز ہستند۔

> ترجمہ: "معلوم ہوا کہ اسلام سے پہلے بھی مشرکین میں دونوں حساب یعنی قمری وشمسی دونوں رکھتے تھے پس خلاصہ پورے کلام کا یہ ہوا کہ حضور اکرم ﷺ ان یہود کی موافقت ظاہر کی جنہوں نے تحویل قمری شمسی کی طرف نہیں کیا تھا۔"

قَالَ فِيْ فَتْحِ الْبَارِيْ: وَلِاَحْمَدَ مِنْ طَرِيْقِ شَبِيْلِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ نَحْوَهُ، وَزَادَ فِيْهِ: وَهُوَ الْيَوْمُ الَّذِيْ اِسْتَوَتْ فِيْهِ السَّفِيْنَةُ عَلَى الْجُوْدِيِّ، فَصَامَهُ نُوْحٌ شُكْرًا۔ (ج ۴ ص ۲۴۷)

> ترجمہ: "فتح الباری میں ہے کہ احمد نے شبیل کے طریق سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ وہ دن ہے جس میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری تو حضرت نوح علیہ السلام نے اس دن شکر میں روزہ رکھا۔"

وَقَالَ فِيْ عُمْدَةِ الْقَارِيْ: وَرَوَى ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَرْفَعُهُ: يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ تَصُوْمُهُ الْاَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ

وَالسَّلَامُ فَصُوْمُوْهُ اَنْتُمْ: و درمیان حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ که گذشت، وَحَدِیْثُ أُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: كَانَ يَصُوْمُ عَاشُوْرَاءَ وَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِيْ جَاهِلِيَّةٍ، وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ. فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ۔ (ج ۱۱ ص ۱۱۸) ہیچگونہ منافات نیست۔

ترجمہ: ”عمدۃ القاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے
کہ اس نے دن انبیاء کرام علیہم السلام روزہ رکھا کرتے تھے تو تم بھی
اس دن روزہ رکھو اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت
میں ہے قریش بھی جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے
تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے جب
مدینہ آئے تب بھی یہ روزہ رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم دیا۔“

قَالَ فِيْ فَتْحِ الْبَارِيْ: لَيْسَ فِي الْخَبَرِ اَنَّهُ ابْتَدَأَ الْأَمْرَ بِصِيَامِهِ، بَلْ فِيْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ التَّصْرِيْحُ بِأَنَّهُ كَانَ يَصُوْمُهُ قَبْلَ ذٰلِكَ، فَغَايَةُ مَا فِي الْقِصَّةِ اَنَّهُ لَمْ يُحْدِثْ لَهُ بِقَوْلِ الْيَهُوْدِ تَجْدِيْدَ حُكْمٍ، وَ اِنَّمَا هِيَ صِفَةُ حَالٍ وَجَوَابُ سُوَالٍ، وَلَمْ تَخْتَلِفِ الرِّوَايَاتُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما فِيْ ذٰلِكَ، وَلَا مُخَالِفَةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ حَدِيْثِ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا: اِنَّ اَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوْا يَصُوْمُوْنَهُ، كَمَا تَقَدَّمَ، اِذْ لَا مَانِعَ مِنَ التَّوَارُدِ لِلْفَرِيْقَيْنِ عَلٰى صِيَامِهِ مَعَ اخْتِلَافِ السَّبَبِ فِيْ ذٰلِكَ۔ (ج ۴ ص ۲۴۸)

ترجمہ: ”فتح الباری میں ہے کہ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ مدینہ
آنے کے بعد اس روزہ رکھنے کا حکم دیا بلکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی
روایت میں وضاحت ہے کہ یہ روزہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے بھی رکھا
کرتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہود کی گفتگو کے بعد یہ کوئی نیا

حکم نہیں ہے بلکہ ایک حالت کو بیان کرنا اور سوال کا جواب دینا تھا اور حضرت ابن عباس ؓ کی روایات اس بارہ میں مختلف نہیں اور نہ ہی حدیث ابن عباس ؓ اور حدیث عائشہ ؓ میں کوئی مخالفت ہے، بے شک اہلِ جاہلیت یہ روزہ رکھا کرتے تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا کیونکہ اس روزہ کے رکھنے کے بارہ میں مسلمان اور یہود متفق ہیں باوجود اختلاف سبب کے۔"

واستناد بنقل تورات کہ نجات موسیٰ علیہ السلام ۲۳ رمضان مطابق ۲۱ نیان بودہ، نہ در روز عاشوراء کہ دہم تشرین باشد، وآں را صوم کبور نیز خوانند، ونہ در عاشر محرم الحرام قابل اعتماد نیست، چہ از سیاق ظاہر است کہ الحاق اخبار است وحینئذ حجت نیست، ودوں اثبات صحت وے قطع مفاد زاست۔

ترجمہ: "اور تورات میں جو یہ منقول ہے کہ موسیٰ ؑ کو نجات ۲۳ رمضان کو ہوئی تھی اور عاشورہ کے دن جو کہ دسویں کہلاتی ہے اور اسے صومِ کبور بھی کہتے ہیں یہ بھی قابل اعتماد نہیں ہے۔ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہ جھوٹی خبر ہے اور کسی نے ملحق کر دیا ہے یہاں یہ بات حجت نہیں ہے۔"

☆☆☆☆

فِیْ طَلْعَةِ الشَّمْسِ مَا يُغْنِيْكَ عَنْ زُحَلٍ

"سورج کا نکلنا آپ کو زحل ستارہ سے بے پرواہ کر دے گا۔"

عالم کی بقاء یادِ الٰہی پر منحصر ہے

حضرت اقدس شاہ قدس سرہ کا وعظ سادہ ہوتا تھا، چھوٹے چھوٹے جملے، جو پوری طرح ذہن نشین ہو، ارشاد فرماتے تھے:

”لُدھیانہ میں ایک دفعہ وعظ فرمایا، غالباً ۱۳۴۳ھ ہجری تھا۔“

تمام عالم کی روح ذکر اللہ ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کی یاد قائم رہے گی عالم قائم رہے گا، جب دنیا اللہ تعالیٰ کی یاد چھوڑ دے گی تو سمجھو کہ عالم کے کوچ کا وقت ہو گیا۔ حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْاَرْضِ اللهُ اللهُ۔

(ترمذی ج ۲ ص ۴۴)

ترجمہ: ”قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ زمین پر اللہ اللہ نہ کہا جائے یعنی جب اللہ اللہ کا کہنا بند ہو جائے گا تو قیامت آئے گی۔“

قیامت قائم نہ ہوگی جب تک ایک متنفّس(۱) بھی اللہ اللہ کرنے والا رہ جائے گا۔ جب ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا نہ رہے گا تو قیامت قائم ہو جائے گی کیونکہ جب روح نہ رہی تو ڈھانچہ کسی کام کا نہیں، اسے گرا دیا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ سارے عالم کی روح اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، مقصود اصلی ذکر الٰہی ہے، اور یہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ احکام سب اس کے پیرائے ہیں اور حدیث شریف میں وارد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ذاکر کے لئے موت نہیں، اور غافل کے لئے حیات نہیں۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۴۸ اخر کتاب الدعوات)، کیونکہ اصلی زندگی یاد الٰہی ہے، اعمال صالحہ دراصل زندگی کے کام ہیں۔

حیات الانبیاء فی القبور

اسی واسطے حدیث میں آیا ہے:

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۶۴)

---

(۱) سانس لینے والا (ذی روح)۔

(ترجمہ) ''حضرات انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔''

یعنی زندگی والے کام بھی کرتے ہیں، ان کی قبور والی زندگی بھی اعمال صالحہ سے معطل نہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور زندوں والے کام بھی کرتے ہیں، اس حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح فرمایا ہے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فتح الباری میں اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

از یکے گو وز ہمہ یک سوئے باش
یک دل ویک قبلہ ویک روئے باش

ترجمہ: ''ایک کی بات کہو باقی سب سے یکسو ہوجا۔ ایک دل والا ایک قبلے والا اور ایک جانب والا ہوجا۔''

سب سے یکسو ہوکر فقط اس ایک کا ہوجا، تیری ظاہر و باطنی توجہ اس ایک ہی کی طرف رہے۔

ہر گیا ہے کہ از زمیں روید
وحدہ لا شریک لہ گوید

ترجمہ: ''جو بھی گھاس زمین سے نکلتی ہے وہ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ کہتی ہے۔''

حضرات! اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو، ظہیر فاریابی اپنے دیوان میں کہتے ہیں اور سارے دیوان میں یہی ایک شعر ہے جو خلاصہ سارے دیوان کا ہے:

من نمے گویم زیاں کن یا بہ بند سود باش
اے ز فرصت بے خبر در ہرچہ باشی زود باش

میں یہ نہیں کہتا کہ تو اپنے نقصان کا کام کر یا نفع کی فکر میں ہو، بلکہ یہ کہتا

ہوں کہ اے فرصت سے بے خبر جو کچھ کرنا ہے جلدی کر لے، موت کو یاد رکھنا چاہئے، وقت ہمارا انتظار نہیں کرتا، بلکہ تیزی سے نکلا جا رہا ہے، ایک صاحب فرماتے ہیں:

رنگا لے چنریا گندا لے ری سیں
تو کیا کیا کرے گی اری دن کے دن
نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
کھڑی منہ تکے گی اری دن کے دن

معلوم نہیں کہ ادھر سے بلاوا کس وقت آجائے، کفِ افسوس ملتی رہ جائے گی۔ (یہ اشعار پڑھتے وقت اتنی رقت ہوتی تھی کہ ریش مبارک تر ہو جاتی تھی، اور سامعین وقت گریہ و بکا(۱) ہو جاتے تھے)

بخاری شریف میں حدیث ہے کہ بندہ ایک دفعہ اخلاص سے سبحان اللہ کہتا ہے تو آدھا پلڑا آخرت کی ترازو کا بھر جاتا ہے، آخرت کی ترازو اتنی بڑی ہے کہ جتنا کہ زمین اور آسمان کا درمیانی حصہ نظر آتا ہے، اور جب بندہ الحمد للہ کہتا ہے:

صِدْقًا مِنْ قَلْبِهٖ۔

ترجمہ: "دل کی تصدیق سے کہتا ہے۔"

تو نصف پلڑا باقی بھی بھر جاتا ہے:

سُبْحَانَ اللهِ نِصْفُ الْمِيْزَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ۔
(مشکوۃ ج ۱ ص ۲۰۴)

ترجمہ: "سبحان اللہ آدھا ترازو ہے اور الحمد للہ ترازو کو بھر دیتا ہے۔"

---

(۱) آہ وزاری (رونا)

اور جب یہ کہتا ہے...... وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ...... تو اس کی سمائی زمین و آسمان میں نہیں ہوتی، چیر کر عرش کو نکل جاتا ہے، اور ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۸۴ میں یہ بھی آیا ہے کہ...... لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ...... جنت کے خزانوں میں سے ایک مخفی خزانہ ہی، اس کا ثواب آخرت میں کھلے گا۔

امام بخاری نے اپنی صحیح کو اس حدیث پر ختم فرمایا ہے: كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ، حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۴۸)

دو کلمے جو زبان پر خفیف ہیں آسانی سے ادا ہو جاتے ہیں آخرت کی ترازو میں بڑے وزنی ہیں، رحمٰن کو بہت محبوب ہیں، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

خیال فرمائیں جو شخص ان کا ورد ہر وقت رکھتا ہے کس قدر ثواب اس کو ملے گا پہلے جو حدیث: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْاَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰهُ ذکر کی گئی ہے اس سے ثابت ہوا کہ مجرد (۱) اللہ اللہ بھی ذکر ہے۔

یوں بھی روایت ہے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاُ الْمِيْزَانَ ...... یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ دونوں مل کر ترازو کا پلڑا بھر دیتے ہیں۔

☆☆☆☆

ختم نبوت پر ایک نادر تحقیق

غالباً نومبر 1959ء لاہور میں حاجی متین احمد ؒ کی کوٹھی پر حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ اور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی ؒ بھی اس

---

(۱) اکیلا (صرف)

مجلس میں تشریف فرما تھے، حضرت اقدس نے احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ) سے فرمایا کہ ختم نبوت کے متعلق اگر کوئی تقریر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد ہو تو سناؤ، میں نے عرض کیا تقریریں تو بہت سی ہیں:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۴۰

(سورۃ الاحزاب: ۴۰)

”محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مہر ہیں سب نبیوں کے۔ اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کا جاننے والا ہے۔“

اس پر بھی ایک تقریر طویل آپ نے کی تھی، اب میں ایک اور تقریر سناتا ہوں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝۸۱ (سورۃ آل عمران: ۸۱)

”جب لیا اللہ تعالیٰ نے عہد انبیاء کرام علیہم السلام سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتا دے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر

ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے فرمایا کہ تم نے اقرار کرلیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کرلیا وہ بولے ہم نے اقرار کرلیا۔ فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔"

نبوت کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کیا، اس کو حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں رکھ دیا، اور حضرت نوح علیہ السلام آدم ثانی ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں منحصر کردیا...... وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ ...... پھر اس کی دو شاخیں کردیں، ایک بنی اسرائیل، چنانچہ ان کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرار پائے۔

دوسری بنی اسماعیل ان میں خاتم النبیین علی الاطلاق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار پائے، اور سلسلہ نبوت آپ پر اختتام فرما دیا، اور بنی آدم کی سیادت آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کردی۔

أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، بِيَدِيْ لِوَآءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ (ترمذی ج ۲ ص ۲۰۲)، وَ قَدْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ أَيْ مِنْهُمْ بِنُصْرَتِهٖ إِنْ أَدْرَكُوْا زَمَانَهٗ، وَقَدْ أَدْرَكُوْهُ فِي الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى وَيُدْرِكُوْنَهٗ يَوْمَ الْعَرْضِ الْأَكْبَرِ۔

"میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور یہ میں بطور فخر نہیں کہتا میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے وعدہ لیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کا اگر وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کو پالے اور ان سب نے مسجد اقصیٰ میں آپ کا زمانہ پالیا اور قیامت کے دن بھی سب

آپ کا زمانہ پائیں گے۔"

اور فرمایا حضرت آدم علیہ السلام اور سب نبی میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور سب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسجد اقصیٰ میں زمانہ پالیا، اور آئندہ بھی پالیں گے اور اگر سب کے سب ایک زمانہ میں ہوتے تو آپ کی مثال ایسی ہوتی، جیسا کہ امام اکبر ہوتا ہے، لیکن چونکہ آگے پیچھے ظاہر ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال شئے کے رتبے میں ظاہر ہوئے اور یہ تاخر زمانہ کے اعتبار سے ظاہر ہوا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ...... بَدَأَبِيَ الْخَلْقُ وَكُنْتُ آخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ...... میرے ذریعے خلق ظاہر ہوئی اور ابتداء مجھ سے ہوئی اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے بعد میں مجھے مبعوث کیا گیا۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ وَآخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ (کنز العمال حدیث ۳۲۱۲۹) ...... میں خلق میں سب سے اول ہوں اور بعث میں سب سے آخر، یہ حدیثیں درمنثور اور کنز العمال میں ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ثابت ہے اور روح المعانی میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے اخذ میثاق کیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں اور یہ بھی کہ حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اعلان کرنا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا یعنی نبوت کسی کو تفویض نہیں کی جائے گی: اَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدِيْ ...... کو تفسیر درمنثور مسند احمد، ابن جریر اور حاکم اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا اور حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے تلخیص مستدرک میں اس روایت کی تصحیح کی ہے:

اِنِّيْ عِنْدَ اللّٰهِ فِيْ اُمِّ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَ اَنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ۔ (مسند احمد ج ۲۸ ص ۳۹۵)

"میں اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں خاتم النبیین لکھا گیا تھا اور آدم علیہ السلام ابھی کیچڑ میں تھے۔"

اور یہ میثاق نبیوں سے لیا گیا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ۔ (سورۃ آل عمران:۱۸۷)

"اور جب اللہ نے عہد لیا اہلِ کتاب سے۔"

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ (سورۃ البقرۃ:۶۳)

"اور جب ہم نے تم سے اقرار لیا اور بلند کیا تمہارے اوپر کوہ طور کو۔"

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمْ رُسُلًا ؕ (سورۃ المائدہ:۷۰)

"اور ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف رسولوں کو بھیجا۔"

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ۝ (سورۃ الاحزاب:۷)

"اور جب ہم نے انبیاء کرام علیہم السلام سے وعدہ لیا اور اقرار لیا اور تجھ سے بھی لیا اور نوح علیہ السلام سے اور ابراہیم علیہ السلام سے اور عیسیٰ علیہ السلام جو مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں اور لیا ہم نے ان سے مضبوط اقرار۔"

حاصل کلام یہ ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اَخذِ میثاق کیا گیا۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک طویل

نعتیہ قصیدہ فارسی زبان میں ہے، اس میں فرماتے ہیں:

آیت میثاق در وے ثُمَّ ہست
ایں ہمہ از مقتضائے ختم است

"آیت میثاق میں لفظ ثم ہے یہ سب ختم نبوت کے مقتضیات میں سے ہیں۔"

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ ۔ (سورۃ آل عمران:۸۱)

"پھر آیا تمہارے پاس ایسا رسول جو تصدیق کرنے والا ہے اس دین کی جو تمہارے پاس ہے۔"

یہ سب کچھ بہ مقتضائے ختم نبوت ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک طرف رکھا گیا اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو ایک طرف رکھا گیا، معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے اس امت کے نبی ہیں نبی الانبیاء بھی آپ ہی ہیں، ثُمَّ جَآءَكُمْ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ عظیم الشان رسول سب نبیوں کے بعد آئے گا، سورۃ الصافات میں ہے:

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ (سورۃ الصافات:۳۷)

"وہ رسول حق لے کر آ گیا اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تصدیق کر دی۔"

اگر غور سے دیکھو گے تو اس آیت میں ...... وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ ...... میں لام استغراق کے لئے ہے اور جو رسول آئے گا وہ سب کے بعد ہوگا، اور نزول عیسیٰ علیہ السلام میں جو حدیث میں آتا ہے ...... حَكَمًا عَدْلًا ...... وہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا نزول بحیثیت پیغمبر نہیں ہوگا۔ پیغمبر تو عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے لیکن بحیثیت حَکَم عدل تشریف لائیں گے جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے علاقے میں تشریف لے گئے، پیغمبر تو تھے لیکن بحیثیت پیغمبر کے

تشریف نہیں لے گئے تھے، شریعت یوسفی پر عامل تھے، جیسا کہ

لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا لَمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِيْ۔ (مرقاۃ ج ا ص ۲۵۱ طبع مصر)

”اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ (یعنی اس جہان میں) ہوتے تو اس کو بھی میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔“

الحاصل یہ نکھر گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے میثاق لیا گیا، قرآن عزیز میں ہے:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۰۱)

”اور جب آیا انکے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے تصدیق کرنے والا اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے تو پھینک دیا ایک جماعت نے اہلِ کتاب میں سے اللہ کی کتاب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں۔“

ہدایت الحیاریٰ میں ہے:

لَوْ لَمْ يَظْهَرْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَطَلَتْ نُبُوَّةُ سَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ۔

اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابن عبد اللہ کا ظہور نہ ہوتا تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت باطل ہو جاتی۔ سو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کی تصدیق فعلی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ (سورۃ الصافات:۳۷)

”بلکہ ایک سچا دین لے کر آئے ہیں اور دوسرے پیغمبروں کی

تصدیق کرتے ہیں۔“

یہ تفسیر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمائی جو اجل مفسرین میں سے ہیں۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف لانا اس کی دلیل ہے کہ باری تعالیٰ اور کوئی نبی نہیں بھیجے گا، یعنی آپ کے بعد کسی کو نبوت تفویض نہ کی جائے گی عدد انبیاء کا ختم ہوگیا ہے اور حسبِ حاجت کسی پہلے نبی ہی کو بھیجا جائے گا تاکہ دلیل ہوجائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی خاتم النبیین ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاکر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے تاکہ سب پر ثابت ہوجائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سب سے افضل اور خاتم النبیین ہیں، تورات میں ہے: ”نابی میابیخ مقربج یا خیم لخ الاوخ الاوتشماعون“، یعنی...... نَبِیٌّ من قُرْبِكَ مِنْ اَخِیْكَ كَاَخِیْكَ یُقِیْمُ لَكَ اِلٰهُكَ اِلَیْهِ تَسْمَعُوْنَ...... ”میں تیرے قریبی بھائی بندوں میں سے ایک نبی مبعوث کروں گا تم اسی کی سنو۔“

بنی اسرائیل کے قریبی بھائی بند بنی اسماعیل ہی ہیں۔ ان ہی میں سے نبی برحق مبعوث ہوئے ان ہی کے اتباع کا حکم فرمایا جارہا ہے، وہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نکاح بھی کریں گے، اور اولاد بھی ہوگی، اور حج وعمرہ بھی کریں گے اور چالیس سال قیام فرمانے کے بعد انتقال فرمائیں گے، ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی پھر روضہ پاک میں دفن ہونگے، جہاں ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حج کیا ہے، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک وادی سے گزرے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا:

أَيُّ وَادٍ هٰذَا؟

”یہ کون سی وادی ہے؟“

معلوم ہوا کہ وادی ازرق ہے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی مُوْسٰی (بخاری)...... کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو گویا دیکھ رہا ہوں، اپنی انگلی کانوں میں دے کر بلند آواز سے تلبیہ کہتے جا رہے ہیں۔

پھر حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ وادی ''ہرشیٰ'' سے گزر رہے ہیں، یہ مسلم شریف میں بھی ہے، شاید ان دونوں نبیوں نے اپنی زندگی میں حج نہیں کیا تھا، مسند احمد اور مسلم شریف میں بھی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج اور عمرہ کریں گے اور ''فجِ روحا'' سے احرام باندھیں گے۔

اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے حیات انبیاء علیہم السلام پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، مسلم شریف میں ہے:

> مَرَرْتُ بِمُوْسٰی لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِهٖ۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۶۸ باب فضائل موسیٰ)
>
> ''میں معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزرا کثیب احمر یعنی سرخ ٹیلے کے پاس وہ کھڑے تھے اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔''

اور مسند احمد میں صحیح ابن حبان اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے اور ابن جریر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انبیاء کرام علیہم السلام علاتی بھائی ہیں دین ان کا واحد ہے:

> اَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ، لِاَنَّهٗ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ نَبِیٌّ، وَاَنَّهٗ خَلِیْفَتِیْ عَلٰی اُمَّتِیْ، وَاَنَّهٗ نَازِلٌ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْهُ فَاعْرِفُوْهُ۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۷)

> ”میں عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کے زیادہ لائق ہوں کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ اور وہ میرا خلیفہ ہوگا میری امت پر وہ اترنے والا ہے جب تم ان کو دیکھو تو ان کی قدر کو پہچان لو۔“

اور مستدرک حاکم میں ہے:

وَلَيَاْتِيَنَّ عَلٰى قَبْرِيْ حَتّٰى يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَلَأَرُدَّنَّ عَلَيْهِ۔

(مستدرک حاکم ج ۲ ص ۵۹۵ طبع ہند)

> ”عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر آئیں گے میرے اوپر سلام کریں گے اور میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔“

اور فتح الباری میں بھی ہے، اور ایک ٹکڑا مسلم شریف میں بھی آیا ہے۔ اور واضح رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا تمام دائرہ از اول تا آخر طے فرمایا ہے لہٰذا اول اور آخر میں ظہور فرمایا، اور تمام دائرہ نبوت پر حاوی ہو گئے اس تقدیر پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا ظہور پذیر ہونا اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفادہ کے طور پر ہی ہو اس میں صریح منقصت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔

بس اتنی تقریر کی تھی کہ حضرت اقدس رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کو قلم بند کرو، اور حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی میرے پاس بیٹھے تھے اور بڑے غور سے سن رہے تھے، بہت ہی اصرار کیا کہ اسے ضرور قلم بند کرو، ورنہ میں آپ کے دروازے پر بیٹھ جاؤں گا، مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے تھے کہ بہاول پور کے حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کو بھی ضرور قلمبند کر دینا چاہیئے۔

☆☆☆☆

رسول کریم ﷺ کی پیشین گوئیوں کی عملی شکل

فرمایا کرتے تھے کہ جب تک رسول اکرم ﷺ کی پیشینگوئیاں دنیا میں عملی شکل اختیار نہ کرلیں گی اس وقت تک قیامت نہ آئے گی۔ (انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کا عملی مشاہدہ کرادیا جائے گا)

(فائدہ) اس بات کو اب پچاس سال کے قریب ہوگئے چنانچہ آہستہ آہستہ سب حقائق کا تجربہ ہوتا چلا جارہا ہے، اور آج کل کے خلائی سفر کرنے والے سترہ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سیر کرتے ہیں۔ ابھی یہ بھی ابتدائی حیثیت ہے، مستقبل قریب میں خلائی مسافروں کا سفر نہایت تیز رفتار ہوگا، وہ بہت حیرت انگیز ہوگا، کیونکہ ستاروں کی درمیانی مسافت کو بہت تیزی سے طے کرلیں گے، جس کا تصور بھی ہمارے لئے مشکل ہے۔

''گارڈن کوپر'' کا زمین کے اردگرد ۹۰ منٹ میں ۲۲ چکر لگانا ایسے نئے دور کا پیغام ہے جسے آئن سٹان نے اپنے نظریئے اضافت کی بناء پر پہلے ہی صحیح مان لیا تھا، یہ خلائی سفر گارڈن کوپر نے ۹۰ منٹ میں طے کرلیا۔ اور گارڈن کوپر کی عمر اس خلائی سفر میں کم ہوگئی۔ اب تو رسول کریم ﷺ کے سفر معراج اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا اور قرب قیامت میں نازل ہونا ایک حقیقت ثابتہ بن چکا ہے......

وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ۔

ترجمہ: ''بے شک ایک دن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان ہزار دنوں کے برابر ہے جن کو تم گنتے ہوں یعنی قیامت کا ایک دن دنیا کے ہزار دنوں کے برابر ہے۔''

کی تفسیر تجربے میں آگئی۔

ایک فلاسفر نے لکھا ہے کہ خلائی کشتی کے ذریعے ایک سے دوسرے کہکشاں تک آنا جانا ممکن الوقوع ہے اور وہاں کے حساب سے پچپن سال اور زمین کے حساب سے تین لاکھ سال گزر چکے ہوں گے۔ یہ اس نے بڑے تھکانے والے تجربے کے بعد حساب لگایا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے یہ کئی بار فرمایا تھا:

لَیْسَ عِنْدَ رَبِّكَ صَبَاحٌ وَلَا مَسَاءٌ۔

”اللہ تعالیٰ کے ہاں صبح وشام نہیں ہے۔“

هُنَا مَوْطِنٌ فَرْقُ الزَّمَانِ ثَبَاتُهُ
عَلَى حَالَةٍ لَيْسَتْ بِهِ غِيَرٌ تَتْرَى

”وہاں ایسا مقام ہے جہاں زمانے اور تغیر وتبدل کا گزر نہیں ہے۔“

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کے یہ اشعار بھی پڑھتے تھے:

قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ كَلَامًا قَدْ
حَكَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْهُ بِلَا نُكْرَانٍ
مَا عِنْدَهُ لَيْلٌ وَ لَا نَهَارٌ قُلْتُ
تَحْتَ الْفَلَكِ يُوْجَدُ ذَانِ
نُوْرُ السَّمَاوَاتِ الْعُلٰى مِنْ نُوْرِهِ
وَالْأَرْضُ كَيْفَ النَّجْمُ وَالْقَمَرَانِ
مِنْ نُوْرِ وَجْهِ الرَّبِّ جَلَّ جَلَالُهُ
كَذَا حَكَاهُ الْحَافِظُ الطَّبْرَانِيُّ

ترجمہ: ”ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک بات فرمائی ہے دارمی نے

ان سے نقل کی ہے بغیر انکار کے کہ اللہ کے ہاں رات دن نہیں ہے تو میں نے کہا کہ آسمان کے نیچے یہ دونوں یعنی رات و دن موجود ہوتے ہیں۔ اونچے آسمان کی روشنی اس کی نور سے ہے اور زمین کی روشنی بھی ان کی نور سے ہے اور چاند اور ستارے ان کی روشنی اللہ جل جلالہ کی ذات اقدس کے نور سے ہے۔ اسی طرح حافظ طبرانی نے بھی حکایت کی ہے۔"

یہی مراد اس حدیث کی ہے:

اِنَّ اللہَ لَا یَنَامُ وَ لَا یَنْبَغِیْ لَہٗ اَنْ یَّنَامَ یُخْفِضُ الْقِسْطَ وَ یَرْفَعُہٗ، وَ یَرْفَعُ اِلَیْہِ عَمَلُ اللَّیْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّھَارِ، وَ عَمَلُ النَّھَارِ قَبْلَ اللَّیْلِ، حِجَابُہُ النُّوْرُ، فَھٰذِہٖ حَضْرَۃٌ فَوْقَ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ، کَمَا فِیْ رُوْحِ الْمَعَانِیْ،

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نہ سوتے ہیں اور نہ سونا ان کی شان کے مناسب ہے۔ ترازوں کو پست کرتا ہے اور اوپر کرتا ہے رات کا عمل اس کے پاس جاتا ہے دن سے پہلے اور دن کا عمل اس کے پاس جاتا ہے رات سے پہلے اور اس کا حجاب نور ہے۔"

جیسے روح المعانی میں ہے:

وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّھَا ۔ (سورۃ الزمر:۶۹)

ترجمہ: "اور زمین چمک گئی اپنے رب کے نور سے۔"

وَاِنَّ جَھَنَّمَ لَمُحِیْطَۃٌ بِالْکَافِرِیْنَ۔

ترجمہ: "اور بے شک جہنم احاطہ کرنے والی ہے کفار کا۔"

میرے نزدیک یہ محقق ہوگیا کہ معانی آخرت میں مُتَجَسِّد (۱) ہوجائیں گے، شیخ اکبر رحمہ اللہ کی بھی یہی تحقیق ہے چنانچہ فتوحات میں لکھا ہے اور دوانی نے اپنے رسالہ الزوراء میں آیت بالا سے اس کو تقویت دی یعنی اب بھی جہنم محیط ہے لیکن آنکھوں سے مستور ہے اور حشر میں یہ سب کچھ منکشف ہوجائے گا:

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ۔

(سورۃ قٓ: ۲۲)

ترجمہ: ”اب کھول دیا ہم نے تجھ سے تیرا پردہ پس آج تیری نظر تیز ہے (یعنی آج ہم نے تیری آنکھ سے شہوات کے پردے ہٹا دیئے اور تیری نگاہ کو خوب تیز کردیا)۔“

بندوق کا شکار

درس بخاری شریف میں فرمایا تھا کہ مجھ سے بعض احباب نے مدینہ منورہ میں یہ مسئلہ پوچھا تھا کہ بندوق کا شکار کیا ہوا جائز ہے یا ناجائز؟ میں نے ایک مستقل رسالہ کی شکل میں جواب لکھا تھا، حاصل یہ کہ بندوق کی گولی توڑتی ہے زخم نہیں کرتی، تو یہ وقیذ کے مشابہ ہوا، گو مالکیہ کے ہاں جائز ہے بہرحال اگر بندوق کا شکار زندہ مل جائے تو ذبح کرنا چاہیئے اگر مرجائے تو کھانا ناجائز ہے۔

☆☆☆☆

علم الفرائض پر ایک طویل نظم

فروض میں حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی ایک نظم ہے، ۱۹۲ اشعار ہیں، ابتدائی شعر اس طرح ہیں:

---

(۱) جسم اختیار کرنے والا۔

بعد حمد خدا و نعت رسول
بشنو از انور ظلوم وجہول
مال نبود چو مستحق العین
بعد تجہیز و دفن و دادن دین
ہم پس از عزل ثلث موصٰی بہ
ذی فروض مقررہ را دہ
عصبہ بعد ازاں برد ہمہ مال
بعد ازاں رد بذی فروض سگال
بعد ازیں دو فریق اے منعام
وارث مال داں ذوی الارحام

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ کی تعریف اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کے بعد سن لے انور ظلوم اور جہول سے۔ تجہیز و تکفین کے بعد اور قرض ادا کرنے کے بعد جو مال مستحق العین ہو۔ تو ثلث کے نکالنے کے بعد جس کی میت نے وصیت کی ہو ذوی الفروض جن کے حصے قرآن میں جتنے مقرر ہیں ان کو اتنے دو۔ ان سے جو مال بچ جائے عصبہ ان تمام مال کو لے جائیں گے اور اگر عصبہ نہ ہو تو جو مال ذوی الفروض سے بچ جائے وہ پھر ان پر رد کر دیں گے۔ ان دو فریق یعنی عصبہ اور ذوی الفروض کے بعد مال کے وارث جان ذوی الاحارم۔‘‘

☆☆☆☆

موانع ارث

مانع ارث آمده اند چهار
رق و قتل اختلاف دین و دار
لیک قتلے کہ بالسبب باشد
مانع ارث کس نمی باشد

ترجمہ: ”چار چیزیں میراث دینے سے روکتی ہیں۔ غلام ہونا دوسرا قتل یعنی قاتل محروم ہوتا ہے میراث سے تیسرے اختلاف دین یعنی کافر اگر وارث ہے اس کو مسلمان کی میراث سے نہیں ملے گا، تیسرا اختلاف دار یعنی ایک ملک میں رہنے والے کا دوسرے ملک والا وارث نہیں ہوگا۔ لیکن قتل بالسبب مانع من المیراث نہ ہوگا۔“

یہ بھی پہلے درس بخاری شریف ۱۳۳۸ھ، ۱۳۳۹ھ میں سنایا تھا، پھر تو مراد آباد میں مدرسہ فخریہ میں جب مولانا فخر الدین صاحب مدرس تھے کچھ اضافات کے ساتھ طبع کرادیا تھا اور ”النور الفائض علی نظم علم الفرائض“ عنوان رکھا۔

☆☆☆☆

نماز کے لئے رغبت

حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ فرماتے تھے کہ مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ ایک دفعہ گنگوہ تشریف لے گئے اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ سے عرض کیا حضرت میرے لئے دعا فرمائیں کہ مجھے نماز پڑھنی آجائے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ نے فرمایا ”اور رہ ہی کیا گیا“، سبحان اللہ! نماز ہی کی فکر رہی۔

☆☆☆☆

اختلاف میں اتحاد

ارشاد ہوا دو شریف آدمی مذہب و مسلک کے اختلاف کے باوجود آپس میں مل جل کر شریفانہ زندگی گزار سکتے ہیں۔

☆☆☆☆

حضرت شاہ صاحب ؒ کا تبحر علمی

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی ؒ نے ماہنامہ القاسم شوال ۱۳۳۰ھ ص ۱۶ میں تحریر فرمایا ہے کہ

> ”شوال ۱۳۳۰ھ سے ایک وظیفہ رفیق دار العلوم دیوبند پچاس روپے ماہوار کا مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ کو دیا جائے گا جنہیں عظیم الشان جلسہ دستار بندی ۱۳۲۸ھ میں سب سے پہلے دستار فضیلت ملی، اور علوم شریعت میں تبحر اور زہد و تقویٰ میں سلف صالح کا نمونہ سمجھے جاتے ہیں۔“
>
> (عبید اللہ ناظم الانصار دار العلوم دیوبند)

نقش حیات میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے، رسالہ ”القاسم الرشید“ کی پرانی فائلیں دیکھنے سے بہت کچھ مواد مل سکتا ہے۔

☆......فرمایا:

> قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ۔ (سورۃ سبا:۲۲)
>
> ترجمہ: ”آپ کہہ دیجئے پکارو ان کو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود گمان کرتے ہو۔ وہ مالک نہیں ایک ذرہ کے آسمانوں

> میں اور نہ زمین میں یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جن لوگوں پر
> تمہیں خدائی کا گمان ہے ذرا کسی مشکل وقت میں ان کو پکارو
> کہ وہ کچھ کرسکتے یا نہیں۔''

ابوعبداللہ رازی کہتے ہیں جو مذاہب کہ مفضی الی الشرک ہیں وہ چار ہیں:

(۱) وہ لوگ جو اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا کیا اور زمین اور زمینیات کو ان کے حکم میں کردیا، اور ہم زمینیات میں سے ہیں اس لئے ہم کواکب اور ملائکہ کو پوجتے ہیں جو کہ آسمانی ہیں، اور وہ ہمارے الٰہ ہیں، اور اللہ ان کا معبود ہے لہٰذا ان کا قول باری تعالیٰ نے رد کردیا:

﴿لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ كَمَا اعْتَرَفْتُمْ،
﴿وَلَا فِي الْأَرْضِ﴾ كَمَا زَعَمْتُمْ۔

> ترجمہ: ''یعنی وہ ایک ذرہ بھر کے مالک نہیں آسمانوں میں
> جیسے تم نے اعتراف کیا ہے ورنہ وہ مالک ہے زمین میں جیسے
> تمہارا گمان ہے۔''

(۲) آسمانوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے مستقل، اور زمینوں اور زمینیات کا خالق ہے بواسطہ کواکب، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے عناصر پیدا کئے، اور جو ترکیبات ان میں ہیں اِتصال(۱) اور حرکات اور طوالع(۲) اس لئے انہوں نے شریک قرار دیئے اللہ تعالیٰ کی زمین میں، اور پہلوں نے زمین کو اللہ تعالیٰ کے غیر کی (تخلیق و ملکیت) قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے رد فرمادیا:

وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ (سورۃ سباء:۲۲)

---

(۱) ملاپ

(۲) منوّر کرنے والے

ترجمہ: ’’کسی غیر کا ان دونوں میں کچھ حصہ نہیں ہے۔‘‘

اَیْ اَلْاَرْضِ کَا لسَّمَاءِ لِلّٰهِ لَيْسَ لِغَيْرِهٖ فِيْهِمَا مِنْ نَصِيْبٍ۔

ترجمہ: ’’نہیں ہے اس کے غیر کے لئے زمین و آسمان میں کچھ حصہ یعنی زمین بھی آسمان کی طرح ہے۔‘‘

(۳) وہ جو قائل ہیں اس بات کے کہ ترکیبات تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے سپرد کر دیا ستاروں کے، اور حوادثات کا انتساب اِذن (۱) دینے والے کی طرف کیا جاتا ہے نہ کہ ماذون (۲) کی طرف اور فقط آسمانوں ہی کو منسوب باری تعالیٰ کی طرف کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے باطل قرار دیا اس کلام سے۔

وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ○ (سورۃ سباء: ۲۲)

ترجمہ: ’’اور ان کے لئے ان میں سے کوئی مددگار بھی نہیں۔‘‘

(۴) بعض کہتے ہیں ہم اصنام (۳) کو پوجتے ہیں جو ملائکہ کی تصویریں ہیں تا کہ ہماری شفاعت کریں، پس اللہ تعالیٰ نے باطل قرار دیا:

لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ۔ (سورۃ طٰہٰ: ۱۰۹)

ترجمہ: ’’ان کو سفارش فائدہ نہیں دے گی۔‘‘

جملہ الشفاعۃ میں الف لام ظاہر ہے کہ عموم کے لئے ہے اور شفاعت سے مراد شفاعت عامہ یعنی تمام مخلوقات کی ہے، بعض کہتے ہیں کہ الف لام عہد کے لئے ہے یعنی شفاعت ملائکہ کی جن کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

---

(۱) اجازت، حکم

(۲) جسے حکم دیا جائے۔

(۳) صنم کی جمع پتھر کے بت

☆......فرمایا:

إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (سورۃ النساء:۱۱۶)

ترجمہ: ’’بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس کو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنائے اور بخشتا ہے اس کے سوا جس کو چاہے یعنی شرک سے نیچے کے گناہ جس کو چاہے اللہ تعالیٰ بخش دے گا مگر شرک کو ہرگز نہیں بخشے گا۔‘‘

جو موت علی الکفر کی عدم مغفرت قرآن پاک میں بار بار ذکر فرمائی گئی ہے چنانچہ سورۃ آل عمران میں ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۚ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾

(سورۃ آل عمران:۹۱)

ترجمہ: ’’جو لوگ کافر ہوئے اور کافر ہی مر گئے تو ہرگز قبول نہیں ہوگا ان میں سے کسی ایک سے زمین بھر کر سونا۔ اگرچہ بدلہ دیوے اس قدر سونا ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور کوئی نہیں ان کا مددگار یعنی دنیا کی حکومتوں کی طرح وہاں سونے چاندی کی رشوت نہیں چلے گی وہاں تو صرف دولت ایمان کام دے سکتی ہے۔‘‘

اور اس سے قبل بھی یہی مضمون فرمایا گیا ہے نیز سورۃ النساء میں فرمایا گیا ہے:

وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ⑱ (سورۃ النساء:۱۸) وغیرھا من الآیات

ترجمہ: ”اور نہ ان لوگوں کی مغفرت ہوگی اور نہ ان سے فدیہ قبول کیا جائے گا جو کفر کی حالت میں مرجائے ان کے لئے دردناک عذاب ہم نے تیار کیا ہے۔“

لہٰذا اس آیت کے ساتھ اس کا ذکر چھوڑ دیا گیا، کیوں کہ دو چیزیں ہیں اگرچہ شرعاً حکم شرک کا بھی کفر ہی ہے کیوں کہ ان دونوں میں تغایر نہیں ہے کیوں کہ شرک اقرار الوہیت کے ساتھ جمع ہوجاتا ہے، چنانچہ مشرکین عرب ایسے ہی تھے۔ اور کفر کبھی تو جحود(۱) باری تعالیٰ سے ہوتا ہے، اور کبھی اس کے رسولوں کے انکار سے بھی کفر ثابت ہوجاتا ہے۔ اس لئے یہاں آیت میں شرک کو ذکر فرمایا اس لئے یہاں پر عنوان شرک کا رکھا، اور قرآن مجید میں رعایت عنوان کی اور لغت کی اہم ہے۔

☆......فرمایا اشراک باللہ کی کئی اقسام ہیں: (۱) اشراك فی العبادة (۲) اشراک في الصفات (۳) اشراك فی الطاعة۔

اشراک فی العبادۃ کہ عبادت غیر اللہ کی کرے، لیکن اس کو معبود یقین کرے یا نہ کرے، جیسے مشرکین عرب کہتے تھے:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ (سورۃ الزمر:۳)

ترجمہ: ”ہم ان بتوں کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ تک پہنچا دے قریب کے درجہ میں یعنی ان چھوٹے خداؤں کی عبادت کرکے ہم بڑے خدا کے قریب

---

(۱) جان بوجھ کر انکار۔

ہو جائیں گے۔"

اشراک فی الطاعۃ یہ ہے کہ تحلیل الحرام میں اور تحریم حلال میں غیر اللہ کا کہنا مان لے، جیسا کہ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی رحمہ اللہ نے متنبہ کیا ہے، جیسا کہ نصاریٰ...... اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط (سورۃ آل عمران: ۶۴) ...... مانتے تھے یہ بھی ایک نوع شرک کی ہے۔ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی رحمہ اللہ نے اس کو اشراک فی الطاعۃ فرمایا ہے۔

وحدت دعوت انبیاء

فرمایا ابنِ رُشد نے "تہافت الفلاسفۃ" میں فرمایا ہے کہ تعلیم قیامت تورات سے قبل نہیں تھی۔ میں کہتا ہوں بلکہ تعلیم قیامت تو نجات ہے اور ادیان سماویہ(۱) کی اور شرائع انبیاء کرام علیہم السلام کی اساس ہے، تو ضروری ہے کہ اس کی تعلیم بھی شروع سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو، کیوں کہ شرائع اگرچہ بدلتی رہی ہیں لیکن اصل تو تبدیل نہیں ہوئی۔ تفاسیر میں ہے کہ حرمت خنزیر حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے ہے، ہاں ان نقول کے انتقاد کی ضرورت ہے، تو قیامت کا عقیدہ جو کہ اصول دین سے ہے پہلے سے کیوں نہ موجود ہوگا۔

تعظیم مفرط پر نکیر

جس روز بہاولپور تشریف فرما ہوئے ظہر کی نماز ایک چھوٹی سی مسجد میں ادا کرنے کے بعد مولانا فاروق احمد رحمہ اللہ سے فرمانے لگے، یہ اتنا مجمع کیوں ہے؟ جواب دیا یہ لوگ آپ کی زیارت کے لئے آئے ہیں، فرمایا زیارت کسی اللہ تعالیٰ کے پاک بندے کی کرنی چاہئے، ہم تو عام آدمی ہیں، خیر بیٹھئے میں ایمان اور اسلام اور اذکار کے متعلق کچھ سنانا چاہتا ہوں، پھر اس پر وعظ فرمایا، قرآن و

---

(۱) آسمانی مذاہب

حدیث پیش فرماتے گئے، پھر مولانا فاروق احمد رحمۃ اللہ علیہ احقر سے فرمانے لگے کہ مولانا غلام محمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آئے ہیں، مکان پر تشریف فرما ہیں، تو عرض کر دے کہ وعظ بند کر دیں، میں نے کہا میں تو جرأت نہیں کر سکتا، ہم دونوں ایک دوسرے کے کان میں بات کر رہے تھے حضرت نے فوراً وعظ بند کر دیا اور دعا فرما کر باہر تشریف لے آئے، راستے میں عرض کیا کہ مولانا دین پوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہوئے ہیں، مکان پر پہنچ کر ملاقات فرمائی، اور معانقہ کیا حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ پر رقت نے زور کیا، بہت روئے، پھر پلنگ پر سرہانے کی طرف حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کو بٹھانے لگے، حضرت نے اصرار کیا کہ آپ ہی ادھر بیٹھیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تکیہ حضرت دین پوری کی طرف رکھ دیا کہ آپ تکیہ لگا کر بیٹھیں، خود بھی بیٹھ گئے پھر خدام حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے لگے پہلے پاؤں کو ہاتھ لگاتے پھر گھٹنوں کو پھر مصافحہ کرتے، ایک کو فرمایا ارے بھائی! فقط مصافحہ سنت ہے، اور دوسرے سے بھی یہی فرمایا، تیسرا آیا اس نے جب گھٹنوں کو ہاتھ لگایا تو اس کے دونوں بازو تھام لئے اور فرمایا کیا پیغمبر کی سنت سے عداوت ہی ہے؟ پرے ہٹ کر بیٹھ جاؤ، میں اس مسئلہ کو کشف کرنا چاہتا ہوں۔

پھر شرح و بسط کے ساتھ مسئلہ بیان فرمایا، کہ نماز میں جو ارکان شریعت نے رکھے ہیں ان میں قیام تو مشترک ہے، ہم ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں، لیکن حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو آدمی یہ چاہے کہ میں بیٹھوں اور لوگ میری تعظیم کے لئے کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ رہا رکوع تو یہ مکروہ تحریمی ہے اور سجدۂ تحیہ اور تعظیمی یہ حرام ہے۔ فقط مصافحہ سنت ہے۔

ایک صاحب نے ایک رسالہ میں سجدۂ تحیہ کا جواز لکھ کر میرے پاس ڈابھیل بھیجا، میں اردو کے رسائل کم دیکھتا ہوں، اٹھا کر ایک دو جگہ سے دیکھا، انہوں نے لکھا کہ سجدہ تحیہ کی حرمت کسی نص سے ثابت نہیں، حالانکہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ پہلے سجدہ تعظیم تھی آپس کی، فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے وہ رواج موقوف کیا۔

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ۔ (سورۃ الجن:۱۸)

ترجمہ: ''اور مسجدیں اللہ تعالیٰ کی یاد کی واسطے ہیں۔''

یعنی مسجدیں خاص عبادت الٰہی کے لئے بنائی جاتی ہیں تو وہاں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے مدد مانگنا ظلم عظیم ہے۔

اس وقت پہلے رواج پر چلنا ایسا ہے جیسا کہ کوئی آدمی بہن سے نکاح کرے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت ہوا ہے، (سورۃ یوسف کی تفسیر میں آیت ۱۰۰ کے تحت شاہ صاحب نے یہ ذکر فرمایا ہے):

وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۔ (سورۃ یوسف:۱۰۰)

ترجمہ: ''اور سب گرے اس کے آگے سجدے میں۔''

یعنی ماں باپ اور سب بھائی یوسف علیہ السلام کے آگے سجدے میں گر پڑے، یہ سجدہ تعظیمی تھا اب ہماری شریعت میں یہ بھی ممنوع ہے اور حرام ہے۔

اور سورۃ الجن میں وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ ''سجدے کے ہاتھ پاؤں حق اللہ تعالیٰ کا ہے۔''

غرض سجدۂ تحیہ کی حرمت احادیث کثیرہ سے ثابت ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ ہاتھوں کو بوسہ دینا جائز ہے مثلاً اپنے استاذ کو یا کوئی اور واجب الاحترام آدمی ہو۔ (درمختار)

مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ شیخ الجامعہ نے بوقت رخصت جب حضرت شاہ

صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا، تو فرمایا کہ لوگ حاجی بنائیں گے۔

۱۔ لفظ قدر کی تحقیق

فرمایا:

فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ۔ (سورة الانبیاء:۸۷)

”پس گمان کیا ہم اس پر تنگی نہیں پکڑیں گے۔“

(فائدہ) كَمَا فِيْ ”فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ“ پس اس پر رزق تنگ کردیا۔ کما بینه الطحاوی فی مشکله۔

۲۔ رؤیت انبیاء مشاہدہ ہے

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ط (سورة الاسراء:۶۰)

ترجمہ: ”اور ایسے ہی وہ درخت جس پر لعنت ہے قرآن میں یعنی زقوم کا درخت۔“

شجر ملعونہ کے ذکر کو معراج سے اس لئے ملا دیا کہ یہ بھی کفار کا ایک طعنہ تھا، جیسے کہ معراج میں ان کو اعتراض تھا، چنانچہ عمدۃ القاری میں ہے کہ کفار کہتے تھے کہ آپ کیسے راتوں رات بیت المقدس تک ہوآئے، اور شجرہ کے متعلق کہتے تھے کہ سو درخت آگ میں کیسے ہوسکتا ہے؟ حالانکہ آگ کا کام تو جلانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سب کچھ آسان ہے۔

۳۔ فرمایا کہ عالم غیب کی چیزیں حالت یقظہ(۱) میں مشاہدہ کرنے کی تعبیر رؤیا سے کی گئی ہے، میں نے تورات میں اکثر دیکھا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مشاہدات عالم یقظہ میں ہوئے، یہاں لفظ اکثر استعمال کیا گیا ہے تورات ہی میں ہے کہ حضرت حزقیل علیہ السلام ایک ندی کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ایک

---

(۱) بیداری۔

رؤیا دیکھا، حالانکہ یہ عالم بیداری میں رؤیا تھا، فوراً مجھے تنبہ ہوا کہ یہ لفظ رؤیا انبیاء کرام علیہم السلام کے عالم یقظہ کے مشاہدات پر بھی بولا گیا ہے، حافظ نے فتح الباری میں بھی اس پر بحث کی ہے۔

یہ ایسا ہے جیسے کشف کا لفظ صوفیاء کے ہاں، لغت میں تو کشف کے معنی وُضوح (۱) کے ہیں، کبھی باصرہ کے ساتھ عالم یقظہ میں دیکھنے پر بھی کشف کا لفظ بولا گیا ہے۔

۴۔ فرمایا کہ قادیانی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر زندہ ہوتے تو شب معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوتی مگر آپ نے آنے کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا، میں کہتا ہوں کہ یہ دھوکا ہے اس لئے کہ ابن ماجہ میں واقعہ ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مذکور ہے، اور باہمی گفتگو بھی مذکور ہے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آنے کے متعلق تصریح فرمائی ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۳۰۹ باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ علیہ السلام، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں):

> لَمَّا أُسْرِیَ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ إِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى فَتَذَاكَرُوْا السَّاعَةَ. فَبَدَءُوْا بِإِبْرَاهِيْمَ فَسَأَلُوْهُ عَنْهَا فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مِنْ عِلْمٍ. ثُمَّ سَأَلُوْا مُوْسٰى فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مِنْ عِلْمٍ. فَرَدَّ الْحَدِيْثَ إِلٰى عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ. فَقَالَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ دُوْنَ وَجْبَتِهَا. أَمَّا وَجْبَتُهَا فَلَا يَعْلَمُهَا، إِلَّا اللهُ فَذَكَرَ خُرُوْجَ الدَّجَّالِ، قَالَ: فَأَنْزِلُ فَأَقْتُلُهُ۔

---

(۱) ظہور، ثبوت۔

ترجمہ: ”جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معراج کرایا گیا تو ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام سے اور عیسیٰ علیہ السلام سے انہوں نے قیامت کا مذاکرہ کیا سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام سے ابتداء کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے قیامت کے بارے میں سوال کیا لیکن ان کے پاس اس کا علم نہیں تھا پھر موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا ان کے پاس بھی اس کا علم نہیں تھا پھر عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا قیامت کے بارے میں لیکن ان کے واقع ہونے کے بارے میں نہیں کیونکہ اس کے وقوع کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں پھر دجال کے نکلنے کا تذکرہ کیا فرمایا وہ نازل ہوگا اور میں اس کو قتل کروں گا۔“

۵۔ ایام قیام قبا کی تحقیق

فرمایا یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قباء میں چودہ روز قیام پذیر رہے، چنانچہ بخاری صفحہ ۵۰۶ جلد ۱ میں تصریح ہے اور جو سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ قباء کا قیام چار دن رہا پس وہ سہو ہے، اس کا منشاء یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قباء میں داخل ہوئے منگل کے روز اور شہر مدینہ میں تشریف لائے جمعہ کے روز پس جمعہ اسی ہفتہ کا شمار کر لیا گیا، اگر اعتراض کیا جائے کہ جمعہ ثانیہ کا اعتبار کرنے سے بھی حساب پورا نہیں ہوتا کیوں کہ منگل منگل آٹھ روز، بدھ جمعرات جمعہ تین دن مل کر گیارہ دن ہو گئے تو بخاری شریف میں مذکور چودہ دن پورے نہ ہوئے، جواب یہ ہے کہ جمعہ کے دن کا تشریف لے جانا قیام کی خاطر نہ تھا، بلکہ جمعہ کی نماز ادا کر کے واپس آ جانا مقصود تھا، پھر ہفتہ، اتوار اور پیر قباء میں رہ کر منگل کو مدینہ میں

تشریف لائے یہ پندرہ یا چودہ روز ہو گئے۔

۶۔ فضیلت حضرت ابو بکر ؓ قطعی ہے

ایک دفعہ فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر ؓ کی فضیلت امام اشعری ؒ کے نزدیک قطعی ہے اور امام باقلانی ؒ کے نزدیک ظنی ہے، میں کہتا ہوں کہ اشعری کا فرمانا اصوب(۱) ہے کیوں کہ اس کثرت سے احادیث اس باب میں مروی ہیں جن سے تواتر ثابت ہو جاتا ہے بلکہ تواتر سے بھی فوق، ایسی ہی فضیلت شیخین کی بھی ثابت ہے پھر ترتیب بھی قرابت کے برعکس ہے پس جو اقرب ہے نسباً وہ آخر ہے افضلیت میں، اس طرح کہ علی، عثمان، عمر ابو بکر ؓ۔ نیز افضیلت میں سیدنا صدیق اکبر ؓ اقدم ہیں، پھر سیدنا عمر فاروق ؓ پھر سیدنا عثمان غنی ؓ پھر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ۔

۷۔ امتناع قراءۃ خلف الامام

بخاری جلد اوّل ص ۵۲۳ میں ہے کہ فاروق اعظم ؓ پہلی رکعت فجر کی نماز میں سورۃ یوسف یا نحل پڑھتے تھے، حتیٰ کہ لوگ جمع ہو جاتے تھے پھر رکوع کرتے، معلوم ہوا کہ جو لوگ رکوع کے قریب ملتے تھے وہ سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے تھے، پس مدرک رکوع مدرک رکعت ہوا، پھر فاتحہ خلف الامام کہاں گئی، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

حَتّٰی یَجْتَمِعَ النَّاسُ۔

۸۔ توسل فعلی وقولی

بخاری میں قول عمر آیا ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا۔

---

(۱) بہترین، زیادہ صحیح

ترجمہ: ”اے اللہ! ہم آپ کے سامنے وسیلہ پکڑتے ہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سے، ہم پر بارش برسا۔“

یہ توسل فعلی ہے، رہا قولی توسل تو ترمذی میں ہے اعمیٰ کی حدیث میں ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، إِلٰى قَوْلِه: فَشَفِّعْهُ فِيَّ۔

ترجمہ: ”یا اللہ! ہم آپ کی طرف متوجہ کرتے ہیں آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محمد جو رحمت کے نبی ہیں ان کی سفارش ہمارے حق میں قبول فرما دیجئے۔“

(فائدہ) یہ حدیث ترمذی کے علاوہ زاد المعاد میں بھی ہے، اور تصحیح فرمائی ہے، مستدرک حاکم میں بھی ہے حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے، ذہبی نے حاکم کی تصحیح کی تصویب(۱) کی ہے۔

فقہاء سبعہ مدینہ

فرمایا فقہائے سبعہ مدینہ ان کے نام مبارک یہ ہیں:

اَلَا كُلُّ مَنْ لَا يَقْتَدِیْ بِأَئِمَّةٍ
فَقِسْمَتُهٗ ضِيْزٰى عَنِ الْحَقِّ خَارِجَهْ
فَخُذْهُمْ عُبَيْدُ اللهِ عُرْوَةُ قَاسِمٌ
سَعِيْدٌ أَبُوْبَكْرٍ سُلَيْمَانُ وَ خَارِجَهْ

ترجمہ: ”خبردار جو ائمہ کی اقتدا نہیں کرتے ان کی یہ تقسیم بھونڈی یعنی مہمل ہے۔ پکڑ لیجئے عبید اللہ عروہ، قاسم، سعید، ابوبکر، سلیمان اور خارجہ یعنی ان کی اقتداء کیجئے۔“

---

(۱) تصدیق۔

پس وہ عبید اللہ بن عتبہ بن مسعود، عروہ بن قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق، سعید بن المسیب، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، سلیمان بن یسار مدنی مولیٰ میمونہ، خارجہ بن زید بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہم۔ اگر کوئی ان اسماء کو کاغذ پر لکھ کر چھت سے تعویذ باندھ دے تو چھت کی لکڑی کو کیڑا نہیں لگتا۔

لفظ دُون کی ادبی تحقیق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ
الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔ (سورۃ الاعراف:۲۰۵)

ترجمہ: ”اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا
اور ڈرتا ہوا اور ایسی آواز سے جو پکار کر بولنے سے کم ہو۔
صبح کے وقت اور شام کے وقت۔“

اس میں دُوْنَ الْجَهْرِ، معطوف واقع ہوا ہے تو معلوم ہوا کہ ذکر جہر کا بھی جواز ہے، اور دون بمعنی ذرا کم یعنی جہر مفرط سے ذرا کم، فقہاء کا جہر مراد نہیں بلکہ

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ۔ (سورۃ النساء:۱۴۸)

ترجمہ: ”اللہ کو پسند نہیں کسی کی بری بات کو ظاہر کرنا۔“

کے قبیل سے ہے، مثلاً

وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ۔ (سورۃ الحجرات:۲)

ترجمہ: ”اور اس کے سامنے مت بولو چیخ کر۔“

یعنی نبی کریم ﷺ کی مجلس میں چیخ کر نہ بولو، جیسے اعراب (دیہاتی) بولتے تھے:

وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ۔ (سورۃ النساء:۴۸)

یعنی جو گناہ شرک سے کم درجہ کا ہوگا اسے بخش دے گا۔

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ۔

(سورۃ السجدہ:۲۱)

ترجمہ: ”اور البتہ چکھائیں گے ہم ان کو تھوڑا عذاب بڑے عذاب سے ورے یعنی آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا میں ذرہ کم درجے کا عذاب چکھائیں گے۔“

یعنی تھوڑا عذاب جو ورے ہے اس بڑے کے۔

ثُمَّ صَلَّىٰ رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا۔

ترجمہ: ”پھر دو رکعتیں ادا فرمائیں جو کہ پہلی دو رکعتوں سے کم طویل تھیں۔“

غرض فقہاء نے جہر کو ثابت کیا جو چیخ کر بولنے سے ذرا کم ہوتا ہے۔

سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۶۳ میں ہے:

فَإِنْ أَفْتَانَا بِفُتْيَا دُونَ الرَّجْمِ قَبِلْنَاهَا۔

پس اگر انہوں نے فتویٰ دیا رجم سے کم سزا کا تو ہم اس کو قبول کرلیں گے۔ (أسد الغابہ ص ۱۶۸)

غرض یہ کہ جہر مفرط کی نفی ہے، مطلقاً جہر کی نفی نہیں۔

(فائدہ) حضرت عبداللہ ذو البجادین رضی اللہ عنہ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ذکر جہر کرتے تھے، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے شکایت بھی کی کہ یہ شخص ریاکار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهُ مِنَ الْأَوَّاهِينَ۔

ترجمہ: ”بے شک وہ ذو البجادین سچے عاشق لوگوں میں سے ہیں۔“

اور خود حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کے ایمان کے واقعہ میں رات کے وقت نبی کریم ﷺ کا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا کعبہ میں بلند آواز سے ذکر فرمانا آیا ہے کعبہ شریف تو مساجد میں افضل ہے، کتب سیرت میں مصرح ہے۔ (اُسد الغابہ ص۱۶۱)

فرمایا: بزازیہ میں کلام مضطرب کیا ہے اور شامی میں تفصیل کی ہے۔

مختصر المعانی ص ۱۸۵ میں ہے:

> وَ مَعْنٰى دُوْنَ فِي الْأَصْلِ اَدْنٰى مِنَ الشَّيْءِ، يُقَالُ: دُوْنَ ذٰلِكَ إِذَا كَانَ أَحَطَّ مِنْهُ قَلِيْلًا۔
>
> "دون اصل میں کسی شیء کا کم درجہ کا ہونا "هٰذا دون ذلك" وہاں بولتے ہیں جب وہ شئے دوسری کی نسبت سے تھوڑی سی کم ہو۔"

لاہور میں ایک شخص کو تلقین ذکر کرتے وقت زور سے ضرب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی لگا کر دکھائی، دیوبند میں احقر جن حضرات کو بیعت کی غرض سے لے جاتا تھا جہر سے ذکر کرنا تلقین فرماتے تھے۔

اعجاز قرآنی

ایک دفعہ فرمایا کہ قرآن مجید کا اعجاز مفردات اور ترکیب وترتیب کلمات اور مقاصد وحقائق کی جملہ وجوہ سے ہے، مفردات میں ہے کہ قرآن مجید وہ کلمہ اختیار فرماتا ہے جس سے اَوْفٰى بِالْحَقِيْقَةِ وَ اَوْفٰى بِالْمَقَامِ۔ "اور حقیقت کو پورا واضح کرنے والا اور مقام کے زیادہ مناسب" سارے انس وجن بھی نہیں لاسکتے۔

مثلاً جاہلیت کے اعتقاد میں موت کے لئے توفی کا لفظ درست نہ تھا کیونکہ ان کے عقیدے میں نہ بقاء جسد تھی نہ بقاء روح۔

توفی وصول کرنے کو کہتے ہیں ان کے عقیدے میں موت توفی نہیں

ہوسکتی، قرآن مجید نے موت پر توفی کا اطلاق کیا، اور بتلایا کہ موت سے وصول یابی ہوتی ہے نہ فنا محض، اس حقیقت کو کلمہ توفی سے کشف کردیا اور کہیں کہیں اس لفظ کا اطلاق اپنے اصلی معنی جسد مع الروح کے وصول کرنے پر کیا۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ۔ (سورۃ الانعام:۱۰۰)

ترجمہ: ''اور ٹھہراتے ہیں اللہ کے لئے شریک جنّوں کو۔''

ظاہر قیاس یہ تھا کہ عبارت یوں ہوتی:

وَجَعَلُوا الْجِنَّ شُرَكَآءَ اللّٰهِ۔

لیکن مراد یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرائے کوئی معمولی جرم نہیں کیا، اللہ تعالیٰ کو جن کا شریک قرار دینے کا، مطلب یہ ہے کہ اللہ کی عظمت اور کبریائی کو جن کا ہم رتبہ قرار دے دیا، پس یہ مراد اسی ترتیب اور نشست الفاظ سے حاصل ہوسکتی ہے۔

مقصد قرآنی کی تشریح

مقاصد سے میری مراد مخاطبین کو سبق دینا لینا ہے، جیسا کہ علماء کرام نے اسماء حُسنیٰ کے شروع میں لکھا ہے مقاصد قرآن حکیم کے وہ ہونے چاہئیں جن سے مبدا اور معاش اور معاد اور فلاح ونجاح دنیا وآخرت وابستہ ہو۔

قرآنی حقائق

اس سے میری مراد امور غامضہ ہیں جن سے عقول وافکار قاصر رہیں اور تجاذب وتجانب اور نزاع عقلاء باقی رہا جیسے کہ مسئلہ خلق افعال عباد کہ عبد کا ربط اپنے فعل سے کیا ہے اور کیسے ہے اور اس فعل کا ربط قدرت ازلیہ سے کیسا ہے قرآن مجید ایسے مقام میں وہ تعبیر اختیار فرمائے گا جس سے اوفیٰ بالحقیقہ تعبیر بشری طاقت سے باہر ہے۔

کچھ ابتدائی دور سے متعلق

ریل گاڑی میں بہاول پور سے براستہ راجپورہ دیوبند واپسی کے سفر میں مجھے فرمایا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حاکم سے لیتے ہیں اور حاکم دار قطنی سے لیتے ہیں، احقر نے عرض کیا کہ سنن کبریٰ بیہقی پر علامہ ماردینی بیہقی کے لفظی اغلاط پر بھی گرفت کرتے جاتے ہیں، فرمایا: ان کی نظر چوکتی نہیں۔

فرمایا میں نے عمدۃ القاری کا حضرت شیخ الزمن مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں صحیح بخاری شروع کرنے سے ایک سال پہلے ہی مطالعہ کرلیا تھا، اور فتح الباری کا مطالعہ درس بخاری کے سال میں کیا تھا، مولانا مشیت اللہ بجنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ قسطلانی کی ارشاد الساری شرح بخاری کا مطالعہ بھی اسی سال کیا کرتے تھے، خود فرماتے تھے کہ میرے مطالعہ کی رفتار تیز ہوتی تھی کہ دو دو سو ورق مطالعہ کر لیتا تھا۔

مولانا محدث محمد اسحاق کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے صحیح مسلم، سنن نسائی، ابن ماجہ پڑھی ہیں، وہ تلمیذ مولانا خیر الدین آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں وہ اپنے والد سید محمود آلوسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی کے ہیں۔ ''اَلْجَوَابُ الْفَسِیْحُ لِمَا لَفَّقَ عَبْدَالْمَسِیْحِ'' اور ''بُلُوْغُ الْاَرَبْ وَ جِلَاءُ الْعَیْنَیْنِ فِیْ مُحَاکَمَۃِ بَیْنَ الْاَحْمَدَیْنِ'' اور بھی بڑی نفیس کتب کے مؤلف ہیں، اَلْجَوَابُ الْفَسِیْحُ تو احقر کے پاس بھی ہے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی بڑی تعریف فرمایا کرتے تھے، احقر نے ایک دفعہ امرتسر اور لاہور کے درمیان عرض کیا کہ علامہ خیر الدین آلوسی کی ایک کتاب رد عیسائیت میں ہے، لاہور شاہ عالمی دروازے پر میں نے چھ آنے میں خریدی تھی، فوراً فرمایا: اَلْجَوَابُ الْفَسِیْحُ ہے؟ میں حیران رہ گیا۔

مولانا محمد اسحاق صاحب کشمیری کا انتقال مدینہ منورہ میں ۱۳۲۲ھ میں

ہوا، فرماتے تھے ایک میرے استاذ تھے، اتنا رعب تھا کہ میں تھک جاتا تھا لیکن گھٹنا نہیں بدلتا تھا۔ اب تو طالب علم اس کو کہتے ہیں کہ خوب شوخ و شنگ ہو، میں تو حضرت شیخ الہند محمود حسن رحمہ اللہ کے سامنے کبھی بولتا نہ تھا چپ سنتا رہتا تھا۔

فرمایا حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ سے ھدایہ کے آخری دو جز بھی میں نے پڑھے ہیں۔

فرمایا ایک میرے استاذ محدث حسین الجسر طرابلسی بھی ہیں، ان کا سلسلہ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ اور علامہ طحطاوی رحمہ اللہ سے ملتا ہے، رسالہ حمیدیہ ان ہی کی تصنیف ہے، ان کا زہد و اتقاء بڑا کامل تھا، فرمایا میں نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے بھی پڑھا ہے۔ جب میں اپنے وطن کشمیر جانے لگا تو گنگوہ حاضر ہوا تھا یہ مدرسہ امینیہ کی واپسی پر ہوا تھا۔

تذکرہ مولانا ظہیر احسن شوق نیموی رحمہ اللہ

ایک دفعہ میں گنگوہ حاضر ہوا تو ”جامع الآثار“ مؤلفہ مولانا نیموی رحمہ اللہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے ہاں آیا ہوا تھا۔ کسی غیر مقلد نے اس پر اعتراضات کئے تھے تو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غیر مقلد کے اعتراضات بے جا ہیں، میں نے جامع الآثار کی حمایت میں بھی مولانا نیموی رحمہ اللہ کو لکھا تھا، مولانا نیموی رحمہ اللہ کے خطوط دہلی میں بھی میرے پاس آتے تھے۔

تقویٰ کے معانی

ایک بار فرمایا کہ تقویٰ ایمان پر بھی بولا گیا ہے:

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى ۔ (سورۃ الفتح:۲۶)

ترجمہ: ”اور ان کے ساتھ تقویٰ کا کلمہ لازم کر دیا۔“

توبہ پر بھی اطلاق ہوا ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا۔ (سورۃ الاعراف:۹۶)

ترجمہ: ”اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے۔“

طاعت کے معنی پر بھی بولا گیا ہے:

اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ○ (سورۃ النحل:۲)

ترجمہ: ”آپ لوگوں کو ڈراؤ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں مجھ سے ہی ڈرو۔“

ترک گناہ پر بولا گیا ہے:

وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ (سورۃ البقرہ:۱۸۹)

ترجمہ: ”گھروں میں دروازوں سے داخل ہوجاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔“

کبھی اخلاص کے معنی بھی دیتا ہے:

فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ○ (سورۃ الحج:۳۲)

ترجمہ: ”تعظیم شعائر اللہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے۔“

یعنی تعظیم شعائر اللہ شرک نہیں بلکہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوگا وہ شعائر اللہ کا ادب ضرور کرے گا یہ ادب شرک نہیں بلکہ عین توحید ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر خوب لکھا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے بزرگوں سے تعلقات

1934ء کی بات ہے حضرت اقدس مولانا ابوسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کندیاں والے اپنے خلیفہ مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے گاؤں سلیم پور

تشریف لائے تھے، احقر کو حضرت مولانا عبدالغنی ؒ نے لکھا کہ تو بھی آتا کہ حضرت کی زیارت کرے، تو احقر اور دو ساتھی جو ہمارے مدرسہ رائیکوٹ ضلع لدھیانہ میں مدرس تھے، تینوں مولانا عبداللہ ؒ کے گاؤں میں گئے، بعد مغرب پہنچے حاضری ہوئی، حضرت اقدس قدس سرہ کی خدمت میں مولانا عبداللہ لدھیانوی ؒ نے تعارف کرایا کہ یہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری قدس سرہ کا خادم اور میرا استاذ ہے۔ حضرت اقدس کندیاں والے ؒ اٹھ کر معانقہ کر کے ملے۔ بہت مسرت کا اظہار فرمایا، معاً فرمایا حضرت شاہ صاحب ؒ بڑے کاملین میں سے تھے، اب علماء کی پیاس کو کون بجھائے گا؟ طلبہ کو تو حدیث پڑھانے والے مل ہی جائیں گے لیکن علماء کی مشکلات کو کون حل کرے گا۔

فرمایا جب میرا لڑکا دیوبند پڑھتا تھا تو میں بھی دیوبند حاضر ہوا تھا اس وقت حضرت شاہ صاحب ؒ ہی حدیث کے مدرس تھے، لڑکے نے اپنے کمرہ میں حضرت شاہ صاحب ؒ اور حضرت مولانا مرتضٰی حسن ؒ کی دعوت کی، دونوں حضرات تشریف لائے، مولانا مرتضٰی حسن ؒ سے چونکہ پہلے سے بے تکلفی تھی، لیکن حضرت شاہ صاحب ؒ سے مجھے حجاب رہا۔

حضرت مولانا حسین علی ؒ نے حضرت شاہ صاحب ؒ کو دعوت محاکمہ دی

پھر جب مولانا حسین علی ؒ نے میانوالی میں دعوت مُحاکمہ (۱) دی، اور حضرت میانوالی تشریف لے گئے میں بھی وہاں موجود تھا، میں نے اپنے یہاں تشریف لے چلنے کو عرض کیا تو بخوشی منظور فرمالیا۔

پھر ہمارے ہاں تشریف لائے تو میں نے کتب خانہ کی زیارت کرائی جس سے حضرت کا دل باغ باغ ہوگیا، پھر میں نے لوگوں کو باہر نکال دیا، اور

---

(۱) فیصلہ کروانا، جھگڑا نمٹانا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کتب خانہ کی سیر کی، ”تیسیر الاصول“(۱) حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی مجھ سے دو ماہ کے لئے مستعار(۲) دیوبند لے گئے۔ اور پھر دو ماہ کے بعد واپس فرمائی، اور مجھے خط میں تحریر فرمایا کہ جتنا عرصہ آپ کے ہاں قیام کیا میں اسے مُغتنمات(۳) زندگی میں سے سمجھتا ہوں، وہ خط میں نے محفوظ کر کے رکھ چھوڑا ہے، افسوس کہ قیام خانقاہ سراجیہ (کندیاں) میں صرف ایک دن رہا، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس وقت کم تھا اگلے روز حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا ذکر فرماتے رہے۔ فرمایا میں نے حضرت کی تصانیف کا بغور مطالعہ کیا ہے، پھر احقر نے عرض کیا کہ ”ضرب الخاتم علی حدوث العالم“ اور ”مرقاۃ الطارم“ بھی حضرت کے پاس ہیں۔ فرمایا وہ تو ہم نے تبرکاً رکھ چھوڑی ہیں اس میں دقیق ابحاث(۴) ہیں۔ پھر احقر رخصت لے کر چلا آیا، پھر مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تو بار بار ملتے رہے۔ لیکن حضرت کندیاں والوں کی زیارت نہ ہو سکی، پھر سنا کہ کانپور میں حضرت کا وصال ہو گیا ہے، تابوت کندیاں لایا گیا پھر ایک رسالہ میں حضرت کا وصیت نامہ پڑھا۔ اور مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو جانشین اور کتب خانہ کا منتظم بنانا بھی پڑا، حضرت کندیاں والوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اور لوگوں نے تو استفادہ کیا افسوس کہ میں چونکہ کھانے کے انتظام میں تھا میں (حضرت شاہ صاحب سے) استفادہ نہ کر سکا۔

کسی نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ انہوں نے (حضرت

---

(۱) غالباً ”نوادر الاصول“

(۲) ادھار۔

(۳) غنیمت کی چیزیں۔

(۴) مشکل یا باریک بحثیں۔

اقدس کندیاں والوں نے) ایک رسالہ لکھا ہے خضاب کے متعلق، میں جب حاضر ہوا تو فرمایا کہ آپ نے کوئی رسالہ خضاب کے متعلق لکھا ہے عرض کیا ہاں کچھ لکھا تو ہے، فرمایا کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں، میں نے نکال کر پیش کیا غور سے دیکھتے رہے، پھر کچھ فرمایا نہیں۔

ایک دفعہ ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمہ اللہ تشریف لائے تو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ اپنے شیخ کی خدمت میں کتنا عرصہ رہے، تو مولانا عبداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ چودہ سال قیام کیا۔

جب احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ) 1922ء میں لدھیانہ مدرسہ عزیزیہ میں پڑھاتا تھا تو مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمہ اللہ نے احقر سے تہذیب اور شرح تہذیب، شرح ملا جامی، کنزالدقائق پڑھی تھی۔ پھر (جامعہ فتحیہ) اچھرہ، لاہور چلے گئے تھے۔ 1926ء میں حدیث دیوبند میں حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ سے پڑھی۔

مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ کی خدمت میں اس احقر ہی نے ذکر کیا کہ جس کو مولانا محمد نذیر رحمہ اللہ عرشی شارح مثنوی نے تحفہ سعدیہ میں درج کیا ہے لیکن افسوس شاید الفاظ مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ کو یاد نہیں رہے۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کو حضرت مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ مالیر کوٹلہ پر بڑی شفقت تھی۔ ایک دفعہ لدھیانہ مدرسہ بستان الاسلام کے جلسہ میں تشریف لائے مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ بھی ساتھ تھے۔ مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ احقر کے دیوبند میں رفیق ہیں مدینہ منورہ بارہا ملاقات ہوئی ہے، مولانا عبدالرشید رحمہ اللہ سے فرمانے لگے، مولانا عبدالرشید رحمہ اللہ یہ مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ ہمارے دوست ہیں،

یہ علماء آخرت میں سے ہیں۔

ایک دفعہ مالیر کوٹلہ کے جلسہ میں تشریف لائے احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ) نے عرض کیا کہ احقر بفضلہٖ تعالیٰ اہل سنت و الجماعت کا پیرو ہے، اور بیعت حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر کی ہے اور حدیث اپنے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی ہے، اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید کرتا ہوں کہ بخشا جاؤں گا بطفیل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس مجلس میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ اگلی صبح کو سویرے ہی بخاری شریف لے کر خدمت مبارکہ میں حاضر ہوئے کہ حضرت مجھے بھی شاگردی میں لے لیں اور بخاری شریف شروع کرادیں۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرمایا اور ابتدائی حدیث شروع کرادی۔ اور اجازت بھی دے دی۔

قرآن کریم میں تنسیخ آیات

فرمایا کہ قرآن میں نسخ کے متعلق قدماء (۱) میں بھی بہت توسع ہے کہ ان کے نزدیک عام کی تخصیص (۲) اور خاص کی تعیم (۳) بھی نسخ ہے۔ ایسا ہی مطلق کی تقیید (۴) اور تقیید کا اطلاق اور استثناء اور ترک استثناء بھی نسخ ہے، ایسے ہی حکم کا انتہا اس کی علت کے انتہا کی وجہ سے بھی اس میں داخل ہے، متاخرین کی سعی اسی میں رہی کہ نسخ میں کمی ثابت کی جائے، حتیٰ کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف

---

(۱) جمع قدیم، پہلے زمانہ کے لوگ۔

(۲) مخصوص، خصوصیت۔

(۳) عمومیت، ہر ایک کو شامل کرنا۔

(۴) قید، روکنا۔

بیس آیات کو منسوخ مانا ہے، اور ہمارے اکابر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے صرف پانچ جگہ نسخ تسلیم کیا ہے۔ (دیکھو الفوز الکبیر)

میرے نزدیک قرآن متلو میں کوئی آیت بالکلیہ منسوخ نہیں کہ اس کا کوئی محل ہی نہ نکل سکے، بلکہ اس کا حکم کسی مرتبہ میں مشروع ضرور رہے گا۔

فرمایا کہ شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ نے فتح العزیز میں لکھا ہے کہ اگر ہم باری تعالیٰ کی حکمتوں اور مصالح کا اعتبار کریں تو یوں سمجھ میں آتا ہے کہ زمانہ، مکان اشخاص کے اختلاف سے مختلف ہوتی رہتی ہیں، چنانچہ دوا گرم مزاج، مزاج بارد (۱) اور موسم بارد میں مفید ہوتی ہے، اور مزاج گرم اور موسم گرما میں مضر (۲) ہوتی ہے۔ اور چونکہ زمانہ ازل سے اب تک واقعات جزئیہ پر منقسم (۳) وموزع (۴) ہے، ظہور وخفا، سابق اور لاحق، اعدام ایجاد وغیرہ یہ سب کچھ ہمارے اعتبار سے ہے، یعنی بہ نسبت اہل زمان اور زمانیات کے اعتبار سے ہے، لیکن باری تعالیٰ کی نسبت سے تو ہر چیز اپنے وقت پر واقع ہے بغیر تغیّر وتبدّل کے۔

حاصل یہ ہے کہ علم ازلی میں ہر ایک چیز کی ایک انتہا ہے، لیکن مکلفین اس غایت اور انتہا کو نہ سمجھتے ہوئے اپنے احوال کے قرائن سے گمان کر لیتے ہیں کہ یہ حکم دائمی ہے جب باری تعالیٰ کی طرف سے اس حکم کی انتہا ظاہر ہوتی ہے سمجھتے ہیں کہ پہلا حکم منسوخ ہو گیا اور دوسرا حکم اس کا ناسخ ہے۔

مکلفین چونکہ قاصر العلم ہیں یہ تقدم اور تاخر اور یہ تجدید وتغییر ان کے

---

(۱) سرد۔

(۲) نقصان دِہ۔

(۳) تقسیم ہونا۔

(۴) منتشر۔

اعتبار سے ہے لیکن باری تعالیٰ کے اعتبار سے یہ سب کچھ اپنے وقت مقررہ پر ہے کچھ تغیر وتبدل تقدم وتاخر نہیں، اور یہ معاملہ صرف احکام شرعیہ ہی میں نہیں بلکہ ہر شئے میں جاری وساری ہے، اور جو کوئی اس نسخۂ وجود کا، کہ بے انتہاء حوادث متعاقبہ (۱) پر مشتمل ہے، بنظر غائر (۲) مطالعہ کرے گا سمجھ لے گا کہ اس کا پڑھنے والا ایک ایک سطر اس کتاب کی پڑھ کر جا رہا ہے اور کلمہ بعد کلمہ اس کی زبان سے گزر رہا ہے، جب چند سطور یا کلمات ختم ہوتے ہیں تو چند سطور اور کلمات سامنے آجاتے ہیں، جو منتفی ہو گیا وہ وجود لفظی سے محو ہو گیا، جو کلمات بعد میں آئیں گے وہ وجود لفظی کی لوح پر ثابت ہو جاتے ہیں، یہ محو واثبات ہمیشہ جاری رہتے ہیں، اس کو کتاب المحو والاثبات کہتے ہیں، اور اگر اس مجموعہ کو بہیئات اجتماعی (کہ علیم وحکیم نے مبادی اور مقاطع کے ساتھ مرتب کیا ہے) ملاحظہ کرے گا، یعنی بغیر تلاوت اور یکے بعد دیگرے کلمات کے آنے سے اس کو "اُمُّ الکتاب" کہتے ہیں، یہیں سے اس آیت مبارکہ کے معنی بھی کھل گئے:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

(سورۃ الرعد:۳۹)

ترجمہ: "مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہے اور باقی رکھتا ہے اور اسی کے پاس ہے اصل کتاب۔"

(یعنی اپنی حکمت کے موافق جس حکم کو چاہے منسوخ کردے جسے چاہے باقی رکھے، نسخ واثبات اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ قضا وقدر کے تمام دفاتر اسی کے قبضے میں ہیں)۔

---

(۱) تعاقب کرنے والے حادثات۔

(۲) گہری وسیع نظر سے۔

بعض محققین اس مجموعہ دفعی کا ''مرتبہ قضاء'' نام رکھتے ہیں، اور ظہور تدریجی کو مرتبہ قدر کہتے ہیں، اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (لا مشاحۃ فی الاصطلاح)

بعض لوگ نسخ کے مسئلہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس سے بدأ لازم آتا ہے، اور ہماری تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ بدأ اور چیز ہے اور نسخ اور چیز ہے، کیونکہ نسخ تو حسبِ اوقات مختلفہ مصالح مکلفین کی تبدیلی کا نام ہے، بدأ یہ ہے کہ باری تعالیٰ پر غیر ظاہر مصلحت ظاہر ہوگئی، بدأ میں تو غیر ظاہر مصلحت کا ظہور ہے پس فرق ظاہر ہوگیا، نسخ بدأ کو تو تب مستلزم ہوتا جب اتحاد فعل، اتحاد وجہ، اتحاد مکلّف، اتحاد وقت ہو اس قسم کا نسخ تو محال ہے کہ ان چار شرائط کے ساتھ واقع ہو کیونکہ نسخ میں یا فعل مختلف ہوتا ہے مثلاً عید کے دن کا روزہ رکھنا ممنوع ہوگیا، اور نماز عید کی واجب ہوگئی، یا وجہ فعل کی بدل جاتی ہے مثلاً پہلے صوم یوم عاشوراء واجب تھا پھر منسوخ ہو کر مستحب ہوگیا۔ یا مثلاً وقت مختلف ہوتا ہے، مثلاً استقبال بیت المقدس ایک زمانہ میں تھا اور استقبال کعبہ شریف دوسرے زمانہ میں تا ابد ہوگیا:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ (سورۃ البقرۃ:۱۴۹)

ترجمہ: ''اب پھیر منہ اپنا طرف مسجد الحرام یعنی کعبہ کے۔''

خود کو ظاہر کرتا ہے۔ یا مکلّفین بدل جاتے ہیں، مثلاً مال زکوٰۃ بنی ہاشم پر حرام ہے، اور ان کے غیر کو حلال ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی میں بیش بہا نظم

فرمایا کرتے تھے کہ قرآن عزیز میں کوئی حرف زائد نہیں کہ جس کو معنی کی تصویر میں دخل نہ ہو، بہاول پور کے مقدمہ کے سفر میں فرمایا کہ میں نے ایک نعتیہ کلام میں مستدرک حاکم کی ایک حدیث ہی بعینہٖ رکھ دی ہے:

اے آنکہ ہمہ رحمت مہداۃ قدیری
باران صفت و بحر سمت ابر مطیری

ترجمہ: ”اے وہ ذات کہ تمام رحمت آپ کا ہدیہ کیا ہوا ہے
آپ قدیر ہیں وہ رحمت بارش کی صفت پر ہر طرف برستا ہے۔“

اَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ۔

ترجمہ: ”میں رحمت ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدیہ کیا گیا ہوں۔“

مستدرک حاکم میں یہ حدیث موجود ہے۔ پھر کچھ اشعار بھی سنائے (اور مشکوۃ میں بھی ہے)

معراج تو کرسی شدہ وسبع سماوات
فرش قدمت عرش بریں سدرہ سریری
برسر فرق جہاں پایۂ پائے تو شدہ ثبت
ہم صدر کبیری و ہمہ بدر منیری
ختم رسل ، نجم سبل ، صبح ہدایت
حقًّا کہ نذیری تو والحق کہ بشیری
آدم بصف محشر و ذریت آدم
در ظل لوایت کہ امامی و امیری
یکتا کہ بود مرکز ہر دائرہ یکتا
تا مرکز عالم توئی بے مثل و نظیری
ادراک بختم است کمال است بخاتم
عبرت بخواتیم کہ در دور اخیری

امی لقب و ماہ عرب مرکز ایمان
ہر علم و عمل را تو مداری و مدیری
عالم ہمہ یک شخص کبیراست کہ اجمال
تفصیل نمودند دریں دیر سدیری
ترتیب کہ رتبی ست چوا کردہ نمودند
در عرصہ اسراء تو خطیبی و سفیری
حق است و حقے است چو ممتاز ز باطل
آن دین نبی ہست اگر پاک ضمیری
آیات رسل بودہ ہمہ بہتر و برتر
آیات تو قرآن ہمہ دانی ہمہ گیری
آن عقدہ تقدیر کہ از کسب نہ شد حل
حرف تو کشودہ کہ خبیری و بصیری
اے ختم رسل امتِ تو خیر امم بود
چوں ثمرہ کہ آید ہمہ در فصل اخیری
کس نیست ازیں امت تو آنکہ چوانور
با روئے سیاہ آمدہ و موئے زریری

ترجمہ: ”آپ کی معراج کرسی اور سات آسمانوں کے اوپر ہوئی، فرش سے آپ کے قدم سدرۃ المنتہیٰ پر پھر عرش تک پہنچے۔ جہاں کی مانگ میں جب آپ کے پاؤں کی طاقت ثبت ہوئی، تو سب بڑے صدر اور روشن چاند بن گئے۔ جو رسولوں کے ختم کرنے والے ہیں راستوں کے ستارے ہیں،

ہدایت کی صبح ہیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ آپ نذیر ہیں ڈرانے والے ہیں اور یہ یقینی ہے کہ آپ بشیر یعنی خوشخبری دینے والے ہیں۔ آدم علیہ السلام صف میں ہوں گے قیامت کے دن اور اولاد آدم بھی آپ کے جھنڈے کے سائے میں کہ آپ امام ہیں اور امیر ہیں۔ آپ ایسے یکتا ہیں جیسے دائرے کا مرکز۔ عالم کا مرکز تو ہے جس کی کوئی اور مثال اور نظیر نہیں۔ ادراک ختم کا ہے اور کمال خاتم کا ہے۔ اور اعتبار خاتمے کا ہوتا ہے اور آپ اخیری دور میں ہوں۔ یقیناً لقب آپ کا امی ہے عرب کے چاند ہیں اور مرکز ایمان ہیں، علم اور عمل کا مدار آپ ہیں اور اس کے مدیر یعنی مہتمم آپ ہیں، تمام عالم ایک اجمال ہے اور ایک شخص کبیر ہے اور اس گنبد کی تفصیل مضبوط تعمیر ہے۔ ترتیب رتبی پگھلے ہوئے لوہے کی طرح ہے۔ اِسراء و معراج کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی خطیب تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سفیر تھے۔ حق ہے اور ایسا حق جو باطل سے ممتاز ہے۔ وہ حق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ہے اگر آپ کا ضمیر پاک ہے، معجزات تمام رسولوں کے بہتر اور برتر تھے۔ لیکن آپ کا معجزہ قرآن جس کو ہر آدمی جانتا ہے، اور اس کو رکھتا ہے۔ تقدیر کا وہ مشکل مسئلہ جو کسب سے حل نہیں ہوا۔ آپ کے ایک حرف نے اس کو کھول دیا حل کر دیا کیونکہ آپ خبیر اور بصیر ہیں۔ اے ختم الرسل تیری امت سب سے بہتر امت ہے جو پھل آئے گا وہ اخیری فصل ہے۔ آپ کی امت میں انور کی طرح

کوئی نہیں جو کالے چہرے کے ساتھ آیا ہے سنہرے رنگ
سے رنگے ہوئے بالوں کے ساتھ۔"

ایک دفعہ جب ابھی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ دار العلوم دیوبند ہی میں تھے، احقر زیارت کی غرض سے حاضر ہوا، مولانا حافظ غلام محمد لدھیانوی رحمہ اللہ خطیب مسجد جہانیاں منڈی، ضلع ملتان کو خدمت میں حاضر کر کے عرض کیا کہ اگر حضرت قصائد عربی و فارسی عنایت فرما دیں تو یہ مولوی صاحب اعلیٰ درجہ کے کاتب ہیں یہ لکھ دیں گے اور احقر طبع کرا دے گا، لوگوں کو اس سے علمی استفادہ کا موقع مل جائے گا، بہت خوش ہوئے، فرمایا کہ میں انہیں تھوڑے تھوڑے دیتا رہوں گا یہ جوں جوں کتابت کرتے جائیں گے میں دیتا جاؤں گا، پھر یکایک ڈابھیل جانے کا ابتلاء پیش آ گیا اور وہ تجویز یوں ہی رہ گئی، مولانا غلام محمد رحمہ اللہ بھی بیمار ہو کر وطن تشریف لے آئے۔ مگر میرے خیال میں رہا کہ یہ کام ہو جائے تو زہے نصیب، لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا، کہ حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کا مرض بواسیر ترقی کر گیا، تا آنکہ ۳ صفر ۱۳۵۲ھ / مئی 1933ء میں وصال ہو گیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ اور دیگر علماء کے خطوط

پھر 1946ء میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ کا والا نامہ لدھیانہ سے مجھے رائیکوٹ ملا، بعینہٖ درج کیا جاتا ہے۔

محترم و مکرم!

السلام علیکم! برادر عزیز مولوی سید محمد ازہر شاہ قیصر رحمہ اللہ نے حضرت استاذ مولانا سید محمد انور شاہ رحمہ اللہ کے چند عربی و فارسی قصائد میرے پاس بھیجے ہیں تا کہ میں ان کو طبع کرا دوں یا ان کا کسی تاجر سے معاملہ ہو جائے مگر یہ خدمت تب ہی

ہو سکتی ہے کہ ان تمام قصائد کا اردو زبان میں ترجمہ اور شرح بھی ہو جائے اور باقاعدہ مرتب بھی ہو جائے، اس کام کو آپ سے بہتر کوئی انجام نہیں دے سکتا۔ اگر تکلیف نہ ہو تو یہ خط دیکھتے ہی ایک دن کے لئے تشریف لے آئیں تاکہ میں بتا سکوں کہ میں اس سلسلے میں کیا چاہتا ہوں۔ والسلام

حبیب الرحمٰن

از لدھیانہ حبیب روڈ 29 دسمبر 1946ء

ان ہی ایام میں حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ کا والا نامہ آیا تھا، کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے امیدواروں کو کامیاب بنانا ہے میاں تاج الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ اور جمعیۃ العلماء کے نمائندے یکے بعد دیگرے آنے لگے، احقر کو کھینچ تان کر لے گئے۔ احقر کئی ماہ تو گھر سے باہر دیہات ہی میں پھرتا رہا، میرے پاس دیوبند سے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے اور ساتھ لے گئے۔

مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے بھی خطوط آنے لگے اور کئی بار احقر کو اوگی ضلع جالندھر جانا پڑا، یہ احقر کا آبائی گاؤں بہت بڑی بستی ہے۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا پولنگ اسٹیشن تھا، پھر تھوڑے دنوں کے بعد ملک میں فسادات کا سلسلہ شروع ہو گیا، اور ملک بدل گیا اور سارا نظام ہی درہم برہم ہو گیا۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اب بھی اگر علماء التفات فرمائیں تو یہ کچھ مشکل کام نہیں ہے۔ تقریر دلپذیر حضرت مولانا قاسم نانوتوی قدس سرہ کی اور "اکفار الملحدین" اور "عقیدۃ الاسلام" حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اور "صدع النقاب عن جساسۃ الفنجاب" اور

''ضرب الخاتم'' جب تک داخل درس نہیں کریں گے طلبہ پر مسائل اور عقائد کی حقیقت نہیں کھل سکتی، علمی رنگ میں حل مسائل کا جب ہی ہوگا۔

ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ نے ایک ایک شعر ضرب الخاتم کا حل کیا ہے۔ افسوس وہ خطوط ہمیں دستیاب نہ ہو سکے، جو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ کو تحریر کئے۔ بعض خطوط تو تیس تیس صفحات پر پھیلے ہوئے تھے، معلوم نہیں کہ یہ علمی ذخیرہ کہاں کھو گیا، خود فرماتے تھے، جتنا استفادہ مجھ سے ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ نے کیا ہے کسی مولوی نے نہیں کیا۔

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ علوم قرآن وحدیث پر کافی دسترس رکھتے تھے اور مولانا امیر حسن سیالکوٹی رحمہ اللہ سے باقاعدہ پڑھا تھا۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا بے مثال قصیدہ

حضرت کا قصیدہ ''صدع النقاب'' جب حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کا پہلا جلسہ 1923ء میں ہوا اور تمام علماء دیوبند کا اجتماع ہوا تو مولانا محمد ادریس سیکروڈوی رحمہ اللہ خادم حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تصانیف بھی ساتھ لاہور لائے یہ قصیدہ بہت فروخت ہوا، لوگوں نے اس کو استحسان کی نظر سے دیکھا، وہ یہ ہے:

(چند اشعار بطور نمونہ از خروارے درج کئے جاتے ہیں) قصیدہ ۶۱ (اکسٹھ) اشعار پر مشتمل ہے۔

آلَا یَا عِبَادَاللهِ قُوْمُوْا قُوْمُوْا
خُطُوْبًا اَلَمَّتْ مَالَهُنَّ يَدَانِ

''اے اللہ کے بندو! اٹھو اور ناقابل برداشت مصائب ٹوٹ
پڑے ہیں ان کو درست کرو۔''

يُسَبُّ رَسُوْلٌ مِّنْ أُوْلِي الْعَزْمِ فِيْكُمْ
تَكَادُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ تَنْفَطِرَانِ

''ایک اولوالعزم پیغمبر کو تمہارے اندر برا بھلا کہا جا رہا ہے جس سے قریب ہے آسمان اور زمین پھٹ پڑیں۔ ''

وَحَارَبَ قَوْمٌ رَبَّهُمْ وَ نَبِيَّهُمْ
فَقُوْمُوْا لِنَصْرِ اللهِ إِذْ هُوَ دَانِ

''اور ایک قوم نے اپنے اللہ اور نبی سے لڑائی باندھی، تم اللہ کی مدد کے لئے کھڑے ہو جاؤ جو کہ نزدیک ہے۔ ''

وَقَدْ عِيْلَ صَبْرِيْ فِيْ انْتِهَاكِ حُدُوْدِهِ
فَهَلْ ثَمَّ دَاعٍ أَوْ مُجِيْبُ أَذَانِ

''اور اللہ کی حدود توڑے جانے کے باعث میرا صبر مغلوب ہو گیا پس ہے کوئی اس جگہ بلانے والا یا میری آواز کا جواب دینے والا؟''

وَ إِذْ عَزَّ خَطْبٌ جِئْتُ مُسْتَنْصِرًا بِكُمْ
فَهَلْ ثَمَّ غَوْثٌ يَا لِقَوْمِ يَدَانِ

''اور جب مصیبت حد سے بڑھ گئی تو میں تم سے مدد چاہنے آیا، پس اے میری قوم! ہے کوئی فریادرس جو میرے قریب ہو۔ ''

لَعَمْرِيْ لَقَدْ نَبَّهْتُ مَنْ كَانَ نَائِمًا
وَأَسْمَعْتُ مَنْ كَانَتْ لَهُ أُذُنَانِ

''قسم ہے مجھے کہ میں نے سوئے کو جگایا اور جس کے کان تھے اس کو سنایا۔''

وَ نَادَیْتُ قَوْمًا فِیْ فَرِیْضَةِ رَبِّهِمْ
فَهَلْ مِنْ نَصِیْرٍ لِیْ مِنْ اَهْلِ زَمَانٍ

''اور قوم کو اس کے اللہ کے فریضہ کی طرف بلایا، پس ہے کوئی جو میرا مددگار ہو زمانے والوں میں سے۔''

دَعَوْا کُلَّ اَمْرٍ اِسْتَقِیْمُوْا لِمَا دَهٰی
وَقَدْ عَادَ فَرْضُ الْعَیْنِ عِنْدَ عَیَانٍ

''سب کچھ چھوڑ دو اور جو مصیبت درپیش ہے اس کیلئے تیار ہو جاؤ اور اگر آنکھ کھول کر دیکھا جائے تو ہر شخص پر فرض عین ہو گیا ہے۔''

پھر اگلے اشعار میں دلائل اور شواہد ذکر فرمائے گئے ہیں، یہ قصیدہ اس لائق ہے کہ علماء طلباء کو یاد کرائیں۔

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کا تعزیت نامہ

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صاحب کو تعزیت نامہ لکھ کر بھیجا۔

اِنَّا نُعَزِّیْكَ لَا اَنْ عَلٰی ثِقَةٍ
مِنَ الْبَقَاءِ وَلٰكِنْ سُنَّةُ الدِّیْنِ
فَلَا الْمُعَزّٰی بِبَاقٍ بَعْدَ مَیِّتِهٖ
وَ لَا الْمُعَزِّیْ اِنْ عَاشَا اِلٰی حِیْنٍ

(ترجمہ) ''ہم اپ کو صبر کی تلقین کرتے ہیں اور ہماری زندگی

کا کچھ اعتبار نہیں، لیکن یہ سنت ہے دین کی، پس نہ تو معزی
باقی رہے گا اپنی میت کے بعد نہ تعزیت کرنے والا اگرچہ
ایک زمانے تک جیتے رہیں، (آخر سب کو موت ہے)۔“

جب قضا ٹھہری تو پھر کیا سو برس یا ایک دن

قرآن کا معجزہ

فرمایا حافظ ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جرجان میں آگ لگنے سے ہزارہا گھر جل گئے اور قرآن بھی جلے لیکن یہ آیات نہ جلیں:

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○ (سورۃ یٰس: ۳۸)

ترجمہ: ”یہ سورج کا چلانا مقدر کیا اس زبردست باخبر نے (یعنی سورج کی چال مقرر ہے ایک انچ اس میں فرق نہیں آتا)۔“

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (سورۃ آل عمران: ۱۲۲)

ترجمہ: ”اور خاص اللہ پر توکل کرنا چاہئے ایمان والوں کو۔“

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۔

(سورۃ ابراہیم: ۴۲)

ترجمہ: ”اور ہرگز مت خیال کر کہ اللہ تعالیٰ بے خبر ہے ان کاموں سے جو ظالم کرتے ہیں۔“

(یعنی اگر ان ظالموں کو سزا ملنے میں کچھ دیر ہوئی تو یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ ان کی حرکات سے بے خبر ہے ان کا کوئی کام اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔“

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ط (سورۃ ابراہیم: ۳۴)

ترجمہ: ”اگر تم اللہ تعالیٰ کے احسانات کو گنو تو گن نہیں سکتے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اتنی بے شمار ہیں اور غیر متناہی ہیں کہ اگر تم سب مل کر گنتی شروع کرو تو تھک کر عاجز ہو کر بیٹھ جاؤ گے۔"

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ۔ (سورۃ بنی اسرائیل: ۲۳)

ترجمہ: "اور تیرے رب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔"

تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ○ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ○ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی ○ (سورۃ طٰہٰ: ۴ تا ۶)

ترجمہ: "یہ نصیحت اتاری ہوئی ہے اس کی طرف سے جس نے بنائی زمین اور آسمان اونچے وہ بڑا مہربان عرش پر قائم ہے اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے اور جو کچھ گیلی زمین کے نیچے ہے یعنی وہی بلاشرکت غیرے سب کا خالق اور مالک ہے۔"

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ○ (سورۃ الشعراء: ۸۸، ۸۹)

ترجمہ: "جس دن نہ کام آئے گا کوئی مال اور نہ اولاد مگر جو کوئی آیا اللہ کے پاس بے روگ دل لے کر یعنی جو دل کفر و نفاق اور فاسد عقائد سے پاک ہو وہی وہاں کام آئے گا صرف مال و اولاد کام نہیں آئے گی۔"

اِئْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ○

(سورۃ حٰمٓ السجدہ: ۱۱)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان سے فرمایا آؤ تم دونوں خوشی سے یا زور سے وہ دونوں بولے ہم آئے خوشی سے۔“

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿٥٧﴾

(سورۃ الذاریات: ۵۶۔۵۷)

ترجمہ: ”میں نے جنات اور انسانوں کو اس کے سوا کسی اور کام کیلئے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے کسی قسم کا رزق نہیں چاہتا، اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔“

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ○ (سورۃ الذاریات: ۵۸)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ جو ہے وہی روزی دینے والا ہے زور آور اور مضبوط ہے۔“

وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ○ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ○

(سورۃ الذاریات: ۲۲، ۲۳)

ترجمہ: ”اور آسمان میں ہے روزی تمہاری اور وہ جو تم سے وعدہ کیا گیا یعنی ہر ایک کی روزی پہنچ کر رہے گی کسی کے روکنے سے نہیں رکے گی سو قسم ہے رب آسمان و زمین کی کہ یہ بات حق ہے جیسے کہ تمہارا بولنا حق ہے یعنی جیسے تمہارے بولنے میں شبہ نہیں ویسے ہی اس کلام میں شبہ نہیں کہ یقیناً روزی پہنچ کر رہے گی۔“

☆ ...... فرمایا تجربہ ہے کہ آیات مذکورہ لکھ کر کسی برتن میں بند کر کے دوکان گھر یا سامان میں رکھنا حفاظت کے لئے مجرب ہے۔

☆ ...... فرمایا کہ ایک آدمی یا کئی آدمی مل کر ہر سورت کی آخری آیت پڑھ کر پانی پر دم کریں تو لا علاج مرض کیلئے مفید ہے، یہ ایک سو چودہ دم ہو گئے۔

☆ ...... حضرت عمر ؓ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مختلف علاقوں میں بھیج دیا تھا مثلاً حضرت ابو الدرداء ؓ کو شام کی طرف تعلیم کی خاطر بھیجا تھا، اور حضرت ابن مسعود ؓ کو کوفہ کا بیت المال سپرد کیا، اور حضرت عمار ؓ کو امامت کے لئے بھیجا تھا اور حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کو کوفہ کا امیر بنایا تھا اور حضرت فاروق اعظم ؓ نے کوفہ کو چھاؤنی بنایا تھا، اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ ایک فرقیسہ میں چھ سو صحابہ کرام ؓ آباد تھے۔ الحاصل صحابہ کرام ؓ مختلف بلاد(۱) میں اسلام کی تبلیغ و تعلیم و کلمہ اسلام کو پھیلانے کیلئے نکل گئے تھے۔

حضرت امام ابو حنیفہ ؒ کی فوقیت

سو اگر مالکیہ کو فخر ہے اس بات پر کہ ان کا امام دار الہجرۃ کا رہنے والا تھا تو ہمیں بھی یہ مسلّم ہے کہ واقعی امام مالک ؒ امام دار الہجرۃ تھے، لیکن امام ابو حنیفہ ؒ کو بھی اس میں فوقیت حاصل ہے کہ اکثر صحابہ ؓ عراق میں بس گئے تھے، اور وہیں علم نحو مدوّن ہوا، کہتے ہیں کہ اس کی ابتداء حضرت علی المرتضیٰ ؓ سے ہوئی، آپ نے ایک آدمی کو سنا کہ یہ آیت: أَنَّ اللّٰهَ بَرِيٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ (سورۃ توبہ:۳) میں رَسُوْلُهٗ کو کسرہ سے پڑھ رہا تھا تو آپ کو فکر ہوئی کہ امت کو ان مہالک سے کیسے بچایا جائے؟ تو آپ نے ابو الاسود دؤلی کو فرمایا کہ ایک قانون ایسا بناؤ کہ لفظ کی خطا سے لوگ محفوظ رہیں، پھر خود آپ نے ان کو ایک

---

(۱) علاقے، شہر۔

اصول بتایا:

كُلُّ فَاعِلٍ مَرْفُوْعٌ، وَكُلُّ مَفْعُوْلٍ مَنْصُوْبٌ وَكُلُّ مُضَافٍ إِلَيْهِ مَجْرُوْرٌ۔

ترجمہ: ’’کہ ہر فاعل مرفوع ہوگا ہر مفعول منصوب ہوگا ہر مضاف الیہ مجرور ہوگا۔‘‘

پھر فرمایا:

أُنْحُ نَحْوَهُ۔

ترجمہ: ’’اس کے طریقے پر چلو۔‘‘

پھر اسود دوَلی نے اس کی تدوین افعال تعجب سے شروع کی، حضرت علی ؓ نے تصویب فرمائی، پھر حروف مشبہ بالفعل لکھے، مگر ’’وَلٰكِنَّ‘‘ چھوڑ گئے، حضرت علی ؓ کے فرمانے پر اس کو بھی لکھا، غرض حنفیہ کو بھی فضیلت ہے۔

☆......فرمایا کہ یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے:

إِنَّمَا أَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ۔

ترجمہ: ’’میں تمہیں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں جیسے سامنے سے دیکھتا ہوں۔‘‘

یہ دیکھنا بطور معجزہ تھا، ایسا ہی ثابت ہے امام احمد بن حنبل ؒ سے، اور فلسفہ جدیدہ نے ثابت کر دیا ہے کہ قوۃ باصرہ تمام اعضاء انسانی میں ہے۔

اِرْكَعُوْا اور اَقِيْمُوْا الرُّكُوْعَ میں فرق ہے ثانی ابلغ ہے، اس لئے کہ یہ لفظ وہاں مستعمل ہوتا جہاں لَوْلَاهُ لَانْعَدَمَ الشَّيْءُ مراد ہوتا ہے، لہٰذا ترجمہ قول يُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ کا یہ کریں گے کہ جاری رکھتے ہیں نماز کو حتیٰ کہ اگر جاری نہ رکھتے تو اس کی ہستی جاتی رہتی۔

☆...... ہمارے نزدیک اور حنابلہ کے نزدیک مختار یہ ہے کہ

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ.

ترجمہ: ”اے اللہ! آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں مع آپ کی تعریف کے۔“

تکبیر کے بعد پڑھے اور مسلم شریف میں آیا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کو جہراً پڑھا ہے، یہ محض تعلیماً تھا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مختار اَللّٰهُمَّ بَاعِدْهُ ہے یہ سند کے اعتبار سے قوی ہے، اور جو ہمارا مختار ہے وہ تعامل کے اعتبار سے قوی ہے، اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں بھی وہی پسند کرتا ہوں جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پسند فرمایا۔

☆...... یہ بھی خوب یاد رکھنا چاہیے کہ قوت سند پر اغتراء (۱) اور تعامل (۲) سلف سے اغماض (۳) بہت دفعہ مضر ثابت ہوا ہے کہ اسناد تو دین کی صیانت (۴) کے لئے تھی پس لوگوں نے اسی کو پکڑا، حتیٰ کہ تعامل سے اغماض ہوتا چلا گیا حالانکہ میرے نزدیک فیصلہ تعامل سے ہی ہوسکتا ہے۔

تفسیر آیت سورۃ مزمّل

☆...... فرمایا کہ سورۃ مزمل میں نصفہ بدل واقع ہو رہا ہے اللیل سے، اس لئے کہ ثلث تو عشاء کے لئے مخصوص کیا گیا نصف سے جب قلیل کی کمی کی گئی تو ثلث رہ گیا اور اگر نصف میں زیادتی کی تو ثلثین قیام لیل کے لئے رہ گیا، اور ”منہ“

---

(۱) بے پروائی

(۲) قبول کرنا

(۳) روگردانی

(۴) حفاظت

اور ”علیہ“ کی ضمیریں نصف کی طرف عود کرتی ہیں، بہر حال محور نصف لیل ہے یہی کلبی اور مقاتل سے منقول ہے، اور تبریزی سے بھی منقول ہے کہ مَادُوْنَ الثُّلُثِ قَلِيْلٌ ہے، حدیث میں ہے کہ اَلثُّلُثُ كَثِيْرٌ. گویا عبارت یوں ہے:

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ○ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ... اَیْ اَوْقَعَ الْقِيَامَ فِي هٰذَا الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ عَلٰى هٰذِهِ الصُّوْرَةِ۔

ترجمہ: ”کھڑا رہ رات کو مگر کسی رات یعنی کسی رات اتفاق سے نہ ہو سکے تو معاف ہے یا دوسرا مطلب یہ ہے کہ رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کھڑے رہو ہاں تھوڑا حصہ شب کا اگر آرام کرو تو مضائقہ نہیں۔ پھر فرمایا آدھی رات یا اس میں سے کم کر دے تھوڑا سا یا زیادہ کر اس پر یعنی آدھی رات سے کچھ کم چوتھائی تک پہنچے یا آدھی سے زیادہ جو دو تہائی تک ہو۔“

قرآن عزیز نے پہلے سے ثلث لیل عشاء کے لئے لے لیا چنانچہ ثلث لیل تک نماز عشاء مستحب ٹھہرائی گئی، کما فی الاحادیث باقی حکم اس کے ماسوا کی طرف پھیرا گیا اور اس کا محور نصف لیل رکھا گیا، اور اس پر کم کرنا یا زیادہ کرنا دائر کیا گیا، گویا اپنی طرف سے تو نصف ہی مقرر کرتے ہیں اور اس سے کچھ کم کرنا یا زیادہ کرنا سو مصلی کو اختیار دیتے ہیں:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ (سورۃ بنی اسرائیل:۷۹)

ترجمہ: ”اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی نماز ادا کیجئے اس میں تہجد پڑھا کیجئے یہ آپ کے لئے پنج گانہ نمازوں کے علاوہ زائد چیز ہے۔“

و من اللیل فتھجد میں بھی کل لیل کا اِحصاء مطلوب نہیں۔

☆...... فرمایا کہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق ؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے رسول اللہ ﷺ کی وتر کی روایت کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک وتر بھی پڑھا ہے، یہ روایت دار قطنی میں مختصر آئی ہے اور امام بخاری نے اس کو مفصل ذکر کیا ہے۔

شیخ نیموی ؒ نے اسے ایک وتر کی دلیل بنایا ہے امام بخاری نے اس میں تیرہ رکعات صلاۃ اللیل ذکر کی ہیں ان دونوں کی ایک ہی سند ہے، ایک ہی متن ہے، یہ راوی کا تَفَنُّن ہے جب جمیع طرق حدیث جمع نہ کئے جائیں تو ایسا مغالطہ لگ جاتا ہے۔

☆...... فرمایا: یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ (الآیۃ) میں رات کے تین حصے کر دیئے، ثلث تو عشاء کے لئے خاص کر دیا اور ثلث لیل آخر نوافل کے لئے پھر سدس لیل کو دونوں کے لئے صالح بنایا، اگر اس میں عشاء ادا کی تو نصف لیل عشاء کے لئے ہو گیا اور اگر نوافل ادا کئے تو دو ثلث لیل ہو گئے یعنی اے محمد ﷺ! آپ کو چاہیے کہ نصف مدنظر رکھیئے۔ تا کہ آپ تقسیم کر سکیں (رات کو تقسیم کر سکیں عشاء اور صلاۃ اللیل میں) نصف میں جب سدس لیل مل گیا تو دو ثلث نوافل کے لئے نکل آیا خوب سمجھ لینا چاہیے۔ حضرت شاہ صاحب ؒ اکثر اوقات یہ تقریر فرمایا کرتے تھے۔

☆...... جب احقر حضرت کے وصال پر دیوبند حاضر ہوا تو غالباً مفتی عتیق الرحمٰن ؒ فرماتے تھے کہ جب حضرت شاہ صاحب ؒ حیدر آباد دکن تشریف لے گئے تو مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی ؒ صدر یار جنگ زیارت کے لئے تشریف لائے، ان کے سوال پر تقریر فرمائی (اور یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ کی تفسیر فرمائی)، مولانا حبیب الرحمٰن ؒ نے فرمایا کہ حضرت بس مسئلہ خوب ذہن نشین

ہوگیا، مجھے بڑا خلجان (۱) رہتا تھا اب صاف ہوگیا۔

مفتی عتیق الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سفر آخرت فرمانے سے چند یوم قبل درِ دولت پر حاضر ہوا، فرمایا کہ میں نے کبھی پیشینگوئی نہیں کی اب تو دو باتیں ذہن میں آگئی ہیں، عرض کر ہی دیتا ہوں، ایک یہ کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کی خوب اشاعت ہوگی، دوم ہندوستان ضرور آزاد ہوگا، اس لئے کہ مظالم کی انتہا ہوگئی۔ یہ واقعہ 1933ء کا ہے جب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال کا تار رائیکوٹ آیا اور میں ایک ساتھی کے ہمراہ دیوبند حاضر ہوا تھا۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی ہندوستان واپسی

☆......۱۳۳۸ھ میں جب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں واپس تشریف لائے اور مولانا سراج احمد رحمۃ اللہ علیہ نے چند اشعار فرمائے تھے، (مولانا مرحوم اردو کے بہترین شاعر بھی تھے) دیوان حماسہ تو حفظ یاد تھا، کئی ماہ تشریف آوری سے قبل فرمادیا تھا:

شیخ آنے کو ہے   ساتھ ان کے فتی آنے کو ہے

فتی (۲) سے مراد مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ دیوبند کے ایک تعزیتی جلسہ میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

حال من در ہجر حضرت کمتر از یعقوب نیست
اُو پسر گم کردہ بود و من پدر گم کردا ام

ترجمہ: میری حالت حضرت کی جدائی میں سیدنا یعقوب علیہ السلام

---

(۱) الجھن، تردّد۔

(۲) جوان۔

سے کم نہیں ہے ان کا بیٹا گم ہوا تھا اور میرا والد یعنی استاذ گم
ہوا ہے۔“

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی تشریف آوری ہوئی تو ایک مخلوق جمع ہوگئی پنجاب سے ہزاروں علماء زیارت کے لئے دیوبند پہنچے، سندھ کے مشائخ میں سے حضرت مولانا تاج محمود امروٹی رحمہ اللہ بھی تشریف لائے تھے، یہ بزرگ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ کے مربی تھے، مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کا بھی ان سے تعلق تھا۔

(فائدہ) حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا مترجم قرآن مجید تو خوب اشاعت پذیر ہوا، بجنور کے مطبوعہ قرآن مجید میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا گیا، منشی محمد قاسم لدھیانوی رحمہ اللہ جن کا مولانا مجید حسن رحمہ اللہ نے انتخاب کیا کتابت عربی رسم الخط کے استاذ تسلیم کرلئے گئے تھے۔ صحت کا بھی التزام کیا گیا ہے۔ اور بھی کئی ایڈیشن شائع ہوئے، لیکن وہ خوبی نظر نہیں آئی جو بجنور کے طبع شدہ قرآن عزیز میں تھی۔ ہانگ کانگ میں بھی ایک ایڈیشن شائع ہوا، کاغذ تو نہایت اعلیٰ لگایا گیا لیکن صحت کا التزام نہیں کیا گیا پھر بھی غنیمت ہے لاہور میں تاج کمپنی نے بھی اعلیٰ معیار پر شائع کیا ہے، لاہور اچھرہ سے قاری عبدالرشید رحمہ اللہ مالک نورانی پریس نے بھی اس کو شائع کیا ہے۔ لیکن وہ بجنور والی بات کہاں؟

دوسری بات جو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمائی تھی وہ بھی پوری ہوگئی، کاش انڈیا والے اس کی قدر کرتے، مئی 1927ء کے اواخر میں جب کشمیر طویل رخصت پر تشریف لے جارہے تھے گوجرانوالہ دو دن قیام فرمایا، مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث گوجرانوالہ سے ابن قیم کی بدائع الفوائد مستعار طلب کر رہے تھے کہ مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے ترجمہ قرآن

پر فوائد لکھیں گے، مولانا ہم سے پوچھتے تھے تو وعدہ کرلیا تھا کہ ہم سامان آپ کو دیں گے مولانا عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب تازہ مصر سے منگائی تھی، اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دکھانے کے لئے پیش کر رہے تھے۔

بقائی کی کتاب ‘‘السلک الدر’’ کا تذکرہ

یہ بھی فرمایا قسطنطنیہ سے مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا ہمارے پاس خط آیا ہے کہ امام بقائی کی کتاب ‘‘السلک الدرر فی نسق الآیات والسور’’ آیات اور سورتوں کی ترتیب میں بہترین ہے، ایک زمانے میں ہم نے بھی یہ کتاب دیکھی تھی بڑی عمدہ کتاب ہے، لیکن مصنف چونکہ معتزلی العقیدہ ہے اس لئے مجھے چنداں پسند نہیں، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارن پوری قدس سرہٗ بھی کئی بار تشریف لاتے رہے، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی دو بار تشریف لائے، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ القرآن کا مقدمہ خود زبان مبارک سے سناتے تھے ان دنوں احقر (محمد انوری) دورہ حدیث کی جماعت میں شامل تھا، بیعت بھی چونکہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے تھی اس لئے کئی بار دن میں حاضری ہو جاتی تھی۔ اور حضرت کی زبان مبارک سے کئی بار یہ مقدمہ سنا۔

میرٹھ سے مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ جب تشریف لائے تو بعد عصر خوب خوش ہو کر سنا رہے تھے ایسا ہی جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے اہتمام سے سنایا۔

مولوی محمد علی لاہوری قادیانی کی تفسیر دجل والحاد کی ہے

جب لدھیانہ میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو فرمایا ہم حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کریں گے اور دیو بند میں بار بار مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ سلف

کے طریق پر ایک تفسیر لکھنی چاہئے۔ جس میں موجودہ فتن کا رد ہو، دس پارے میں لکھتا ہوں اور دس دس آپ حضرات لکھیں، یا مولانا خلیل احمد صاحب کی بجائے مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھیں پھر اس کو یورپ میں اعلیٰ کاغذ اور اعلیٰ طباعت سے شائع کیا جائے، تاکہ موجودہ دور میں ان فتن خصوصاً قادیانیت کا رد بھی ہو جائے اور محمد علی لاہوری کے الحاد اور دجل پر دنیا مطلع ہو سکے۔

چار سال 1964ء میں احقر (محمد انوری) کے نام جنوبی افریقہ سے متعدد خطوط آئے کہ ہم نے ایک سوسائٹی ترجمۃ القرآن کرنے کے لئے بنائی ہے، یہاں کی زبان یا تو افریقی ہے یا لوگ اکثر انگریزی بولتے ہیں خاص کر یورپین لوگ اسلام کو سمجھنے کے لئے قرآن کا انگریزی ترجمہ چاہتے ہیں، آپ مشورہ دیں کہ ہم کون سا قرآن منتخب کریں؟ احقر نے ان کو لکھا کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ترجمہ کا قرآن شائع کریں اور ایسے عالم دین سے انگلش میں ترجمہ کرائیں جو دینی علوم کا بھی ماہر ہو اور انگریزی زبان پر پوری دسترس رکھتا ہو تاکہ عقائد اور ان کا انگریزی ترجمہ کرنے میں دھوکہ نہ کھائے۔

الحمد للہ! ان لوگوں نے کروڑوں روپے سے یہ کام شروع کیا ہے اللہ کرے تکمیل کو پہنچ جائے، اور حضرت شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے خواب کی تعبیر عملی جامہ پہن لے، اس اہم بات کو جس کے پاس بیان فرماتے اس وقت آپ کو بڑی ہی رقت ہوتی۔

اَللّٰهُمَّ بَرِّدْ مَضْجَعَهٗ۔

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ ان کے خواب گاہ کو آرام دہ بنا دے۔“

☆...... بہاولپور کے مقدمہ میں شہادت کے لئے جب تشریف لے گئے تو ان دنوں حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ مولانا احمد سعید دہلوی رحمہ اللہ سنٹرل جیل

ملتان میں تھے۔ حضرت نے بڑی لجاجت کے ساتھ دونوں حضرات سے ذکر کیا، مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے لاہور میں تاکیداً فرمایا کہ یہ کام ضرور کرو، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو سنا رہے تھے۔ یہ لدھیانہ ہی کی بات ہے جب حضرت رائے پوری 1941ء میں لدھیانہ تشریف لے گئے تھے کہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری قدس سرہ میرے مکان پر لاہور سے واپسی پر اپریل 1933ء میں تشریف لائے، وزیر تعلیم عبدالحئی ایڈووکیٹ حضرت کی زیارت کے لئے آئے، معاً حضرت نے فرمایا کہ وزیر صاحب کچھ فارسی کا بھی ذوق ہے؟ عرض کیا ہاں کچھ ہے۔ تو فوراً خاتم النبیین کا مسودہ نکال کر سنانے لگے، پھر فرمایا کہ اگر کچھ کرنا ہے تو دین محمدی کی کچھ خدمت کر جایئے۔

حضرت شیخ الہند کی وفات پر مجمع العلماء اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر اور دو قصیدے

وہ منظر بھی آنکھوں کے سامنے ہے کہ جب بعد مغرب تابوت حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا دہلی سے دیوبند اسٹیشن پر آیا، غالباً ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ تھا، تمام اکابر ساتھ تھے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آنسو نہیں تھمتے تھے، طلباء و اہل دیوبند کا اس قدر ہجوم تھا کہ شمار کرنا مشکل تھا، جوں ہی ریل گاڑی بعد مغرب اسٹیشن دیوبند پہنچی سب کی بے ساختہ چیخیں نکل گئی، نہایت ادب کے ساتھ تابوت شریف باہر لایا گیا، اسٹیشن سے مدرسہ تک آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے، تابوت اٹھائے ہوئے تھے، اور روتے ہوئے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے در دولت کی طرف آ رہے تھے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ ہی ساتھ روتے ہوئے تشریف لا رہے تھے۔ خود فرماتے ہیں:

وَلَمْ اَرَ مِثْلَ الْيَوْمِ كَمْ كَانَ بَاكِيًا۔

یعنی اس دن کتنے لوگ رو رہے تھے۔ ایسا نظارہ میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا۔

پھر ایک دن تعزیتی جلسہ ہوا، حضرت مولانا حافظ محمد احمد ؒ کی صدارت تھی سب ہی اکابر نے مرثیے پڑھے، حضرت شاہ صاحب ؒ کھڑے ہوئے آنسو جاری تھے۔ دو قصیدے ایک عربی مرثیہ جو فصل الخطاب کے آخر میں لگا ہوا ہے پہلے وہ پڑھا:

قِفَا نَبْكِ مِنْ ذِكْرٰى مَزَارٍ فَنَدْ مَعَا
مَصِيْفًا وَ مَشْتًا ثُمَّ مَرْاٰى وَ مَسْمَعًا
قَدِاحْتَفَّهُ الْاَلْطَافُ عَطْفًا وَ عَطْفَةً
وَ بُوْرِكَ فِيْهِ مَرْبَعًا ثُمَّ مَرْبَعًا

ترجمہ: ”آپ دونوں کھڑے ہوجاتے ہم رونے لگ جاتے مزار کے ذکر سے۔ گرمی کے اعتبار سے اور سردی کے اعتبار سے۔ اور دیکھنے کے اعتبار سے اور سننے کے اعتبار سے۔ اللہ تعالیٰ کے الطاف اور مہربانیوں نے اس کو گھیرا ہے اور اس میں برکت ڈالی ہے۔“

پھر فارسی کا طویل قصیدہ پڑھا سب حاضرین وقفِ گریہ و بکا تھے۔

بگذر از یاد گل و گلبن کہ ہیچم یاد نیست
در زمین و آسماں جز نام حق آباد نیست
بر روانِ رہرواں ہاں رحمتے بفرستہ باش
حسن بے بنیاد باشد عشق بے بنیاد نیست

شرح حال خود نمودن شکوہ تقدیر نیست
نالہ بر سُنّت نمودن نوحہ فریاد نیست

ترجمہ: ’’پھول کی یاد سے گزر جا اور گلاب کے درخت کے پار سے گزر جا کہ مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔ زمین و آسمان میں اللہ کے نام کے علاوہ کسی کے لئے بقاء نہیں ہے۔ ہمارے رہبر کی روح پر رحمتیں نازل فرما۔ حسن بے بنیاد ہوتا ہے لیکن عشق بے بنیاد نہیں ہوتا۔ اپنی حالت کی شرح کرنا تقدیر کا شکوہ نہیں ہے۔ سنت کے مطابق رونا نوحہ اور فریاد نہیں ہے۔‘‘

پھر فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سنت کے مطابق حزن و ملال کا اظہار کیا ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی مرثیہ پڑھا ہے، اسلئے آنسو بہانا یا غم کا اظہار کرنا بدعت نہیں ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

(فائدہ) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ثابت ہی، حضرت ابراہیم صاحبزادہٗ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

اِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۴)

ترجمہ: ’’ابراہیم ہم آپ کے فراق اور جدائی سے غمزدہ ہیں۔‘‘

اور آنسو جاری تھے، طویل قصیدہ ہے بڑا دردناک رقت انگیز۔

مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا جلسہ
اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ

☆...... 1929ء مارچ کے مہینہ میں لاہور میں خدام الدین شیرانوالہ گیٹ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اجتماع کیا، اس میں حضرت مولانا ظفر علی خاں رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ نے ولولہ انگیز تقریر کی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس کے شیخ کو اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہیے تو حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ مظفر گڑھ کے جلسہ میں یہ عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ بوقت شب میرے پاس آئے اور کہا کہ مجھے کچھ ذکر واذکار تلقین کیجئے ہم نے ان کو کچھ پڑھنے کے لئے بتادیا۔ پھر میں نے کہا کہ کچھ رد قادیانیت کے سلسلہ میں سپاہیانہ خدمت کیجئے، لہٰذا میں آپ صاحبان کے سامنے ان کو امیر شریعت مقرر کرتا ہوں، آپ حضرات کو بھی ان کا اتباع کرنا چاہیے، سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کھڑے رو رہے تھے۔ اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے بھی انسو جاری تھے، بلکہ تمام مجمع پر رقت کا عالم تھا، ہمارے حضرت رائے پوری رحمہ اللہ بھی فرمارہے تھے کہ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے رد قادیانیت پر لگایا۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ رحمہ اللہ خود حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی خدمت میں سنا رہے تھے کہ جب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا وصال ہوگیا تو میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کے ہمراہ تھانہ بھون گیا۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نہایت شفقت سے ملے اور مجھے بغل میں لے کر مسجد کے حوض سے سہ دری میں جہاں حضرت تھانوی بیٹھتے تھے لے گئے، میں نے عرض کیا کہ حضرت! اب آپ ہی ہمارے سر پر ہاتھ رکھیں، ہمارے سرپرست تو رخصت ہوگئے تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرمانے لگے ”اجی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے کیا کہنا، میں تو مولانا انور شاہ رحمہ اللہ کے وجود کو اسلام کی حقانیت کی دلیل سمجھتا ہوں، جیسا کہ امام غزالی رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے۔

مولانا خیر محمد رحمہ اللہ نے میانی افغانان ضلع ہوشیار پور کے سفر میں جب کہ

ہم دونوں وہاں جلسہ میں گئے تھے تو مولانا نے راستے میں بیان فرمایا تھا، یہ 1937ء کا واقعہ ہے تقسیم ملک سے پہلے کی بات ہے۔ مولانا احقر کو سنا رہے تھے۔ قولہ تعالیٰ:

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـــَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٨١﴾ (سورۃ البقرۃ:۸۱)

ترجمہ: ”کیوں نہیں یعنی یہ بات غلط ہے کہ یہودی ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں رہیں گے جس نے کمایا گناہ اور گھیر لیا اس کو اس کے گناہ نے وہی ہے جہنم کے رہنے والے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

یعنی گناہ اس پر ایسا غلبہ کرے کہ کوئی جانب ایسی نہ ہو جس پر گناہ کا غلبہ نہ ہو حتیٰ کہ دل میں ایمان باقی نہ رہے۔

اس کے ذیل میں وجہ یہود کے قول:

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ (سورۃ آل عمران: ۲۴)

ترجمہ: ”یہود کہتے کہ ہم کو ہرگز نہ لگے گی آگ دوزخ کی مگر چند دن گنتی کے“ بیان کی۔

اور انکار متواترات دین بھی کفر ہے۔ بنی اسرئیل کے اعتقاد فاسد اور ان کی غلط رَوِش⁽¹⁾ اور تحریف⁽²⁾ کا یہ منشاء تھا کہ چونکہ ہر شریعت میں معاصی کے دو مرتبے رکھے ہیں، ایک یہ کہ معاصی کو معاصی ہی اعتقاد کرے اور ملت حقہ کا اتباع واجب جانتا ہو، ہاں عمل میں مخالفت کرتا ہو، مثلاً یقین سے جانتا اور مانتا ہے کہ

---

(۱) طور طریقہ۔

(۲) ردّ و بدل۔

شراب پینا حرام ہے ایسا ہی زنا، چوری لواطت بھی حرام ہے، کبائر ہیں لیکن طبعی حجاب کے باعث اس سے ان چیزوں کا صدور ہو جاتا ہے، اس مرتبہ کا نام فسق و فجور و عصیان ہے۔ (العیاذ باللہ) اس کو وعید عذاب آخرت تو شریعت مقدسہ نے دیا ہے لیکن وہ ایک مدت مقررہ عنداللہ کے بعد ختم ہو جائے گا عذاب دائمی نہیں ہوگا، کیونکہ اس کا یقین اور اعتقاد رائیگاں نہیں جائے گا، بلکہ عذاب سے نجات عطا فرمائے گا، یعنی عذاب دائمی نہ ہوگا۔

دوم یہ کہ اعتقاد بھی موافق شریعت حقہ کے نہ ہو مثلاً جو چیز کہ نفس الامر (حقیقت) میں ثابت ہے خواہ از قسم الٰہیات ہو یا قیامت کے متعلق ہو خواہ شعائر اللہ کے متعلق ہو مثلاً اللہ کی کتابوں پر ایمان نہ ہو، یا رسولوں یا احکام متواترہ دین کا انکار کرتا ہو، اس کو کفر جحود، زندقہ اور الحاد کہتے ہیں، اس کے متعلق آخرت میں دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے، اسی کو کہتے ہیں:

اَلْفَاسِقُ لَا یُخَلَّدُ فِی النَّارِ۔

ترجمہ: ”فاسق ہمیشہ آگ میں نہیں رہے گا۔“

چونکہ ملت حقہ اس زمانے میں صرف یہود تھے جو کہ بنی اسرائیل تھے وہ اپنی غباوت (۱) سے یہ سمجھ گئے کہ بنی اسرائیل کو عذاب دائمی نہیں ہوگا۔ اور غیر بنی اسرائیل کو عذاب دائمی ہوگا، اس فرقے نے اپنی کند ذہنی سے فرق عنوان میں اور مُعَنْوَنْ میں نہ کیا، اور کہہ دیا کہ

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ (سورۃ آل عمران: ۲۴)

ترجمہ: ”یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف چند روز جہنم میں رہیں گے۔“

---

(۱) کند ذہنی، کم فہمی

حق تعالیٰ شانہٗ نے اول تو اس طرح رد کر دیا کہ کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد اس پر کیا ہوا ہے:

قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ
تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٠﴾ (سورۃ البقرۃ:۸۰)

ترجمہ: ’’کہہ دیجئے کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے عہد لیا ہے کہ اب ہرگز اللہ تعالیٰ خلاف نہیں کرے گا اپنے عہد کے یا تم اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں کہتے ہو جس کو تم نہیں جانتے۔‘‘

کیوں کہ اصل کلام میں تو تخصیص بنی اسرائیل اور یہود کی نہ تھی بلکہ نصوص تو مطلقاً اہلِ حق کا ذکر کرتی ہیں۔

پس نص صحیح غیر ماؤل جس کو عہد کہتے ہیں اس باب میں مفقود تھی اور تاویلات اعتقادیات اور اصول دین میں اس قابل نہیں کہ ان کی طرف توجہ کی جائے۔

نیز یہ بھی کہ اس تحقیقی بیان سے ان کے شبہے کو حل فرما دیا کہ

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ۔

(سورۃ البقرہ:۸۱)

ترجمہ: ’’یقیناً جس نے بھی برے کام کئے اور اس کی نافرمانیوں نے اسے گھیر لیا۔‘‘

کہ فساد علم و عمل اور خرابی عقیدہ و اعمال اس حد تک پہنچ جائے کہ ذرہ برابر مقدار بھی ایمان باقی نہ رہے، موجب ’’خلود فی النار‘‘ کا ہے جس فرقہ میں بھی پایا جائے گو بظاہر کلمہ گو ہی ہو اور دعویٰ بھی دین داری کا رکھتا ہو، یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ معصیت کی قباحت کا اعتقاد ختم ہو جائے، زبان ہی سے انکار کرنا شرط نہیں بلکہ

یہ اعتقاد ہو جائے کہ ہمارے ڈرانے کے لئے یہ دھمکی دی ہے...... وَالْعِیَاذُ بِاللهِ ثُمَّ الْعِیَاذُ بِاللهِ۔

مراجعت کرو فتح العزیز کی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے لکھا ہے:

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۰۲)

یعنی انہوں نے اتباع کیا اس کا جس کو پڑھتے ہیں شیاطین حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں:

وَمَا کَفَرَ سُلَیْمٰنُ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۰۲)

ترجمہ: ”اور نہیں کفر کیا سلیمان علیہ السلام نے۔“

یعنی سحر اور اس کا مادہ کفر ہے یا مثل کفر کے ہے:

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَی الْمَلَکَیْنِ...... الخ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۰۲)

اس کا عطف ”ما تتلو“ پر ہے، اس سے یہ ضروری نہیں کہ جو کچھ ہاروت و ماروت پر اترا تھا وہ سحر ہی تھا، بلکہ عطف تو مغایرت (۱) پر دلالت کرتا ہے، محض لفظوں میں قِران کے باعث یہ وہم ہوتا ہے بلکہ وہ ایسے عزائم میں سے تھا جس کا مادہ شر نہ ہو بلکہ نتیجہ اس کا شر ہوتا ہے، مثلاً ادویہ طبعیہ مثلاً (اسپغول اس کا لعاب پیتے ہیں اگر اس کو چبائیں تو زہر ہو جاتا ہے) یا جیسے کہ عمل سفلی کرتے ہیں کسی کو ہلاک کرنے کے لئے حالانکہ کسی کو جان سے مار دینا یہ تو حرام ہے:

حَتّٰی یَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَکْفُرْ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۰۲)

ترجمہ: ”یہاں تک کہ وہ دونوں کہتے تھے کہ ہم تو صرف آزمائش ہیں تم کفر نہ کرو۔“

---

(۱) تبدیلی۔

وہ دونوں یہ کہتے تھے کہ تو کفر نہ کریو، یعنی ہم سے سیکھ کر اس کا غلط استعمال نہ کرنا، جس کا نتیجہ برا نکلے، اور غایت تشنیع کے باعث اس کو کفر فرمایا گیا، اس واسطے بھی کہ وہ سحر کے ساتھ ملتبس ہوتا ہے، مثلاً کوئی وظیفہ اپنی تکلیف رفع کرنے کے لئے سیکھے، پھر اس کو استعمال کرے، دوسروں کو ضرر پہنچانے کے لئے یہ منع ہے، تفریق زوج اور زوجہ میں تو فسق ہے کفر نہیں ہے۔

اور بہت کم سلف ادھر گئے ہیں، کہ ہاروت و ماروت پر تعلیم دینے کے لئے سحر نازل ہوا تھا، بلکہ حضرت علی ؓ کے ایک اثر سے تو اسم اعظم تھا، دیکھو جو ابن جریر ؒ نے ربیع سے نقل کیا ہے، اور اس کو ابن کثیر نے جید کہا ہے، بلکہ تابعین کی ایک جماعت مثل مجاہد، سدی، ربیع ابن انس، حسن بصری، قتادہ، ابوالعالیہ، زہری ؒ سے مروی ہے کہ اس میں کوئی حدیث مرفوع متصل صحیح سند سے صادق ومصدوق ومعصوم سے ثابت نہیں، اور ظاہر قرآن بھی یہی چاہتا ہے، کہ اس اجمال پر ایمان لایا جائے بغیر اطناب (۱) کے۔ اور موضح القرآن میں يُلۡحِدُونَ فِيٓ أَسۡمَآئِهِۦ میں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے اس کو واضح ترین الفاظ میں لکھا ہے:

> وَذَرُوا الَّذِينَ يُلۡحِدُونَ فِيٓ أَسۡمَآئِهِۦ (سورۃ الاعراف:۱۸۰)
>
> ترجمہ: ”اور چھوڑ دو ان کو جو کج راہ چلتے ہیں اس کے ناموں میں۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے وصف بتائے ہیں وہ کہہ کر پکارو، تاکہ تم پر متوجہ ہو اور نہ چلو کج راہ، کج راہ یہ ہے کہ جو وصف نہیں بتلائے بندہ وہ کہے، جیسا اللہ تعالیٰ کو بڑا کہا ہے لمبا نہیں کہا، یا قدیم کہا ہے پرانا نہیں کہا، اور ایک کج راہ

---

(۱) بات کو طول دینا۔

یہ ہے کہ ان کو سحر میں چلائے، اپنے کئے کا پھل پائیں گے، یعنی قرب الٰہی نہ ملے گا، وہ مطلب ملے گا بھلا ہو یا برا۔

یا یوں بھی ممکن ہے کہ اس کی تقریر کی جائے کہ یہود جو کچھ ہاروت ماروت سے سیکھتے تھے اور وہ جو سحر انہوں نے شیاطین سے سیکھ رکھا تھا، ان دونوں میں خلط ملط کرتے تھے، پس ظاہر اور غیر ظاہر کے ملنے سے خبیث پیدا ہوا، لہٰذا وہ دونوں یوں کہتے تھے۔ فلا تکفر پس یہ ایسا ہوا جیسے قولہ تعالیٰ:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ (سورۃ البقرۃ:۲۶)

ترجمہ: ''گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس مثال سے بہت سے لوگوں کو اور ہدایت کرتا اس سے بہت سے لوگوں کو۔''

بس یہ باعث کفر کا بالذات نہ ہوا بلکہ بالعرض ہوا، جیسے علم دین پڑھے:

لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ۔

(ترمذی ج ۲ ص ۹۴ کتاب العلم)

ترجمہ: ''علم اس لئے پڑھے کہ علماء سے مناظرے کرے اور عوام سے جھگڑے کرے۔''

پس وہ علم اس کے لئے وبال بن جاتا ہے۔ ایک جماعت سلف سے ادھر بھی گئی ہے کہ یہاں مانافیہ ہے۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۣ (سورۃ البقرۃ:۲۱۳)

ترجمہ: ''تھے سب لوگ ایک دین پر۔''

حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کو موضح القرآن میں شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے خوب واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتابیں بھیجیں اور نبی متعدد بھیجے، اس لئے نہیں کہ ہر فرقے کو جدا راہ فرمائی، اللہ تعالیٰ کے ہاں تو ایک ہی

راہ ہے جس وقت اس راہ سے کسی طرف بچلے (پھسلے) ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے نبی بھیجا کہ ان کو سمجھائے کہ اس راہ پر چلیں پھر کتاب والے کتاب سے بچلے تب دوسری کتاب کی حاجت ہوئی، سب کتابیں اور سب نبی اسی ایک راہ کو قائم کرنے کے لئے آئے ہیں اس کی مثال ایسی ہے کہ تندرستی ایک ہے اور امراض بے شمار، جب ایک مرض پیدا ہوا تو ایک دوا اور پرہیز اس کے موافق فرمایا، جب دوسرا مرض پیدا ہوا تو دوسری دوا اور پرہیز اس کے موافق فرمایا، اب آخری کتاب میں ایسی دوا بتلائی کہ ہر مرض سے بچاؤ ہے، یہ سب کے بدلے کفایت ہوئی۔

ہدایت کے معنی طریق حق اور صواب (۱) کی طرف راہنمائی کرنا اور وہ ایک ہی ہوسکتا ہے، لوگوں نے اختلاف کیا، یہ مطلب ہے کہ بعض لوگ اسلام لائے اور بعضوں نے ترک کر دیا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت میں ...... لَمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْاِسْلَامِ ...... ہے۔ (البحر المحیط) چنانچہ:

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ○ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ (سورۃ البینۃ: ۴، ۵)

ترجمہ: ”اور وہ اختلاف ہوا اہلِ کتاب میں یہ اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی بات آئی اور ان کو بھی حکم ہوا کہ بندگی کرے صرف اللہ تعالیٰ کی خالص کر کے اس کے واسطے بندگی۔ مائل ہو حق کی طرف یعنی ہر قسم باطل اور جھوٹ سے علیحدہ ہو کر خالص اللہ کی بندگی کرے۔“

(فائدہ) معلوم ہوا کہ سب کو حنیف بننے ہی کا حکم ہوا ہے اور یہ اسلام ہی میں

---

(۱) نیک عمل، درست

ہوسکتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے سے واضح ہے۔

☆...... ابھی فروری 1965ء میں مولانا غلام نبی فاروقی رحمہ اللہ شرق پور سے تشریف لائے مولانا فاضل دیوبند اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے دورہ حدیث شریف پڑھا ہے، تقریباً ۲۳ گھنٹے قیام فرمایا، اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا تذکرہ فرماتے رہے، بڑے فاضل ہیں مردان کے علاقہ کے باشندے ہیں، جب میں نے باچشم نم(۱) بہاول پور کے مقدمہ کا تذکرہ کیا اور یہ کہ حضرت رحمہ اللہ نے جامع مسجد بہاولپور میں وعظ فرمایا کہ میں نے ڈابھیل جانے کے لئے سامان سفر باندھ لیا تھا کہ مولانا غلام محمد رحمہ اللہ شیخ الجامعہ بہاولپور کا خط پہنچا کہ تُو قادیانیوں کے خلاف شہادت دینے کے لئے آ، تو ہم نے سوچا کہ ہمارا اعمال نامہ تو سیاہ ہے ہی، شاید یہی بات پیغمبر برحق کی شفاعت کا سبب بن جائے کہ نبی کریم ﷺ کا جانبدار ہوکر بہاولپور میں آیا تھا، یہ سنتے ہی مولانا فاروقی بے قرار ہوگئے اور رقت طاری ہوگئی۔

جب تک حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ حین حیات رہے، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ جلسہ کرتے رہے، جب وصال فرمایا پھر کبھی جلسہ نہیں کیا جب تک دہلی قیام رہا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی زیارت کے لئے دیوبند تشریف لاتے رہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے لاہور میں تقریر اور دُعا فرمائی

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ 1921ء میں لاہور اچھرہ تردید قادیانیت کے سلسلہ میں تشریف لائے (جامعہ فتحیہ اچھرہ میں بیان فرمایا) اور

---

(۱) آنکھوں میں آنسو کے ساتھ۔

میاں قمر الدین ؒ نے زیارت کی اور تقریر سنی، تو حضرت انور شاہ کشمیری ؒ سے عقیدت ہوگئی، پھر لاہور وزیر خان کی مسجد میں مولانا دیدار علی ؒ کی مسجد میں حضرت شاہ صاحب ؒ نے جمعہ کی نماز پڑھائی، اور بعد نماز تقریر فرمائی تو مولانا نجم الدین ؒ پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور بھی وہاں تشریف فرما تھے، فرمایا مولانا نجم الدین ؒ اور مولانا احمد علی ؒ بھی ہمارے علماء میں سے ہمارے ساتھ تھے۔

سب سے اوّل اہلِ لاہور کو حضرت شاہ صاحب ؒ کی زیارت کا موقع نصیب ہوا تھا، ڈاکٹر محمد اقبال ؒ بھی اس وقت زیارت سے مشرف ہوئے تھے، احقر کا ان دنوں دورۂ حدیث تھا، دیوبند واپس تشریف لے جا کر درس حدیث میں سارا سفر نامہ سنایا تھا۔

دسمبر 1932ء کے اواخر میں ڈابھیل حاضر ہوکر مولانا احمد علی لاہوری ؒ دعوت دے کر آئے تو حضرت دو تین شب دیوبند ٹھہر کر لاہور جلسہ میں شرکت کی غرض سے تشریف لے آئے، مولانا حسین علی ؒ واں بھچراں، حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ بھی تشریف لائے تھے۔ یہ جلسہ بڑی شان سے ہوا تھا۔ حضرت شاہ صاحب ؒ نے صدارت فرمائی اور تقسیم اسناد بھی ترجمۃ القرآن سے فارغ التحصیل علماء کو فرمائی تھی، واپسی دیوبند کے سفر میں احقر بھی حضرت کے ہمراہ تھا، امرتسر پہنچ کر کھانا کھایا، مولانا غلام مصطفیٰ کشمیری ؒ جو کہ رشتہ میں بھانجے حضرت شاہ صاحب ؒ کے ہوتے تھے اور مولانا عبداللہ فاروقی ؒ بھی تھے، جب کھانا تناول فرمانے لگے تو ہم سب کو بھی شریک فرمایا احقر ادبا زمین پر بیٹھنے لگا تو نیچے کا کپڑا سرکا دیا، فرمایا اجی! اسے کیوں اٹھاتے ہو، اسے بچھا ہی رہنے دو اس کے اوپر بیٹھ جاؤ، اب تکلف چھوڑو بے تکلف بیٹھو۔

پھر بعد فراغت طعام احقر نے کچھ باطنی حالات سنانے شروع کئے بڑے غور سے سنتے رہے پھر فرمایا کہ حالات سب مبارک ہیں، پھر دعائیں دیتے رہے، مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ سے پڑھا ہے؟ فرمایا ہاں۔

☆...... امرتسر سے کسی صاحب نے پھلوں کی پیٹیاں ساتھ کردیں، مولانا غلام مصطفیٰ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمانے لگے کہ کوئی پھل نکالو، پھر فرمایا کہ جب میں گھر جاتا ہوں تو بچے کچھ مانگتے ہیں تو اس لئے کچھ پھل خرید کر ساتھ رکھ لیتا ہوں، بعض دفعہ سہارن پور یا دیوبند ہی سے کچھ لے لیتا ہوں، بچے جب پوچھتے ہیں اباجی یہ وہیں سے لائے ہیں جہاں سے آپ آرہے ہیں تو چشم پوشی کرتا ہوں اور مسکرائے۔

بیعت اور تلقینِ ذکر جہر و اَوراد

☆...... بہاولپور کے سفر میں تشریف لے جاتے وقت یہ فرمایا کہ یہاں پر علماء سنٹرل جیل ملتان میں مقید ہیں ان سے ملاقات کرکے آگے جانا ہے اس لئے ملتان چھاؤنی کے سٹیشن پر اتر گئے۔

صبح صادق ہوچکی تھی جب گاڑی ملتان چھاؤنی پہنچی اترتے ہی پلیٹ فارم پر مجمع کے ساتھ نماز باجماعت ادا کی، پھر مجلس احرار کے دفتر میں تشریف لائے، ان لوگوں نے وہاں چائے کا انتظام کررکھا تھا، بہت مجمع ہوگیا بعض لوگ بیعت بھی ہوئے ان کو بیعت فرمایا، بعد نماز فجر کلمہ توحید سو بار اور بعد نماز عصر کلمہ تمجید سو بار بعد نماز عشاء درود شریف سو بار۔ نماز والا درود تو بہت فضیلت رکھتا ہے، یا یہ درود شریف پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

وَّ اَصْحٰبِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔

اس کو درود مشہور کہتے ہیں پھر فرمایا کہ یہ سہروردی طریقہ ہے، اس کو اوراد کہتے ہیں، جب تخلیہ ہوتا تو بیعت کرتے وقت دوازدہ (بارہ) تسبیح چشتیہ ہی تلقین فرماتے اور اس کا طریق بھی خود کر کے دکھاتے، خوب شدمد سے اللہ اللہ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ فرماتے کہ متوسط جہر کے ساتھ ذکر کرتے اس کو اذکار کہتے ہیں۔

''مبسوط'' کا تذکرہ

ایک شخص نے کہا کہ مبسوط میں احادیث بہت ہیں، میری زبان سے نکلا کہ مبسوط میں احادیث مذکور نہیں (امام محمد کی مبسوط) وہ ایک متن فقہ کا ہے، فرمایا (ان مولوی صاحب کی طرف خطاب کر کے) کچھ ذخیرہ احادیث آپ کی نظر سے گذرا؟ احقر نے ان مولوی صاحب سے کہا کہ وہ جو آپ ذکر فرما رہے ہیں وہ تو شمس الائمہ کی مبسوط ہے، اسکو بھی مبسوط ہی کہا جاتا ہے پھر کھانا تناول فرمایا، اور قبل ظہر ایک کوٹھی میں تشریف لے گئے جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے ایک مرید نے بنوائی تھی۔

بعد نماز ظہر احقر سے فرمایا وہ رسالہ لایئے جو آپ نے ردقادیانیت میں لکھا ہے احقر نے پیش کیا، عصر تک مطالعہ فرماتے رہے، بہت مسرت کا اظہار فرمایا۔ پھر بہاولپور جا کر مولانا مرتضٰی حسن رحمۃ اللہ اور مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ اور علماء سے اس کا تذکرہ فرماتے رہے کہ اس نے رسالہ لکھا ہے جس میں کفریات مرزا مزید جمع کئے ہیں، پھر فرمایا میں اس کو ڈابھیل سے طبع کرادوں گا۔ تاکہ وہاں کے طلباء یاد کریں، احقر نے عرض کیا صاف کر کے ارسال کردوں گا پھر التواء ہوتا گیا یہاں تک کہ حضرت شاہ صاحب کا وصال ہو گیا۔

افسوس کہ تقسیم ملک کے وقت وہ سب کاغذات ضائع ہو گئے، مولانا

نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ لاہور والوں کا بیان اس رسالہ سے مرتب کیا گیا تھا، مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عشق ہو گیا تھا ہر وقت خدمت مبارکہ میں حاضر رہتے تھے، مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے خاموش رہتے تھے، حضرت مولانا عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ (ناظم مظاہر العلوم سہارن پوری) بھی خاموش بیٹھے رہتے۔

فرمایا اہلِ مکہ نے کئی سال تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکالیف پہنچائیں آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں لا ڈالا، حتیٰ کہ جنگِ احزاب میں جو ابوسفیان اتنی عداوت کا مظاہرہ کر رہے تھے، وہی جب ایمان لائے تو جنگ یرموک میں صفوں کے درمیان پھر رہے تھے، فرما رہے تھے، لوگو! یہ موقع روز روز ہاتھ نہیں آتے، آج وقت ہے خوب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا ثبوت دو، خوب جوش دلا رہے تھے، تا آنکہ میدان جیت لیا۔

بہاولپور کے مقدمہ کا کچھ حال

بہاول پور کے تاریخی مقدمہ میں شہادت کے لئے مولانا عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ ناظم مظاہر العلوم سہارن پور بھی تشریف لے گئے تھے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا غایت ادب تھا اس لئے خاموش بیٹھے رہتے، ایک روز حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی صاحب سے فرمایا مولانا شمس الدین بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ میں معجم کبیر للطبرانی قلمی ہے وہ ہمیں چند یوم کے لئے درکار ہے، خواہ وہ صاحب جو مولانا کے کتب خانہ کے مالک ہوں وہاں بیٹھ کر دیکھ لینے دیں، یا ہم سے ضمانت لے کر چند یوم کے لئے مستعار عنایت فرمائیں۔ حضرت مولانا عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ چپکے سے ہی چلے گئے اور کتاب لے آئے اور لا کر پیشِ خدمت کر دی، فرمایا کہ میں اسی وقت چلا گیا تھا ان سے عرض کیا تھا کہ ہمارے حضرت شاہ

صاحب ؒ کو کتاب کی ضرورت ہے، انہوں نے بے تامل عنایت فرمائی۔

حضرت شاہ صاحب ؒ پر بے حد اثر ہوا۔ دیر تک ”اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے یہ تو بڑی عنایت فرمائی“ فرماتے رہے پھر کتاب احقر کے حوالے کر دی، اور فرمایا اس میں سے مجھے کچھ عبارت نقل کر دے، اور نشان لگا دیئے اور یہ بھی فرمایا کہ قلمی کتابوں میں عموماً اعراب اور نقطے نہیں ہوتے، علماء کو پڑھنے میں دِقت ہوتی ہے، لاؤ میں آپ کو اس کا طریقہ بتاؤں۔

پھر میں نے مختلف مقامات سے بہت سی عبارات نقل کر کے پیش کیں تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا کہ اکثر لوگوں کو میں نے کتاب دی، مگر غلط ہی نقل کر دی، بعض نے صفحات غلط لگا دیئے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کوئی نئی بات تو نے دیکھی ہے، تو بتلا دے؟ بعض دفعہ کچھ عرض بھی کر دیتا۔

ایک دفعہ ایک راوی کی نسبت میں مجھے شبہ ہوا تو دریافت کرنے کے لئے حضرت ؒ کی خدمت میں گیا، فوراً فرمایا ”سَيَلْحِيْنِيْ“ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بِالْاِسْتِيْعَاب(۱) ہی اس کتاب مستطاب کے دیکھنے کا موقع مل گیا، بابو حبیب اللہ امرتسری بھی رات کے وقت بعد عشاء میرے پاس آ بیٹھے کہ میں تیرے ساتھ حضرت کے پاؤں دباتا ہوں، توفی کے لفظ پر کچھ دریافت کر رہے تھے، احقر نے عرض کیا حضرت توفی حیات کے ساتھ جمع بھی تو ہو سکتی ہے۔ فرمایا ہاں:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ (سورۃ الزمر: ۴۲)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہوا نکے مرنے کا اور جو نہیں مرے ان کو کھینچ لیتا ہے پھر واپس بھیجتا ہے۔“

---

(۱) شروع سے آخر تک۔

اس میں یہ ہے کہ توفی ہو رہی ہے موت واقع نہیں ہوئی جیسے نیند میں توفی ہوتی ہے سوتے آدمی کو مردہ کوئی نہیں کہتا:

وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ۔ (سورۃ الانعام: ٦٠)

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے کہ رات میں تمہاری روح کھینچ لیتا ہے۔‘‘

پھر میں نے قصہ سنایا کہ سلطان پور لودھی ضلع جالندھر پنجاب میں حیات عیسیٰ پر بحث کرتے ہوئے میں نے مرزائی مناظر سے دریافت کیا کہ کیا تمہارا رات کے وقت جنازہ نکل جاتا ہے، بچے یتیم ہو جاتے ہیں عورت بیوہ ہو جاتی ہے، بہت خوش ہوئے اور تبسم فرماتے رہے (کبھی مدت العمر کھکھلا کر نہیں ہنسے)۔

☆☆☆☆

عید مسلم اور علامہ جوھر طنطاوی کا تذکرہ

افادات عالیہ حضرت شیخ الاسلام سید المحدثین مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

علامہ جوہری طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حامد کی حمد اس کے علم کے اعتبار سے ہوتی ہے، اب اندازہ لگایئے کہ رب العالمین نے بھی قرآن عزیز میں اپنی حمد مختلف عنوانات سے فرمائی ہے، مخلوق کو تو اس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا ایک پیغمبر برحق جو حمدِ خدا کر سکتا ہے، ایک امتی کیا مقابلہ کرے گا، جو علوم صحابہ رضی اللہ عنہم کو عطا فرمائے گئے تھے اس لئے کہ وہ تو اذکیا امت تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی کے لئے منتخب فرمایا گیا، اگر وہ حمد باری عزاسمہ بیان کریں گے تو انہیں کی شایان شان ہوگی، اسی طرح دیکھتے جایئے اب ہم تو یہی سمجھے ہوئے ہیں کہ عید کا دن ایک افضل دن ہے، سارے شہر کو باہر کھلے میدان میں نکل کر شکر کے دو نفل ادا کرنے چاہئیں۔

لیکن حجۃ الاسلام سیدنا حضرت مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عید مسلم تبلیغ کا دن ہے ہر شخص جو تکبیر کہتا ہے اللہ کی کبریائی کی تبلیغ کرتا ہے، حتیٰ کہ ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عوام اگر جوق در جوق بازاروں میں تکبیرات کہتے پھریں تو منع نہ کرنا چاہیے کہ عوام میں ترغیب ہوتی ہے، یہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون اسلام کے تمام شعبوں کو حاوی ہے جتنا جتنا غور کرتے جائیں گے آپ پر منکشف ہوتا جائے گا۔

فروع، عقائد، تاریخ، سِیَر، احکام سبھی پر بصیرت افروز اور ناقدانہ تحقیقی بحث فرمائی ہے، ضرورت ہے کہ ایسے مضامین کی تلاش کر کے خوب اشاعت کی جائے یہ تبرک حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے نکلا ہے، ایک حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر مہاجر (رسالہ یا اخبار) دیوبند 1928ء میں...... الصوم لی وأنا أجزی به (یعنی روزہ میرے لئے ہے اور اس کا بدلہ میں خود دوں گا)...... پر شائع ہوئی تھی، افسوس کہ ہمارے پاس محفوظ تھی، لیکن 1947ء کے خونی ہنگامہ میں جب ہم رائفلوں کے سائے میں نکالے گئے تو احقر کی کتابوں کے ساتھ رائے کوٹ ضلع لدھیانہ ہی رہ گئی۔ حضرت کی سیرت پاک بھی لکھی ہوئی غیر مطبوعہ تھی، بہت سے خطوط مولانا محمد سلیمان شاہ رحمۃ اللہ علیہ برادر خورد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تھے، اب ہم اس تبرک انوری کی اشاعت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں کہ اس کا افادہ عام ہو جائے شاید کہ ہمارے لئے ذخیرہ عُقبیٰ ثابت ہو۔ آمین

محمد انوری لائل پوری عفا اللہ عنہ

31 مارچ 1965ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

عید خوشی اور مسرت کا نام ہے اور اہل دنیا کے نزدیک ـــــ ہر قسم کا سُرور وانبساط اور ہر طرح کی فرحت و ابتہاج (۱) عید کے مترادف ہے، لیکن شریعت مقدسہ اور ملت بیضاء کی نظر میں عید اس مسرت وخوشی کو کہتے ہیں جو نعماء (۲) ربانی اور کرم ہائے الٰہی کے شکر اور اس کے فضل وجود پر ادائے نیاز کے لئے کی جاتی ہے، دنیا خود فانی ہے اور اس کے باغ و بہار فانی، پھر اس پر کیا مسرت وانبساط جس سرور کے بعد غم ہو اور جس خوشی کے بعد رنج ہو تو ایسے سرور کو عید کہنا ہی غلط ہے، اس لئے قرآن عزیز نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَفۡرَحۡ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡفَرِحِیۡنَ ﴿۷۶﴾ (سورۃ القصص:۷۶)

ترجمہ: ”تو نہ اِترا کہ اللہ تعالیٰ اِترانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔“

عید کی حقیقت اصلیہ اور اس کا صحیح مفہوم اس دائمی سرور اور ابدی سرمدی مسرت میں مضمر (۳) ہے جس کی نسبت اور جس کا تعلق خود ذات احدیت اور بارگاہ صمدیت سے وابستہ ہے منعم حقیقی کا انعام ابدی ہے اور اس کا فضل واحسان سرمدی، لہٰذا اپنی یہ مسرت وفرحت اور خوشی وانبساط بجا اور اسی عید کو عید کہنا صحیح اور درست ہے اسی کو رب العالمین نے معجزانہ انداز میں اس طرح فرمایا ہے:

قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰہِ وَبِرَحۡمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا ؕ

(سورۃ یونس:۵۸)

---

(۱) خوشی۔

(۲) نعمتیں۔

(۳) پوشیدہ۔

ترجمہ: ''کہہ دیجئے میرے اللہ کے فضل سے اور اس کی مہربانی سے خوش ہونا چاہئے۔''

یعنی خوشی و مسرت در حقیقت اللہ رب العزت کی رحمت اور اس کے فضل ہی پر کرنا چاہئے۔

عیدِ الٰہی

حقیقت بین نظریں اور معرفت سے پُر نگاہیں اس حکمت ربانی سے بے خبر نہیں ہیں کہ عالم تشریعی کی اساس (۱)، کہ جس کو عالم اوامر ونواہی کہنا بہتر ہے، بہت کچھ عالم تکوینی کے مظاہر وشواہد پر قائم کی گئی ہے تاکہ مرضیات پر کاربند ہونے میں آسانی ہو سکے۔ اسی اصل کے ماتحت اور اسی اساس کے زیر عنوان عید بھی ہے، عالم تکوینی کی ابتداء اور اس کے منصۂ شہود میں آنے کے متعلق قرآن عزیز نے جو رہنمائی کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رب العزت نے عالم انسانی کو درجہ بدرجہ ترقی کرنے اور تاریخ کو ملحوظ رکھنے کی ہدایت وتعلیم دینے کے لئے ہمارے فہم کے مطابق اس طرح فرمایا کہ ہم نے ارض وسماوات اور کائنات عالم چھ روز میں پیدا کیا:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ۔ (سورۃ یونس: ۳)

ترجمہ: ''بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین چھ دن میں پھر قرار پکڑا عرش پر۔''

اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ہفتہ کی موجودہ نوعیت اور اس کی اس

---

(۱) بنیاد۔

طرح روز وشمار بھی اس تکوینی عالم سے اخذ کی گئی ہے، چند روز عالم کی تخلیق میں صرف کرنے کے بعد اس کے سالگرہ منانے اور خوشی کا اظہار کرنے کے لئے رب العزت نے ساتواں روز عید اور تعطیل کا مقرر فرمایا، اور اس کو ان اعجازی کلمات میں ارشاد فرمایا:

ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ۔ (سورۃ یونس: ۳)

ترجمہ: ’’پھر قرار پکڑا عرش پر۔‘‘

مسئلہ استواء علی العرش کی مقامی توجیہہ

اس جگہ یہ خیال پیدا ہونا قدرتی امر ہے کہ استوی علی العرش سے کیا مراد ہے؟ اس کے معنی کیا ہیں؟ اس کے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے محققین کی تفاسیر کی طرف مراجعت ضروری ہے، کیونکہ یہ انہیں امور متشابہات میں سے ہے جن کے متعلق سلف صالحین کا صاف اور سادہ عقیدہ رہا ہے کہ

اَلۡاِسۡتَوَاءُ مَعۡلُوۡمٌ وَالۡکَیۡفِیَّۃُ مَجۡھُوۡلٌ۔

یعنی نفس مسئلہ تو ہم کو معلوم ہے لیکن اس کی حقیقت اور کیفیت ہم سے پوشیدہ اور نامعلوم ہے، لیکن علماء متاخرین کی جائز اور حدود شرعی کے ماتحت توجیہات واقوال کی طرف اگر نظر کی جائے جو انہوں نے قلوب عامہ کے وساوس اور ملحدین وفلاسفہ کی زیغ (۱) کو دیکھ کر کی ہے تو اس مسئلہ میں ان کے اقوال بہت زیادہ پائے جاتے ہیں اور انہوں نے اس معجز کلمہ کی تحقیقات میں بہت زیادہ کاوش سے کام لیا ہے اور اپنی اپنی استعداد عقل سلیم کے مطابق بہت کچھ جدوجہد کی ہے۔ مناسب مقام اسکے معنی یوں سمجھنے چاہئیں کہ رب العالمین نے ارض وسماوات

---

(۱) ٹیڑھ پن، پھر جانا۔

کو چھ روز میں پیدا کر دیا تو پھر اس نے ساتویں روز اس طرح عید منائی کہ اس نے تمام کائنات پر اپنی قدرت عامہ اور شہنشاہیت کے استیلاء (۱) وغلبہ کا اظہار فرمایا، اور تمام عالم اس کے حیطۂ اقتدار میں محیط ہو گیا، کیونکہ عرش پر اس کا استیلاء اور غلبہ جو کہ خود تمام ارض وسماوات کو حاوی ہے اس کی لامحدود قوت وسطوت کا اظہار کرنا ہے۔

ایک حدیثی نکتہ

تخلیق عالم اور عید الٰہی کی اس آیت کے بارے میں بعض محققین سخت تردد میں پڑ گئے، جس کا معنی یہ ہے کہ قرآن عزیز نے تخلیق ارض وسماوات کی مدت سِتَّةُ اَيَّامٍ چھ روز قرار دی ہے، اور صحاح کی بعض روایات میں ہے کہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے روز پیدا کیا، پس اگر تخلیق عالم کی ابتداء ہفتہ کے روز سے مانی جائے تو پھر پورا ہفتہ تخلیق ہی کو محیط ہو جاتا ہے، اور تعطیل (اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ) کے لئے کوئی دن باقی نہیں رہتا، لہٰذا کوئی صورت ایسی سمجھ میں نہیں آتی کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق جمعہ کے روز مان کر سِتَّةُ اَيَّامٍ کو صحیح باقی رکھا جا سکے اور استواء کے لئے ایک روز فاضل نکالا جا سکے، اس اشکال کے پیدا ہو جانے کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان محدثین ومحققین نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی حدیث میں جو جمعہ کا دن ہے اس کو اپنے خیال میں اس سلسلہ میں منسلک سمجھ لیا ہے جس میں کہ تخلیق ارض وسماوات ہوئی ہے، حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اگرچہ جمعہ کے روز ہی ہوئی ہے لیکن یہ جمعہ وہ جمعہ نہ تھا جو سِتَّةُ اَيَّامٍ کے تذکرہ کے بعد آتا تھا، بلکہ ایک عرصہ مدیدہ (۲) کے بعد حق تعالیٰ

---

(۱) قابو، قبضہ۔

(۲) طویل مدت

نے کسی ایک جمعہ میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، اور تخلیق ارض وسماوات کے متصل جو جمعہ آتا تھا وہی درحقیقت اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ اور عید الٰہی کا روز ہے، جن حضرات کی نظر احادیث کے ذخیرہ کی طرف کافی اور دقیق ہے ان کے لئے ہماری یہ توجیہ اصل حقیقت کی نقاب کشائی کے لئے کافی ووافی ہے۔

یوم سبت کی تحقیق

اسی اشکال کے سلسلہ کی ایک کڑی یوم سبت کی تعیین وتحقیق ہے۔ توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم السبت ہفتہ کا نام ہے، اور نصاریٰ کے عقیدہ میں یوم السبت اتوار ہے۔ اور چونکہ عربی زبان میں سبت کے معنی تعطیل کے آتے ہیں اس لئے خود علماء اسلام کو بھی اس کی تعیین میں مشکل پیش آئی ہے، اس لئے کہ مسلمانوں کے عقیدہ میں تو تعطیل کا دن جمعہ ہے، حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیسے محدث ومحقق بھی اس مسئلہ میں متردد ہیں اور وہ بھی اس کے قائل ہوگئے ہیں کہ یوم السبت ہفتہ ہی کے دن کا نام ہے اس اشکال کو اس سے اور زیادہ تقویت ہو جاتی ہے کہ خود عربی زبان میں یوم السبت ہفتہ کے روز کو کہتے ہیں۔

لیکن ان کی نظر شاید اس پر نہیں گئی کہ اہل عرب کے دور جہالت میں دنوں کے نام یہ نہ تھے جو کہ اب ان کے یہاں مستعمل ہیں، کتب تاریخ میں ان کا ذکر موجود ہے، موجودہ نام دراصل یہود کے ایجاد کردہ ہیں اور وہی اس کے واضع ہیں، چنانچہ کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ عرب جمعہ کو عروبہ کہتے تھے، عروبہ عبرانی کا لفظ ہے جس کا مفہوم وہی ہے جو ہماری زبان میں عرفہ کا ہے، اردو زبان میں ہر عرفہ ہر اسلامی تہوار سے ایک روز قبل کے لئے استعمال ہوتا ہے، بعینہٖ یہی مفہوم یہود عروبہ کا سمجھتے تھے، اور چونکہ وہ ہفتہ کے دن کو یوم تعطیل مانتے تھے اس لئے جمعہ کو عروبہ کہا کرتے تھے، عروبہ کے استعمال نے مسلمانوں میں بھی رواج

پایا، اور اس کو اس قدر وسعت ہوئی کہ بعض احادیث میں بھی یہ لفظ پایا جاتا ہے، بہر حال جب کہ ہفتہ کے موجودہ نام یہود سے لئے گئے تو لازمی تھا کہ وہ سبت ہفتہ کے دن کو مانیں اور اتوار کو اسی لئے انہوں نے یوم الاحد یعنی پہلا روز مانا یہی استعمال اور محاورہ علماء اسلام کے لئے اس کا باعث بنا کہ انہوں نے سنیچر ہی کو یوم السبت قرار دیا، اور جمعہ کی فضیلت کو صرف عہد اسلامی ہی سے شروع سمجھا۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے اور خلاف تحقیق ہے، اس لئے کہ مسند امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں مذکور ہے کہ استواء علی العرش جمعہ کے روز ہوا ہے۔ اور مسلم کی روایت میں تصریح ہے کہ تخلیق عالم کی ابتدا ہفتہ کے روز یعنی سنیچر کے دن سے ہوئی، لہٰذا ان دونوں روایتوں کی بنا پر ہم کو ماننا پڑتا ہے کہ جب تعطیل کا دن جمعہ کا دن تھا اور آغاز تخلیق سنیچر یعنی ہفتہ کو ہوئی تو یقیناً اور بلا شک وشبہ یوم السبت جمعہ کا نام ہے، اتوار یا ہفتہ کو سبت کہنا کسی طرح درست نہیں ہے، بلکہ آغاز تخلیق عالم ہی سے وہ مشرف ومعزز ہو رہا ہے، کیونکہ اس دن ہی رَبُّ الْعٰلَمِیْن کے اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْش کی عید تھی۔

انتخاب جمعہ کی حدیث مع توجیہات

البتہ اس شرف سے مشرف ہونے اور اس بزرگ دن کی عظمت حاصل کرنے میں امت مرحومہ کا بھی نصیب زبردست تھا، اور ان ہی کی قسمت یاور تھی جو ان کو اس دن عید منانے کی ہدایت ہوئی، چنانچہ صحاح کی حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہمارے لئے جمعہ کے دن کو اور ٹال دیا اس کو دوسری امتوں سے، پس نصاریٰ نے اتوار اور یہود نے ہفتہ کو پسند کیا اور اس کو تعطیل کا دن قرار دیا۔

اس حدیث میں اس شک کو زائل کرنے کے لئے کہ رَبُّ الْعَالَمِیْن

نے کیوں دوسری امم کو اس شرف سے محروم رکھا محدثین نے دو توجیہیں کی ہیں۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ دراصل انتخاب یوم تعطیل و یوم عید حق تعالیٰ نے اجتہاد پر رکھا تھا، پس امم سابقہ کا اجتہاد اس برکت کو نہ پاسکا جس کو امت محمدیہ ﷺ نے حاصل کرلیا۔ اور بعض محدثین یہ فرماتے ہیں کہ اوّل تمام امم پر جمعہ کا دن ہی پیش کیا گیا تھا، لیکن بنی اسرائیل نے اپنی مصلحتوں اور طبعی رغبتوں کی بناء پر اس دن کو پسند نہ کیا اور اپنے زمانے کے انبیاء کرام علیہم السلام کو اس بارے میں تنگ کیا کہ وہ اللہ کو کہہ کر اس دن کو یوم تعطیل نہ رہنے دیں اس لئے وہ اس جنگ وجدل کی بناء پر اس نعمت سے محروم کر دیئے گئے، اور بالآخر امت مرحومہ کے حصہ ہی میں یہ شرف آنا تھا، سو آ گیا۔ اور جمعہ کا دن ان کے ہفتہ کی عید قرار پایا:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ (سورۃ الحدید:۲۱)

ترجمہ: ’’یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس پر فضل فرماتے ہیں۔‘‘

اللہ رب العزت کا فضل اور اس کا احسان ہے بطفیل خاتم الانبیاء ﷺ آج تک اسلام میں یوم جمعہ نہایت شان وشوکت سے منایا جاتا ہے، اور عید الٰہی کے باغ اور اس کی بارگاہ میں ہر ایک اس کی شرکت کو اپنے لئے فریضہ ربانی سمجھتا ہے اور سعادت دارین کا وسیلہ جانتا ہے۔

ایام ربانی کی تحدید

یہاں یہ بات بھی ذکر کر دینا دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ آیت قرآنی میں جو سِتَّةُ اَيَّامٍ کا ذکر کیا ہے آیا ان ایام کی مقدار ایام معمولہ ہی کے موافق تھی یا اس سے زائد؟ یہ ایک سوال ہے جس کے متعلق محدثین وصوفیاء کرام دونوں نے قلم اٹھائے ہیں اور خوب بحثیں کی ہیں اہلِ عقل و دانش کے نزدیک یہ چیز حیرت انگیز

نہیں ہے اس لئے کہ وہ درگاہ صمدیت و بارگاہ احدیت تو حقیقتاً زمانہ اور اس کی مقدار سے وراء الوراء ہے اور اس کی جگہ تو زمانہ کی تحصیل بھی نَسْيًا مَّنْسِيًّا ہے، کیوں کہ زمانہ تو مقدار حرکت کا نام ہے اور حرکت وسکون کی نسبت انہیں اجرام (۱) واجسام کی طرف کی جاسکتی ہے جو ان کا محتاج ہو، لیکن خالق حرکت وسکون اور مکون زمانہ اور زمانیات کو ان فانی اور ناقص اشیاء سے کیا سروکار تَعَالَى اللّٰهُ عُلُوًّا كَبِيْرًا، لہٰذا قرآن عزیز میں جو اس مقام پر ایام کا کلمہ استعمال کیا گیا ہے وہ صرف ہماری عقول ناقصہ اور فہوم کاسدہ کی تفہیم کیلئے ہے اسی لئے اس کی نوعیت پر بحثیں پیدا ہوگئی ہیں، بعض محققین کا خیال ہے کہ ایام (۲)، ایام معمولہ ہی کی طرح تھے، نہ زیادہ اور نہ کم، اور بعض یہ فرماتے ہیں کہ ان ایام میں ہر دن ایک ہزار سال کی مقدار رکھتا تھا۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسماء حسنیٰ کے ماتحت ایام کی کچھ تحدید فرمائی ہے، چنانچہ اس موقع پر لکھتے ہیں کہ یوم ربوبی ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔

وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿٤٧﴾

(سورۃ الحج: ۴۷)

ترجمہ: ”بے شک ایک دن تیرے رب کے پاس ہزار سال کی مانند ہے ان دنوں کے حساب سے جن کو تم شمار کرتے ہو۔“

یوم ربوبی کا ایک نکتۂ لطیف

اس لئے بعض علماء اور صوفیاء کا یہ خیال ہے کہ دنیائے انسانی کی عمر سات ہزار سال ہے، کیوں کہ سات ہی روز اس کی تخلیق اور اس پر عمل کے گذرے ہیں اور اولوالعزم انبیاء کرام علیہم السلام کے ادیان ترقی پذیر کا عہد مبارک ہزار ہزار سال کا

---

(۱) لطیف جسم، بدن (جمع جرم)

(۲) دن (جمع یوم)

ہوتا آیا ہے، چنانچہ ساتویں ہزار کی ابتداء میں خاتم الانبیاء ﷺ مبعوث ہوئے اوران کے مذہب میں اعلیٰ اور بے نظیر ترقی بھی ایک ہزار سال رہی اوراس کے بعداس میں اِنحطاط شروع ہوگیا، جس کی انتہا وجود قیامت پر ہوگی، اور یہ سب کرشمے ایام ربوبیت ہی کے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ یہود ونصاریٰ اب تک اس کے منتظر ہیں کہ نبی آخرالزمان ﷺ ساتویں ہزار میں آئے گا۔ اوراس پر ایمان لائیں گے، لیکن چونکہ بائبل کے کل نسخہ کے بارے میں علماء یہود ونصاریٰ کو اختلاف ہے اس لئے وہ اس صحیح حساب کی تشخیص نہ کرسکے اور نبی آخرالزمان ﷺ پر ایمان نہ لائے بائبل کے نسخوں میں قدیم زمانے کے یونانی نسخہ پر اعتماد تھا، لیکن جب اس کا حساب صحیح نہ اترا تو اس کو ساقط کرکے عبرانی نسخہ کو ترجیح دی، لیکن افسوس کہ وہ بھی صحیح رہنمائی نہ کرسکا، اور یہ قوم اس بارہ میں خاسر ہی رہی۔

بنی اسرائیل کی عید یوم عاشوراء

ایک ہفتہ کی عید کے علاوہ ادیان سماویہ میں سالانہ عید منانے کا بھی دستور قدیم سے قائم ہے اور ہر عید کسی خاص حکمت پر مبنی ہے اور کسی نہ کسی رحمت وفضل الٰہی کے ادائے تشکر میں اس کا راز مضمر ہے اور ہمیشہ اس کا وجود بندگان خدا کے لئے سعادت دارین کا وسیلہ بنتا رہا ہے۔ تاریخ کے اوراق اس حقیقت ثابتہ کا آج تک اعلان کررہے ہیں کہ ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ صدیوں تک قبطیوں کے ہاتھ مظلوم بنی اسرائیل طوق وسلاسل اور غلامی میں گرفتار رہے اور فراعنہ مصر کی تمام ذلتوں اور رسوائیوں کو جبراً اور قہراً سہا کئے، لیکن ظلم وعدوان اور غرور ونخوت کا مظاہرہ ہمیشہ قائم نہیں رہتا، اور انانیت وکبر ہمیشہ باقی نہیں رہ سکتا، چنانچہ بنی اسرائیل کے لئے بھی فطرت نے وہ وقت مہیا کردیا کہ جس میں ان کی خواریوں اور ذلتوں کا

خاتمہ ہوا اور غلامی کی لعنت سے ان کو ہمیشہ کے لئے نجات ملی اور بحر قلزم کی موجوں نے اس ہیبت ناک مظاہرہ کا منٹوں میں اس طرح خاتمہ کر دیا کہ عبد صالح موسیٰ علیہ السلام مع اپنی قوم کے تشرین اولیٰ میں قلزم سے پار ہو گئے، اور خدائی کا جھوٹا مدعی فرعون کی فرعونیت اپنے لشکر سمیت قلزم کی تہہ میں فنا ہو گئی۔ انعام خداوندی کا یہی کرشمہ تھا جو بنی اسرائیل پر اس طرح جلوہ نما ہوا اور اس ہی بارگاہ کے لئے یوم عاشوراء کی عید ان کے مذہبی امور میں داخل کی گئی تا کہ اس دن میں روزہ رکھ کر بنی اسرائیل نیاز مندی کے ساتھ ادائے شکر کا اظہار کریں، اور اس روز مسرت و شادمانی کے ساتھ اللہ رب العزت کے دربار میں سر نیاز جھکائیں۔

عاشورہ ایک تحقیق اور ایک حدیث کی توضیح

لیکن اس مقام پر خود اہلِ علم کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تشرین اولیٰ (۱) یہود کے مقرر کردہ مہینوں میں سال کا پہلا مہینہ ہے جو شمسی نظام پر قائم کئے گئے ہیں لہٰذا اس کے مطابق ماہ محرم الحرام جو قمری حساب کے مہینوں میں سال کا پہلا مہینہ ہے کسی طرح نہیں ہوسکتا، پھر ہمارے یہاں ۱۰ محرم الحرام کو عاشورہ کا ہونا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔ دوسرا امر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ معجم طبرانی کی حدیث میں آیا ہے کہ خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس روز ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے ہیں اس دن یہود عاشوراء کی عید منا رہے تھے اور روزہ دار تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم یہود سے زیادہ مستحق ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی رُستگاری (۲) پر خوشی کریں اور شکر الٰہی بجا لائیں، لہٰذا ہم میں سے جس شخص نے ابھی کھایا پیا نہ ہو وہ روزہ رکھ لے، اور جو کھا پی چکے ہیں وہ اس

---

(۱) رومی مہینہ (اکتوبر)

(۲) نجات، رہائی۔

وقت سے روزہ داروں کی طرح کھانے پینے سے باز رہیں۔ حالانکہ یہ امر محقق ہے کہ مدینہ طیبہ میں داخلہ ربیع الاوّل میں ہوا تھا تو پھر کس طرح یوم عاشورہ ۱۰ محرم الحرام کو صحیح ہوسکتا ہے؟ لیکن کتب تاریخ پر نظر رکھنے والے اصحاب کو اس اشکال کے حل کرنے میں چنداں دشواری نہیں ہے، اس لئے کہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کی مدینہ میں دو قسم کی جماعتیں تھیں، ایک جماعت اپنے مہینوں کا حساب نظام شمسی ہی کے ماتحت رکھتی تھی اور عاشورہ کو اسی اصول پر مناتی تھی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ربیع الاوّل میں جو عاشورہ کی تاریخیں اس مرتبہ پر آ کر پڑیں وہ اسی نظام کے ماتحت تھیں۔

دوسری جماعت وہ تھی جس نے یہ دیکھ کر کہ مسلمان قمری حساب سے اپنا نظام قائم کرتے ہیں اور محرم الحرام کو سال کا پہلا مہینہ قرار دیتے ہیں اس لئے وہ مسلمانوں سے توافق پیدا کرنے کے لئے اپنی عید عاشورہ کو تشرین اوّل سے منتقل کر کے محرم الحرام کی ۱۰ تاریخ میں لے آئے پھر یہی طریقہ جاری ہوگیا۔

تیسری جماعت یہود کی اور بھی تھی جو اپنے نظام پر عاشورہ مناتی تھی اور محرم الحرام کی تاریخ میں بھی عید عاشورہ قائم کرتی تھی، اس وجہ سے یہ اشکال زیادہ اِعتناء (۱) کے قابل نہیں۔

عید رمضان

جس طرح بنی اسرائیل کے لئے ان کی رستگاری میں عاشورہ کی عید مقرر ہوئی اس طرح امت مرحومہ کے لئے بھی سال میں دو مرتبہ رحمت و فضل خداوندی کے اداء نیاز کی خاطر عید منانے کا حکم دیا گیا، جس میں سے ایک عید الفطر یا عید رمضان ہے۔ یہ امر روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہے کہ رمضان کی فضیلت کا تمام

---

(۱) غور

دار و مدار اور اس کی تمام اساس قرآن و حدیث رسول پر مبنی ہے، رمضان میں قرآن عزیز کا لوح محفوظ سے بیت العزت میں نازل ہونا ہی فضل و رحمتِ الٰہی ہے جس کی وجہ سے رمضان کو یہ شرف حاصل ہوا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ
وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ (سورۃ البقرۃ: ۱۸۵)

ترجمہ: ”رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا ہے
قرآن ہدایت ہے لوگوں کے لئے اور روشن دلائل ہیں ہدایت
کے اور حق سے باطل کو جدا کرنے کے۔“

وہ قانونِ الٰہی جس نے تمام عالم کی ظلمت و تاریکی کو فنا کر کے ہدایت و رشد کی روشنی سے اس کو منور کر دیا وہ کتاب ربانی جس کے فیض سے بھٹکے ہوؤں کو راہ ملی اور گمراہوں کو ہدایت حاصل ہوئی، اور وہ قرآن عزیز جو حق و باطل کے لئے فیصلہ کن اور احکام الٰہیہ کا آخری پیغام ہے رمضان میں نازل ہوا اور اس کی برکت سے تمام عالم پر فضل خداوندی اور رحمت باری عام ہو گئی پس جس شخص نے اس فیض سے حصہ پایا کامیاب ہوا اور جو محروم رہا محروم رہا۔

روزہ کی فرضیت اس لئے قرار پائی کہ انسان اس روحانی فیض سے مستفیض ہو کر قرآن عزیز کی دائمی برکتوں سے مالا مال ہو سکے، لہٰذا فضل و نعمت کے ادائے شکر میں ختم مہینہ کے بعد اسلام نے ایک دن خاص دعوتِ الٰہی کا مقرر کیا اور اس میں سب کو خداوند تعالیٰ کا مہمان خصوصی بنایا اور اسی کا نام عید ہے۔

سعید ہیں وہ روحیں جنہوں نے رمضان کے برکات و انوار کو حاصل کیا، عید کی حقیقی و ابدی مسرت سے حصہ پایا، اور منور ہیں وہ قلوب جنہوں نے ان کے فیض کو اپنی تہ میں جگہ دی، اور دائمی سرور و شادمانی سے بہرہ مند ہوئے یہی شاد

مانی وسرور ہے جو اس خیر کثیر اور رشد و ہدایت کے سرچشمہ کے نزول میں باتباع:

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ط (سورة البقرة:۱۸۵)

ترجمہ: ”اور تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ تمہیں ہدایت کی۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت کی تو تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اور ان کی نعمتوں پر شکر کرو۔

ہماری زبانوں سے اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ کہلاتا ہے۔

اتمام قرآن عزیز

اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام اور روحانیت کی یہ بے نظیر مشعل ہدایت جس کی بدولت ہم کو دارین کی سعادت نصیب ہوئی تیئیس (۲۳) سال تک برابر حصہ حصہ ہوکر نازل ہوتا رہا اور اپنے انوار و تجلیات سے ہر شخص کو اس کی استعداد کے مطابق فیض یاب کرتا رہا، آخر وہ مبارک روز بھی آیا جس میں اس چشمہ خیر کثیر کے اتمام و اکمال کی بشارت ہم کو دی گئی، اور ۹ ذی الحجہ یوم عرفہ کا فرحت انگیز پیغام عرفات کے میدان مقدس میں سنایا گیا اور قیامت تک کے اس قانون کو مکمل کر کے ہمارے سپرد کیا گیا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ۔

(سورة المائدہ:۳)

ترجمہ: ”آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے تمہارا دین اور پورا کیا تم پر اپنا احسان۔“

یعنی سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اسلام جیسا مکمل اور ابدی قانون اور

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا نبی تم کو مرحمت فرمایا اور طاعات پر استقامت کی توفیق بخشی روحانی غذاؤں اور دنیوی نعمتوں کا دسترخوان تمہارے لئے بچھایا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں علماء یہود میں سے کسی نے اس آیت کو سن کر کہا کہ اگر ہمارے یہاں یہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس روز کو عید شمار کرتے اور خوب خوشیاں مناتے، یہ سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اس روز ہماری دوہری عید تھی، اس لئے کہ یہ آیت جمعہ کے روز عرفات میں نازل ہوئی تھی اور جمعہ و عرفہ ہماری عیدیں ہیں۔

بہر حال عید کی حقیقت ایک مسلمان کی نظر میں صرف یہ ہے کہ وہ اس روز خدا کے خالص فضل وانعام کے تشکر اِمتنان (۱) میں مخمور ومسرور ہوتا ہے اور دربار خداوندی میں مسرت وشادمانی کے ساتھ سر نیاز جھکاتا ہے۔

عیدالفطر عیدالاضحیٰ جو جمعہ عرفہ یہ سب مسلمانوں کی عیدیں ہیں اور ان سب کا خلاصہ وہی ایک حقیقت ہے جو بیان ہو چکی۔ یہی فرق ہے اسلام اور دیگر ملل وادیان میں کہ اس کی غمی وخوشی، رنج وسرور، حزن ومسرت سب اللہ رب العزت ہی کے لئے ہے اس کی تمام عیدیں ہزلیات (۲) اور خرافات سے پاک اور بری ہیں اور ان کا ہر ہر جزو صرف اللہ رب العزت ہی کی یاد سے مملو (۳) ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّآخِرًا۔

☆☆☆☆

☆......حضرت شاہ صاحب کا کلام بالعموم حافظ شیرازی رحمہ اللہ کے طرز پر

---

(۱) احسان۔

(۲) بے ہودگی۔

(۳) پُر، لبریز۔

ہوتا تھا حافظ نے لکھا ہے:

شاہد دل ربائے من می کنداز برائے من
نقش و نگار و رنگ و بو تازہ بتازہ نو بنو

ترجمہ: ”محبوب دلربا، ہمارے لئے کرتا ہے نقش رنگا رنگ و بو تازہ بہ تازہ گلدستہ کی طرح۔“

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

در ہمہ سیر و غربتے کشف نہ شد حقیقتے
گرچہ شدم برنگ بو خانہ بخانہ کو بکو
گر بودم فراغتے از پس مرگ ساعتے
شرح وہم ہمہ بتو قصہ بقصہ ہُو بہُو
دانہ خلاف تخم نے ہرچہ بود ز جبر و قدر
آنچہ کہ کشتہ در حنطہ بہ حنطہ جو ز جو

ترجمہ: ”تمام اسفار و سیاحتوں میں حقیقت نہیں کھلی اگرچہ میں تمام رنگوں میں ایک گھر سے دوسرے گھر ایک گلی سے دوسری گلی خوشیوں کی طرح پھرا۔ اگر موت کے بعد ایک ساعت فرصت مل گئی تو تمام قصہ کی تشریح آپ کو کردوں گا۔ ہُو بہُو۔ دانہ سے بیج کے خلاف نہیں نکلتا خواہ کوئی اپنے کو مجبور سمجھے یا قادر مطلق سمجھے۔ جو بیج آپ نے ڈالا ہے وہی نکلے گا گندم سے گندم جَو سے جَو یعنی اگر آپ نے گندم بویا ہے تو گندم کاٹ لے اگر جَو بوئے ہیں تو جَو کاٹ لے۔“

عالم برزخ سے متعلق حضرت شاہ صاحب کی ایک نظم ہے اس کے یہ تین

شعر بطور نمونہ ہم نے درج کئے۔

☆......حضرت کا ایک مربعہ نعتیہ ہے جو عقیدۃ الاسلام کے آخر میں لگا ہوا ہے اس کے شروع کے یہ شعر ہیں۔

مربعہ نعتیہ فارسی

دوش چوں از بے نوائی ہم نوائے دل شدم
عہد ماضی یاد کردہ سوئے مستقبل شدم
از سفر و اماندہ آخر طالب منزل شدم
کزتگا پو سو بسو شام غریباں در رسید

ترجمہ: ''میرے کندھا نے جب مفلسی سے دل کے سامان والے بنے تو ماضی کے زمانے کو یاد کیا اور مستقبل کی فکر میں لگ گیا۔ سفر سے تھکا ہوا آخر منزل کا طالب ہوا اور دوڑ دھوپ تلاش و تجسس سے غریبوں کی شام میں پہنچ گیا۔''

یہ قصیدہ بہت لمبا ہے ہم نے محض چار مصرعے درج کئے اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا تعزیتی کلام

☆......حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب ڈابھیل ضلع سورت میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصال کی خبر سنی تو تعزیتی جلسے میں فرمایا

ہوئی مدت کہ دنیا سے میرا دل اٹھ گیا لیکن
ہنوز اک شعلہ یاد رفتگاں دل سے اٹھتا ہے
ہجوم درد و غم اس درد آہ دل سے ہے ثابت
وُرودِ کارواں ہو تب دھواں منزل سے اٹھتا ہے

الٰہی فرقت مرحوم میں کیوں کر بسر ہوگی
نہ دل اٹھتا ہے الفت سے نہ صدمہ دل سے اٹھتا ہے
ہمارے شعلہ غم کا یقین تم کو نہیں آتا
تمہیں کیوں کر دکھائیں دل میں بجھتا دل سے اٹھتا ہے

شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ

۴ صفر ۱۳۵۲ھ

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا فرق

☆......ایک دفعہ ۱۳۳۸ھ میں ترمذی شریف کے درس میں احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ) نے سوال کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو آتی ہے:

يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَ طُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا۔

(بخاری حدیث ۱۱۴۷، مسلم حدیث ۷۳۸، بلوغ المرام ص ۱۰۰، قدیمی کتب خانہ)

ترجمہ: ”آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار رکعت پڑھتے آپ مت پوچھیئے اس کے طول اور حسن کے بارے میں پھر چار رکعت پڑھتے آپ نہ پوچھیئے اس کے طول اور حسن کے بارے میں پھر ۳ رکعات وتر پڑھتے۔“

میں نے سوال کیا کہ اس حدیث سے تو آٹھ تراویح ثابت ہوتی ہیں۔ حالانکہ یہ میرا سوال بے محل تھا کیوں کہ اس حدیث میں ایک تو فِی رَمَضَانَ وَغَیْرِہٖ ہے، حالانکہ غیر رمضان میں تو تراویح نہیں ہوتی۔ دوسرے اس میں وتر تین ہیں،

اور آٹھ تراویح پڑھنے والے وتر تین نہیں پڑھتے۔ تیسرے اس میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سوال کیا کہ کیا آپ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند کرتے ہیں وتر پڑھنے سے پہلے؟ جب رمضان میں وتر باجماعت پڑھے جاتے ہیں اور اس زمانے میں مستورات مسجد نبوی میں جماعت کے ساتھ پڑھتی تھیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ سوال تو بے محل ہوا کیوں کہ جب آپ جماعت میں شامل ہوتی تھیں تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نیند کرنے کے متعلق کیا سوال؟ معلوم ہوا کہ یہ حدیث تہجد کی نماز کے متعلق ہے۔

تو حضرت شاہ صاحب نے فوراً فرمایا کہ دیکھنا یہ ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت آیا سنت نبی ہے یا نہیں جیسا کہ حدیث یہ ہے:

> فَإِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِى فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا. فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔
>
> (مسند أحمد، حدیث: ۳۷۵، مشکوٰۃ ص ۳۰)
>
> ترجمہ: ”جس نے تم میں سے میرے بعد زندگی گزاری تو وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا تو تمہارے اوپر میری سنت لازم ہے۔ اور خلفائے راشدین کا طریقہ تمہارے اوپر لازم ہے۔ ان کے ساتھ چمٹ جاؤ اور داڑھوں میں اس کو پکڑ لو اور اپنے آپ کو دین میں نئے کاموں سے بچاؤ کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

اور فرمایا سنو کہ مسئلہ کی تحقیق فی نفسہا ہوتی ہے نہ کسی کے عمل کو دیکھ کر، جب

یہ بات ہے اور اتنا شدید اختلاف ہے کہ کوئی دوسرے کی بات سنتا ہی نہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق خلفائے راشدین مہدیین رضی اللہ عنہم کے عمل کو دیکھا جائے گا، اور ان کا اتباع لازمی طور پر کیا جائے گا، تا کہ اختلاف رفع ہو جائے۔

فائدہ: حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلفاء راشدین مہدیین رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ مہدیین کے متعلق فرماتے ہیں کہ جن کو باری تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ کہا گیا ہو اور فرمایا کہ یہ جو حدیث ہے:

وَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فِيْ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ. فَإِذَا قَامَ بِهَا فِي اثْنَتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً رَاَى النَّاسُ اَنَّهُ قَدْ خَفَّفَ۔ (مؤطا امام مالک ص ۱۱۵)

ترجمہ: ”اور قاری سورۃ البقرۃ کو ۸ رکعات میں پڑھا کرتا تھا پھر جب اس کے بعد ۱۲ رکعات کے لئے کھڑا ہوتا تو لوگ سمجھتے کہ اب اس نے تخفیف کیا۔“

تو فرمایا کہ بیس تراویح کی یہ حدیث صحیح دلیلِ قوی ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں اس پر عمل در آمد ہوتا تھا، اور بھی مؤطا امام مالک میں بہت سی روایات موجود ہیں جو صریح طور پر بیس پر دلالت کرتی ہیں۔ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ ہی لوگوں کو بیس تراویح پڑھاتے تھے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ پاک میں بھی اسی پر عمل ہوتا تھا، اور حدیث ابوداؤد وغیرہ میں ہے راوی کہتا ہے:

حَتّٰى خَفِيْنَا اَنْ يَّفُوْتَنَا الْفَلَاحُ۔ (۱)

---

(۱) ابوداؤد میں ایک روایت یہ بھی ہے: حَتّٰى خَشِيْنَا اَنْ يَّفُوْتَنَا الْفَلَاحُ۔ (ابوداؤد حدیث ۱۳۷۵)

ترجمہ: ”یہاں تک کہ ہم ڈر گئے کہ سحری ہم سے فوت نہ ہو جائے۔“

اگر آٹھ ہی کا شوق ہے تو اس حدیث پر کیوں نہیں عمل کیا جاتا کہ حَتّٰی خَفِيْنَا اَنْ يَّفُوْتَنَا الْفَلَاحُ کہ ہم کو سحری کا خطرہ ہو گیا، جماعت کو چھوڑ جانا اور یہ کہنا کہ ہم آٹھ پڑھ کر چلے ہیں اور جا کر سو جانا یا اور کوئی باتوں میں لگ جانا یہ تو حدیث کے خلاف ہوا تو اتنا لمبا پڑھنا چاہئے کہ سحری کا وقت نکلنے کا خطرہ ہو جائے۔

جب روایات متعارض آ رہی ہیں تو کیوں نہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے تعامل پر عمل درآمد کیا جائے۔ اور حدیث:

مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِىْ۔ (مشکوٰۃ ص ۳۰)

ترجمہ: ”جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔“

صاف بتلا رہی ہے کہ اصحاب کے تعامل کو نہیں چھوڑنا چاہئے ورنہ یہ صریح دلیل ہے صحابہ کے بغض کی۔ (وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امت کے سب سے قابل لوگ ہیں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اذکیاءِ اُمت ہونے کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کا صاف ارشاد ہے جو مشکوٰۃ اور ابوداؤد شریف میں مذکور ہے کہ ان کے گہرے علوم تھے اور صاف قلوب تھے، پھر ان کے تعامل کو جان بوجھ کر چھوڑنا؟! حالانکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے تعامل سے معلوم ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّىْ اَحَبَّهُمْ، فَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِىْ اَبْغَضَهُمْ۔ (ترمذی، مناقب حدیث ۳۷۹۷)

ترجمہ: ”جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے کی اور جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض کیا تو میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض کیا۔“

یہ حدیث ترمذی شریف میں ہے، یہ کتنی بڑی وعید ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتباع کے متعلق فرمایا ہے اس پر عمل درآمد کرنا چاہئے اس وعید سے ڈرنا چاہئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتباع کی توفیق بخشیں۔

☆☆☆☆

ختم نبوت کی ایک تحقیق

حضرت شاہ صاحب کا بیان سننے کے لئے پنجاب، بلوچستان، کراچی اور دیگر دور دراز علاقوں کے علماء وفضلاء رؤساء اور آفیسران ریاست آئے ہوئے تھے، انجمن مؤید الاسلام بہاول پور نے جو تمہیدی الفاظ حضرت کے بیان ”البیان الازہر“ پر لکھے ہیں ملاحظہ فرمایئے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

شیخ الاسلام والمسلمین اسوۃ السلف وقدوۃ الخلف حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیری قدس اللہ اسرارہم کی بلند پایہ ہستی کسی تعارف اور توصیف کی محتاج نہیں، آپ رحمہ اللہ کو مرزائی فتنے کے رَدّ و اِستیصال (۱) کی طرف خاص توجہ تھی، حضرت شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد رحمہ اللہ کا خط حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں دیوبند پہنچا تو حضرت ڈابھیل تشریف لے جانے کا ارادہ فرما چکے تھے اور

---

(۱) جڑ سے اکھیڑنا۔

سامان سفر باندھا جا چکا تھا، مگر مقدمہ کی اہمیت کو ملحوظ فرما کر ڈابھیل کی تیاری کو ملتوی فرمایا اور 19۔ اگست 1932ء کو بہاول پور کی سرزمین کو اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمایا، حضرت ؒ کی رفاقت میں پنجاب کے بعض علماء مولانا عبدالحنان ؒ خطیب آسٹریلیا مسجد لاہور و ناظم جمعیۃ العلماء پنجاب، و مولانا محمد انوری لائل پوری ؒ فاضل دیوبند و مولانا زکریا لدھیانوی ؒ وغیرہم بھی تشریف لائے۔ ریاست بہاول پور اور ملحقہ علاقہ کے علماء اور زائرین اس قدر جمع ہوئے حضرت کی قیام گاہ پر بعض اوقات جگہ نہ ملتی اور زائرین مصافحہ سے مشرف نہ ہو سکتے تھے۔

25۔ اگست 1932ء کو حضرت شاہ صاحب ؒ کا بیان شروع ہوا، عدالت کا کمرہ امراء و رؤساء ریاست و علماء کی وجہ سے پر تھا۔ عدالت کے بیرونی میدان میں دور تک زائرین کا اجتماع تھا، باوجودیکہ حضرت شاہ صاحب ؒ عرصہ سے بیمار تھے اور جسم مبارک بہت ناتواں ہو چکا تھا، مگر متواتر پانچ روز تک تقریباً پانچ پانچ گھنٹے یومیہ عدالت میں تشریف لا کر علم و عرفان کا دریا بہاتے رہے، مرزائیت کا کفر و ارتداد اور دجل و فریب کے تمام پہلو آفتاب نصف النہار کی طرح روشن فرما دیئے، حضرت شاہ صاحب ؒ کے بیان ساطع برہان میں مسئلہ ختم نبوت اور مرزا کے ادعاء نبوت و وحی و مدعی نبوت کے کفر و ارتداد کے متعلق جس قدر مواد جمع ہے اور ان مسائل و حقائق کی توضیح و تفصیل کے لیے جو ضمنی مباحث موجود ہیں شائد مرزائی نبوت کے رد میں اتنا علمی ذخیرہ کسی ضخیم سے ضخیم کتاب میں یکجا نہیں ملے گا، حضرت شاہ صاحب ؒ کے بیان پر تبصرہ کرنا خاکسار کے فکر کی رسائی سے باہر ہے، ناظرین بہرہ اندوز ہو کر حضرت شاہ صاحب ؒ کے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت ؒ کے اعلیٰ علیین میں مدارج بلند فرمائیں۔ آمین

حضرت کا حافظہ اس وقت قابل دید و شنید تھا اس پر مولانا محمد صادق کا

بیان ختم ہوا، احقر عرض کرتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے تین دن بیان کیا اور دو دن جلال الدین قادیانی نے جرح کی، کل پانچ روز بیان ہوا یعنی 25 سے شروع ہو کر 29 اگست 1932ء کو ایک بجے ختم ہوا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے منجملہ حوالہ جات کے ایک فتویٰ مصری مطبوعہ بھی پڑھ کر سنایا جس میں علماء مصر نے مدعی نبوت پر کفر کا فتویٰ دیا تھا اس میں مشہور عالم دین علامہ محمد بخیت رحمۃ اللہ علیہ کا بھی فتویٰ تھا اس پر فرمایا کہ میں علامہ بخیت رحمۃ اللہ علیہ کو پہچانتا ہوں۔ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کا بھی طویل فتویٰ سنایا تھا، اور بھوپال کے مفتی اعظم کا بھی فتویٰ سنایا تھا، یہ دونوں فتوے مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ”اِسْتِنْکَافُ الْمُسْلِمِیْنَ عَنِ الْاِخْتِلَافِ بِالْمِرْزَائِیْنِ“ سے پڑھ کر سنائے تھے۔

(نوٹ) اب بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ ایک رسالہ اور بھی ہے جس میں مولانا امیر علی رحمۃ اللہ علیہ مصنف عین الہدایہ وغیرہ مدرس اعلیٰ ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت مدرس ندوۃ العلماء کے تھے، اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا نور محمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت میاں عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ) جو اس وقت حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہتے تھے اور ہمارے حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی فتویٰ ہے۔ (۱)

قادیانی مختار نے کہا کہ تحذیر الناس میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بعد خاتم النبیین نبی کا آنا تجویز کیا ہے۔

---

(۱) یہ فتویٰ بنام ”فتویٰ تکفیرِ قادیان“ مولانا ایوب الرحمٰن انوری رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا سید یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے بے حد اصرار پر 1974ء میں شائع کیا تھا۔

فرمایا جج صاحب لکھیے:

حضرت مولانا محمد قاسم ؒ نے اپنے الہامی مضمون میں نبی کریم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق دلائل و براہین ساطعہ (۱) بیان فرمائے ہیں اور اثر عبد اللہ بن عباس ؓ کی علمی توجیہات فرمائی ہیں۔ ان لوگوں پر حیرت ہے جو تحذیر النّاس کو بغور اور بالاستیعاب دیکھتے نہیں، اس رسالہ میں جابجا نبی کریم ﷺ کا خاتم النبیین زمانی ہونا اور اس کا اجماعی عقیدہ ہونا اور اس پر ایمان ہونا ثابت فرمایا ہے، رسالہ کے صفحہ ۱۰ کی عبارت میں آپ کو لکھوانا چاہتا ہوں، حضرت مولانا فرماتے ہیں:

"سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالۃ التزامی ضرور ثابت ہے، ادھر تصریحات نبوی مثال کے طور پر:

"أَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ أَوْ كَمَا قَالَ۔" (ترمذی، حدیث ۳۷۳۰)

ترجمہ: "اے علی ؓ! آپ مجھ سے ایسے نسبت رکھتے ہیں جیسے ہارون ؑ کی نسبت موسیٰ ؑ کے ساتھ تھی۔"

جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس بات میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے اور اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا ہے گو الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں، جیسا اس کا منکر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔

---

(۱) واضح ثبوت

اسی رسالہ کے دوسرے صفحات میں جا بجا حضور اکرم ﷺ کی خاتمیت زمانی کا اقرار ہے نیز مناظرہ عجیبہ جو صرف اسی موضوع پر ہے نیز آبِ حیات قاسم العلوم انتصار الاسلام وغیرہا کتب مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ دیکھنا چاہیئے، حضرت مولانا رحمہ اللہ حضور اکرم ﷺ کیلیئے تین طرح کی خاتمیت ثابت فرماتے ہیں۔

ایک بالذات یعنی مرتبہ حضور اکرم ﷺ کا خاتمیت ذاتی کا ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ وصف نبوت کے ساتھ موصوف بالذات ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام موصوف بالعرض اور آپ کے واسطے سے، جیسا کہ عالم اسباب میں موصوف بالنور بالذات آفتاب ہے اس کے ذریعے سے تمام کواکب قمر وغیرہ اور دیگر اشیاء ارضیہ متصف بالنور ہیں یہی حال وصف نبوت کا ہے، حضور نبی کریم ﷺ اس سے متصف بالذات اور اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو سب سے پہلے نبوت ملی حدیث میں ہے:

كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ مُنْجَدِلٌ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ۔ (۱)

ترجمہ: ”میں نبی تھا اور آدم علیہ السلام ابھی پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے۔“

اور دوسرے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حضور اکرم ﷺ کے واسطہ سے متصف بالنبوۃ ہوئے، حدیث میں ارشاد ہے:

لَوْ كَانَ مُوسٰى حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا اتِّبَاعِيْ۔ (مشکوٰۃ ص ۳۰)

ترجمہ: ”اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ (اس جہان میں) ہوتے تو ان کو

---

(۱) اسی موضوع پر ایک حدیث یہ بھی ہے: قَالَ علیہ السلام: كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔
(مسند الامام أحمد: ج ۵ ص ۵۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ج ۲۰ ص ۳۵۳)

بھی میرے اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔"

پارہ ۳ کے آخری رکوع میں ارشاد ہوتا ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط (سورۃ آل عمران:۸۱)

ترجمہ: "جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے وعدہ لیا کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آئے تمہارے پاس رسول اور تصدیق کرے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے تو تم اس نبی پر ایمان لاؤ گے اور اس کی نصرت کرو گے۔"

اس آیت سے صاف واضح ہے کہ نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کہ اس امت کے رسول ہیں نبی الانبیاء بھی ہیں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت کو ایک طرف رکھا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک طرف، اور سب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد و پیمان لیا گیا، آیت میں ثُمَّ جَآءَكُمْ فرما کر تصریح فرما دی گئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ ظہور سب سے آخر میں ہوگا۔

آیت میثاق در وے ثم ہست
این ہمہ از مقتضائے ختم است

ترجمہ: "آیت میثاق لفظ ثم ہے یہ سب ختم نبوت کے مقتضیات (۱) میں سے ہیں۔"

---

(۱) ضروریات، مطالبے۔

ثُمّ عربی زبان میں تراخی (۱) کے لئے آتا ہے اس واسطے عَلٰی فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ فرمایا۔ حدیث میں ہے: أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کی بشارات دیتے آئے، چنانچہ توراۃ شریف، انجیل شریف، ودیگر صُحُف میں باوجود تحریف لفظی ومعنوی ہو جانے کے بعد اب بھی متعدد آیات موجود ہیں جو حضور اکرم ﷺ کی خاتمیت اور افضلیت کا پتہ دیتی ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لاکر اتباع شریعت محمدیہ کرنا اسی فضیلت اور خاتمیت کا عملی مظاہرہ ہوگا۔ لیلۃ المعراج میں انبیاء کرام علیہم السلام کا صف بندی کر کے امام کا منتظر رہنا اور حضور اکرم ﷺ کا امامت کرنا بھی اسی امر کی صراحت کرتا ہے:

> وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا۔ (سورۃ الزخرف:۴۵)
>
> ”آپ پوچھ لیجئے ان رسولوں سے جو ہم نے تجھ سے پہلے بھیجے ہیں۔“

بھی اسی کی طرف مشیر ہے کہ لیلۃ المعراج میں انبیاء کرام علیہم السلام کا اجتماع حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہوا، اور ابن حبیب حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ یہ آیت لیلۃ المعراج میں نازل ہوئی (اتقان)۔ اور أَنَا خَطِيبُهُمْ إِذَا أَنْصَتُوا ...... اور احادیث شفاعت بھی اسی فضیلت محمدیہ کا اعلان کرتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ پر نبوت کا اختتام ہوا، اور پہلے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نہ کسی کا زندہ رہنا ضروری تھا تاکہ بطور نمائندہ سب کی جانب سے حضور اکرم ﷺ کے دین کی نصرت کریں، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتخاب ہوا اس لئے کہ آپ انبیاء بنی اسرائیل کے خاتم ہیں اور سلسلہ اسحاقی اور اسماعیلی کو جوڑ دینا منظور ہے۔ حضرت

---

(۱) تاخیر زمانہ۔

عیسیٰ علیہ السلام نے تین امور کا اعلان فرمایا:

(۱) يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۤءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۔ (سورۃ الصف:۶)

ترجمہ: ’’اے بنی اسرائیل! میں فقط تمہاری طرف مبعوث ہو کر آیا ہوں۔‘‘

دوسری جگہ آل عمران میں وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۤءِيْلَ فرمایا گیا ہے، صرف بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔

(۲) مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۔ (سورۃ الصف:۶)

ترجمہ: ’’اور تصدیق کرنے والے ہیں اس کتاب کی جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی تورات۔‘‘

(۳) وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔ (سورۃ الصف:۶)

ترجمہ: ’’میں ایک عظیم الشان رسول برحق کی خوشخبری سنانے آیا ہوں جو میرے بعد مبعوث ہوں گے ان کا نام احمد ہے۔‘‘

قرآن عزیز اعلان کرتا ہے کہ وہ نبی برحق جن کے متعلق عالم ارواح میں انبیاء علیہم السلام سے عہد و پیمان ہوا اور بشارات دی گئی تھیں آچکا۔

جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ (سورۃ الصافات:۳۷)

ترجمہ: ’’وہ حق کے ساتھ آیا اور رسولوں کی تصدیق کی۔‘‘

حدیث شریف ہے:

اِنِّيْ اَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ۔

مجھے زیادہ قرب ہے عیسیٰ علیہ السلام سے بہ نسبت تمام لوگوں کے اور بلاشبہ وہ نزول فرمائیں گے۔ انبیاء بنی اسرائیل کے آخری نبی اولوالعزم کا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علی الاطلاق کے دین کی نصرت کے لئے تشریف لانا اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر

عمل فرمانا حضور اکرم ﷺ کے افضل الانبیاء اور خاتم الانبیاء ہونے کا عملی مظاہرہ ہے فضیلت محمدیہ ﷺ کو دنیا پر واشگاف کر دینا منظور ہے، آپ کا حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں تشریف لانا ایسا ہی ہے جیسے ایک نبی دوسرے نبی کے علاقے میں چلا جائے، چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے علاقہ میں تشریف لے گئے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے تو نبی ہوں گے لیکن بہ حیثیت حکماً عدلاً تشریف آوری ہوگی، بطور جج منٹ فرمانے کے تشریف آوری ہوگی۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ قرب قیامت میں عیسائی اقوام کی مسلمانوں سے مڈبھیڑ رہے گی، لہٰذا اہل کتاب کی اصلاح کے لئے تشریف لائیں گے ثالث وہی ہوتا ہے جو ہر دو فریق کے نزدیک مسلم ہو، ہماری کتابیں "عقیدۃ الاسلام"، "تحیۃ الاسلام"، "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" اس باب میں دیکھنا چاہئے۔

دوم خاتمیت زمانی یعنی آپ کا زمانہ نبوت اس عالم مشاہدہ میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے آخر میں ہے آپ کے بعد کسی کو نبوت تفویض نہ ہوگی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

بَدَأَ بِيَ الْخَلْقُ وَكُنْتُ اٰخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ. وَأَخْرَجَ جَمَاعَةٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا: كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ، كَذَا فِي رُوحِ المعانی۔

(ج ۷ ص ۱۱، سورۃ الاحزاب)

ترجمہ: "مخلوق کی ابتداء مجھ سے ہوئی اور مبعوث ہونے میں سب سے آخر میں ہوں۔ میں تخلیق میں اوّل ہوں اور بعثت میں آخر میں ہوں۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اکرم ﷺ سے پہلے نبی بنائے جا چکے ہیں نزول

عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ اسلام کا اجماعی اور متواتر عقیدہ ہے، مرزا غلام احمد نے اجماع کو حجت مانا ہے اور اس کے منکر پر لعنت کا اعلان کیا ہے۔ (انجام آتھم ص ۱۴۴)

مرزا صاحب نے کفار کے تواتر کو بھی حجت مانا ہے چہ جائیکہ تمام امت محمدیہ کے تواتر سے ثابت شدہ عقیدہ کو۔ (تریاق القلوب)

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ نے تیسری خاتمیت مکانیہ ثابت فرمائی ہے یعنی وہ زمین جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے وہ تمام زمینوں میں بالاتر اور آخری ہے، اور اس کے اوپر کوئی زمین نہیں اس کو بدلائل ثابت فرمایا ہے۔

قادیانی مختار مقدمہ نے سوال کیا کہ امام مالک رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے قائل ہیں۔ احقر نے فرمایا کہ اُبّی کی شرح مسلم شریف نکالو، چنانچہ ص ۲۲۶ ج ۱ مطبوعہ مصر سے ذیل کی عبارت پڑھ کر سنائی:

وفی العتبیة: قَالَ مَالِك: بینا الناس قِيَامٌ يَسْتَمِعُوْنَ لِاِقَامَةِ الصَّلَاةِ فَتَغْشَاهُمْ غَمَامَةٌ، فَإِذَا عِيْسٰى قَدْ نَزَلَ... الخ۔

ترجمہ: عتبیہ میں ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ نے فرمایا یہ حال ہوگا کہ لوگ کھڑے نماز کی اقامت سن رہے ہوں گے۔ اچانک ان کو ایک بادل ڈھانپ لے گا یکا یک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔

امام مالک رحمۃ اللہ کا بھی وہی عقیدہ ہے جو ساری امت محمدیہ کا اجماعی اور متواتر عقیدہ ہے۔ ہم نے تتبع (۱) کیا ہے کوئی تیس اکتیس صحابہ رضی اللہ عنہم احادیث نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے راوی ہیں، تابعین کا تو احصاء بھی مشکل ہے، امام ترمذی نے پندرہ صحابہ رضی اللہ عنہم گنوائے ہیں ہم نے مزید پندرہ کا اضافہ کیا، چنانچہ مسند احمد

---

(۱) تلاش

وکنز العمال و دیگر کتب حدیث کا مطالعہ کرنے والوں سے مخفی نہیں، ہمارا رسالہ ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' مطالعہ کیا جائے۔

قادیانی نے سوال کیا کہ علماء بریلوی علماء دیوبند پر کفر کا فتویٰ دے رہے ہیں اور علماء دیوبند بریلوی پر۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جج صاحب! احقر بطور وکیل تمام جماعت دیوبند کی جانب سے گذارش کرتا ہے کہ حضرات دیوبند ان کی تکفیر نہیں کرتے، اہل سنت والجماعت اور مرزائی مذہب والوں میں قانون کا اختلاف ہے، علما دیوبند اور علماء بریلی میں واقعات کا اختلاف ہے قانون کا نہیں، چنانچہ فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ نے تصریحات فرمائی ہیں کہ اگر مسلمان کلمہ کفر کسی شبہ کی بناء پر کہتا ہے تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی، دیکھو رد المحتار و البحر الرائق۔

مقدمہ بہاولپور سے واپسی کا حال

☆...... بہاولپور سے واپسی پر ریل گاڑی میں احقر نے عرض کیا کہ سلطان پور لودھی ضلع جالندھر میں حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر میرا مناظرہ مرزائیوں سے ہوا میں نے منجملہ دلائل کے ایک یہ آیت بھی پیش کی تھی:

فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ
مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ (سورۃ المائدہ:۱۷)

ترجمہ: ''اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم علیہما السلام کو اور ان کی والدہ کو اور جتنے زمین میں ہیں ان سب کو ہلاک کرنا چاہے تو کوئی شخص ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ان کو ذرہ بھی بچا سکے۔''

اس پر وہ مرزائی کہنے لگا کہ دیکھو دیکھو اس نے کیا کہہ دیا، اس میں

تو اُمَّہٗ کا لفظ بھی ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ یہ آیت پاک بتلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مارنے کا ارادہ بھی نہیں کیا، کیوں کہ فرمایا:

إِنْ أَرَادَ أَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيحَ بْنَ مَرْيَمَ۔

موت تو درکنار ابھی تک تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ بھی نہیں فرمایا اور عرض کیا کہ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا بھی تو ہے، کیا قیامت آ گئی؟ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مر گئے؟ جب سارے مریں گے تو اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی انتقال فرمائیں گے، رہا اُمَّہٗ کا لفظ سو اس میں کیا حرج ہے اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ابھی تک زندہ ہیں کوئی کفر ہے؟ اس پر بہت مسکرائے فرمایا کہ تو نے بہت اچھا کیا، دیکھو میں بیان کرتا ہوں، سنو اس کا مطلب یہ ہے کہ باری تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مارنے کا ارادہ کر لیں تو کون روک سکتا ہے، خواہ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ہوں خواہ ان کی والدہ بھی ساتھ ہوں کوئی نہیں روک سکتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ وَ اُمَّہٗ مفعول معہ واقع ہوا ہے اپنے ماقبل سے، مفعول معہ کا اپنے ماقبل کے ساتھ فعل میں شریک ہونا کوئی شرط نہیں جیسے:

اِسْتَوَى الْمَاءُ وَالْخَشَبَةُ۔

ترجمہ: ”پانی اوپر چڑھا اور لکڑی۔“

استوائی کا کام فقط پانی نے کیا لکڑی نے نہیں کیا، لکڑی تو ایک جگہ گاڑی ہوئی ہوتی ہے، پانی چڑھتا ہے جب پانی لکڑی کے سرے پر آ جاتا ہے تو عرب والے بولتے ہیں:

اِسْتَوَى الْمَاءُ وَالْخَشَبَةُ والخشبة۔

مفعول معہ واقع ہوا ہے اب دوسری مثال جیسے:

سِرْتُ وَالنِّیلَ۔

ترجمہ: ”میں چلا اور نیل۔“

یہاں والنیل بھی مفعول معہ واقع ہوا ہے۔ کیوں کہ اگر واو جمع کے لئے ہوتی تو سِرْتُ وَجَرَی النِّیْلُ ہوتا کیونکہ پانی کا کام جریان(۱) ہے نہ کہ اس پانی کا کام سیر کرنا، اس کے صحیح معنی یہ ہیں کہ میں نے سیر کی مع النیل یعنی میں نے نیل کے کنارے کنارے سیر کی۔

تیسری مثال: كُوْنُوْا اَنْتُمُوْا وَ بَنِی أَبِیْكَ مَكَانَ الْكُلْیَتَیْنِ مِنَ الطِّحَالِ، یعنی تم اپنے چچازاد بھائیوں کے ساتھ یوں ہو جاؤ جیسے گردے تلی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم یک جان ہو کر رہو، یہاں وَبَنِی أَبِیْكُمْ مفعول معہ واقع ہوا ہے، یہ مطلب نہیں کہ تم ہو جاؤ اور تمہارے چچازاد بھائی ہو جائیں۔

چوتھی مثال: مَاتَ زَیْدٌ وَطُلُوْعُ الشَّمْسِ مطلب یہ ہے کہ زید مر گیا سورج کے نکلنے کے وقت، یہ مطلب نہیں کہ زید مر گیا اور طلوعِ شمس بھی مر گیا، غرض اس طرح بہت طویل تقریر فرمائی بہت سی آیات اور بہت سے اشعار پیش فرمائے۔

نوٹ: میں اپنے بچوں کو ایک دفعہ ”متممہ آجرومیہ“ پڑھا رہا تھا، مفعول معہ کے بیان میں اس میں یہ سب امثلہ(۲) موجود ہیں اور اُشمونی میں بھی ہیں اور حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا ایک رسالہ نحو کا ہے اس میں بھی ہے، ”متممہ آجرومیہ“ میں یہ کمال ہے کہ ہر ایک مسئلہ کی مثال میں قرآن اور حدیث کو پیش فرماتے جاتے ہیں، ”آجرومی“ کہتے ہیں حبشی زبان میں صوفی کو۔

---

(۱) بہنا

(۲) مثالیں (جمع مثال)

فتنہ کا معنی

(۱)......حضرت حجۃ الاسلام مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فتنہ کے معنی کیا کرتے تھے جس میں آدمی کو اپنا دین سنبھالنا مشکل ہو جائے۔

(۲)......اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ ﴿۳۷﴾ (سورۃ قٓ: ۳۷)

ترجمہ: ’’اس میں بڑی یادداشت ہے اور نصیحت ہے جس کا دل ہو یا کان لگائے اور وہ حاضر الحواس ہو، شہید کے معنی حاضر الحواس یعنی مغفل [1] نہ ہو۔‘‘

ایک دفعہ مولانا محمد ادریس سیکروڈوی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرمارہے تھے دیکھنا مغفل نہ بننا۔

(۳)......اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ (سورۃ الفاطر: ۱۰)

اس کا ترجمہ یوں کرتے تھے۔ اس کی طرف پاک کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل کو باری تعالیٰ خود اٹھاتے ہیں، کیوں کہ پاک کلمات جو اس کا کلام ہے اس کی طرف چڑھتے ہیں اور عمل نیک تو ہمارا فعل ہے اس کو جب قبول فرماتے ہیں تو اپنی طرف اٹھا لیتے ہیں۔

(۴)......اِذَا غَلَا وَاشْتَدَّ۔

جو فقہاء شراب کے معنوں میں لکھتے ہیں اس کا ترجمہ یوں کیا کرتے تھے: جب کہ جوش مارا اور تیز ہوا۔

(۵)......ایک دفعہ ترمذی شریف کے سبق میں فرمایا بدیہی اس کو کہتے

---

[1] غافل

ہیں جو حواس خمسہ ظاہرہ سے محسوس ہو سکے، جو چیزیں کہ ہم دیکھتے ہیں یا جو باتیں کہ ہم سنتے ہیں یا جو چیزیں کہ ہم چکھتے ہیں یا جو چیزیں کہ ہم سونگھتے ہیں یا جن چیزوں کو ہم لمس کرتے ہیں وہ بدیہی ہیں۔

ایک مولوی صاحب ہمارے ساتھی تھے ان کا نام محمد اسحاق تھا، وہ آج کل شاید ایبٹ آباد کی جامع مسجد کے خطیب ہیں انہوں نے اس سوال کے جواب میں کہ بدیہی کس کو کہتے ہیں سلم العلوم کی عبارت زبانی پڑھ کر سنائی، فرمایا کہ میں تو بدیہی کا مصداق پوچھتا ہوں، اور تم سلم کی عبارت سناتے ہو۔

(۶)......حلول معنی ہیں کھپ جانا، خواہ حلول سَریانی (۱) ہو خواہ طریانی (۲)۔

(۷)......فرمایا کہ فلاسفہ یونان نے جسم کے معنی کئے ہیں، قابل للابعاد ثلاثہ، اور جسم کہتے ہیں جو ہیولیٰ اور صورت جسمیہ سے مرکب ہو، قابل للابعاد ثلاثہ ہونا یہ تعریف صورت جسمیہ پر تو صادق آتی ہے اور ہیولیٰ پر صادق نہیں آتی۔ اور صدرالدین شیرازی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو تعریف کہ سب اجزاء پر صادق نہ آئے وہ تعریف جائز نہیں، لہٰذا ان کے اعتبار سے جسم کی تعریف صحیح نہ ہوئی۔ میں نے ایک تحریر لکھی ہے جس میں ارسطو کا فلسفہ میں غلطیاں کھانا لکھا ہے، اور تحریر لمبی ہے میں نے دکھایا ہے کہ ارسطو تعریف جسم کی کر نہیں سکا، اور فلاسفہ نے جگہ جگہ ٹھوکریں کھائی ہیں، میری تحریر امام غزالی رحمہ اللہ سے زیادہ محقق ہے۔

(۸)......جب علامہ ابن رشد اندلسی کی کتاب طبع ہو کر آئیں اور میں نے مطالعہ کیا اور ان کا امام غزالی رحمہ اللہ پر رد دیکھا تو میں ابن رشد سے بدظن ہو گیا، لیکن جب ابن رشد مالکی کی بدایۃ المجتہد اور نہایۃ المقتصد مطالعہ کی تو مجھے

---

(۱) سرایت کرنے والا، جاری وساری۔

(۲) وارد ہونے والی، طاری ہونے والی۔

استغفار کرنا پڑا۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ

(۹)......فرمایا کہ مجھے ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اثبات باری تعالیٰ پر نیوٹن نے بڑی عمدہ کتاب لکھی ہیں، فرمایا کہ نیوٹن کی میں نے پندرہ تصانیف دیکھی ہیں میں نے جو رسالہ لکھا ہے اور اس میں جو دلائل قائم کئے ہیں ‘‘ضرب الخاتم علی حدوث العالم’’ اور ‘‘مرقاۃ الطارم’’ اس کو نیوٹن نہیں پہنچ سکا، پھر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ‘‘ضرب الخاتم’’ مجھ سے لے لی اور اس نے بہت سے خطوط لکھ کر ‘‘ضرب الخاتم’’ کو مجھ سے سمجھا۔ میرے نزدیک جو کچھ ‘‘ضرب الخاتم’’ کو علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ سمجھے ہیں اس کو کوئی مولوی بھی نہیں سمجھ سکا۔

(۱۰)......ایک دفعہ میرے دریافت کرنے پر بہاول پور میں فرمایا کہ ڈاکٹر اقبال کو میں نے علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فارسی رسالہ قلمی دیا تھا، ‘‘غایۃ البیان فی تحقیق الزمان والمکان’’ کہ زمان کیا ہے اور مکان کیا ہے، اس میں عراقی نے بڑی عمدہ تحقیق کی ہے، نیوٹن نے جو کچھ لیا ہے وہ علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ سے لیا ہے اس کی اپنی تحقیق نہیں، یہ سن کر ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ حیران ہوگئے۔ پھر اس نے یورپ کے اخباروں میں بیانات دیئے، 1928ء میں جب ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے خطبہ صدارت سنایا تھا، یہ قصہ بھی سنایا تھا۔

(۱۱)......دسمبر 1928ء میں پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے السنہ شرقیہ کا ایک جلسہ ہوا تھا جس کی صدارت ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی، اور احقر بھی اس جلسہ میں شریک تھا، ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قصہ اس میں بھی سنایا تھا اس جلسہ میں کلکتہ تک کے پروفیسر جمع ہوئے تھے اور حیدر آباد سے مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس جلسہ کی صدارت کے لئے تشریف لائے تھے اس میں تمام پروفیسر

حضرات شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تحقیقات ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ کی زبان سے سن کر حیران رہ گئے۔

(۱۲)...... مولانا غلام محمد رحمہ اللہ برادر خورد مولانا خیر محمد رحمہ اللہ مہتمم مدرسہ عربیہ خیر المدارس ملتان فرماتے تھے کہ جب میں مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں پڑھتا تھا تو، ہمارا سالانہ امتحان لینے کیلئے حضرت مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ تشریف لائے اور میرا مشکوٰۃ شریف میں امتحان لیا، اور یہ حدیث سنی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل فرماتے تھے، اور میں پانی لینے میں پیش قدمی (۱) کرتی تھی، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فوراً فرمایا کہ پیش دستی (۲) کرتی تھی۔ میں حیران رہ گیا کہ ہمیں تو استاذوں نے پیش قدمی پڑھایا اور اصل ترجمہ پیش دستی ہے۔

(۱۳)...... ہمارے استاذ حضرت مولانا فضل احمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب میں سہارن پور مظاہر العلوم میں پڑھتا تھا تو ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب تشریف لائے جب حضرت چلنے لگے تو میں نے حضرت کا سامان اٹھالیا، اور اسٹیشن پر پہنچا دیا۔ اس وقت گاڑی نگینہ تک جاتی تھی، حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ میرا نام محمد انور شاہ ہے میں اس وقت مولانا مشیت اللہ بجنوری کے ہاں جا رہا ہوں اگر کوئی کام ہو تو مجھے اطلاع کرنا۔ مولانا مشیت اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت بجنور ہمارے پاس تشریف لایا کرتے تھے ہم اکثر حضرت کو شکار کے لئے گھوڑے پر سوار کر کے لے جاتے تھے جو گھوڑا کہ منہ زور ہوتا تھا اس پر حضرت کو بٹھاتے تھے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ بڑے ہی شہسوار تھے اور نشانہ خوب لگاتے

---

(۱) قدم بڑھانا۔

(۲) ہاتھ بڑھانا۔

تھے، ایک دفعہ ہم نے مکان کا فوٹو کھنچوایا تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فوٹو گرافر سے فرمایا کہ تم لوگ یہ مصالحے استعمال کرتے ہو وہ فوٹو گرافر حیران رہ گیا۔

(۱۴)......ایک دفعہ فرمایا کہ میرے پاس سامان نہیں ورنہ میں ہوائی جہاز کی آواز کو بند کر دیتا۔

غرض کہ آپ کی نظر سے کوئی بھی چیز اوجھل نہیں رہی تھی۔ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ فرماتے تھے شاہ صاحب تو آیۃ من آیات اللہ(۱) تھے۔

☆☆☆☆

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی بہاولپور تشریف آوری اور علماء کا اجتماع

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جس روز بہاول پور پہنچے اس کے دوسرے روز حضرت فخر المحدثین مولانا انور شاہ رحمہ اللہ کی خدمت میں علماء جمع ہوئے جن میں خاص طور پر قابل ذکر حضرت مولانا مرتضیٰ حسن رحمہ اللہ اور حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا عبداللطیف سہارنپوری رحمہ اللہ اور حضرت مولانا اسعد اللہ سہارنپوری رحمہ اللہ اور احقر بھی شامل تھا، اگلے دن چونکہ مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ کی شہادت تھی اس لئے مشورہ ہوا کہ شہادت میں بیان کس طرح دیا جائے، مولانا اسعد اللہ سہارنپوری رحمہ اللہ اور احقر محمد لائل پوری عفا اللہ عنہ کو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے تجویز فرمایا کہ بطور مختار مقدمہ کام کریں، مدعیہ کی طرف سے ہم دونوں مختار مقرر ہوئے، اور ہم نے اس کام کو بزرگوں کے زیر سایہ بحمد اللہ نبھایا۔ میں نے اس مجلس میں عرض کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ''انجام آتھم'' میں لکھا ہے کہ جس شخص نے کسی اجماعی عقیدہ کا انکار کیا تو اس پر اللہ کی لعنت اور اس کے رسول کی لعنت اور اس کے

---

(۱) اللہ کی نشانیوں میں سے نشانی

فرشتوں کی لعنت اور سب لوگوں کی لعنت ہے، پھر مرزا غلام احمد قادیانی نے ختم نبوت جو ایک اجماعی عقیدہ ہے اس کا انکار کیا اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ اجماعی ہے اس نے خود ہی عیسیٰ بننے کا دعویٰ کر دیا، حالانکہ علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ عقیدہ اجماعی ہے اور اس کا منکر کافر ہے، اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم وتکریم کرنا اور ان پر اعتماد کرنا بھی اجماعی عقیدہ ہے، چنانچہ علماء نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کرنا تو کفر ہے، العیاذ باللہ چنانچہ ”الصَّارِمُ الْمَسْلُوْل“ میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے قرآن اور حدیث اور بے شمار علماء کی کتابوں سے اس مسئلہ کو خوب لکھا ہے، میں نے جب یہ بات کی تو حضرت شاہ صاحب اس کو غور سے سنتے رہے پھر اگلے دن صبح کو میرے پاس مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تشریف لائے کہ وہ عبارت کہاں ہے میں نے نکال کر پہلے پہلے تو اپنی بیاض میں سے دکھایا، پھر اصل کتاب میں سے وہ عبارت نکالی، جب کچہری کو چلے گئے تو میرے پاس کچہری میں مولانا مرتضیٰ حسن رحمہ اللہ تشریف لائے کہ وہ عبارت جو تو نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے سامنے پڑھی تھی وہ مجھے دکھا، پھر میں نے اپنی بیاض میں سے ان کو وہ عبارت لکھوا دی، اور اصل کتاب سے بھی دکھا دی۔ پھر تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ہر مشورے میں احقر کو بلاتے تھے اور بڑا اہتمام فرماتے تھے، مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ کے بعد مولانا مرتضیٰ حسن رحمہ اللہ کا بیان ہوا حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بیان دیا، احقر اس خدمت پر مامور تھا کہ کتابوں سے عبارات اور حوالہ جات نکال کر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے سامنے رکھتا تھا یہ میں نے حضرت کی بڑی کرامت دیکھی جس کتاب کے متعلق فرماتے تھے کہ فلاں کتاب سے یہ عبارت نکالو تو میں فوراً نکال کر دکھا دیتا تھا اور حضرت رحمہ اللہ اس عبارت کو پڑھ کر جج صاحب سے لکھوا دیتے تھے۔ درمیان میں قادیانی مختار مقدمہ نے کہا کہ آپ حوالہ دیں، آپ رحمہ اللہ نے

فرمایا کہ میں جب حوالہ دینے پر آؤں گا تو کتابوں کے ڈھیر لگا دوں گا، پھر فرمایا کہ جج صاحب انہوں نے کبھی مولوی دیکھے نہیں۔

☆......آپ کے درس میں بعض دفعہ ظرافت کی باتیں بھی ہو جاتی تھیں، چنانچہ ایک مولوی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے ایک رفیق ۱۳۳۶ ہجری میں جب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے سوال کرتے تھے تو پہلے کہتے تھے کہ بندہ نواز میرا ایک سوال ہے تو آپ فرماتے تھے کہ فرمایئے غریب پرور۔

☆......ایک دفعہ دیوبند کی جامع مسجد میں قادیانیوں کے خلاف تقریر فرماتے ہوئے فرمایا کہ 1908ء میں کشمیر میں ہم نے ایک خواب دیکھا کہ ہمارا اور مرزا غلام احمد قادیانی کا مناظرہ ہوا ہے اور ہم اس میں غالب رہے، یہ خواب کسی نے اخبارات میں شائع کر دیا، مرزا غلام احمد مناظرے کے لئے تیار ہو گیا ہم بھی کشمیر سے چل پڑے۔ لاہور آ کر سنا کہ مرزا صاحب تو قادیاں سے لاہور آ کر کل ہیضے سے چل دیئے، خیر ہم تو غالب ہی رہے۔

حافظ عراقی کے اشعار

مولانا عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نخستیں مے کہ اندر جام کردند
ز چشم مست ساقی دام کردند

ترجمہ: ”جب شراب کو جام کے اندر ڈالا ہے تو مست آنکھوں سے ساقی کو قید کر دیتا ہے۔“

حضرت شاہ صاحب آئے تو اس شعر پر یہ اضافہ کیا:

ز دریائے عما موج ارادہ
حباب انگیخت حادث نام کردند

”عما کی دریا سے موج کے ارادے نے بلبلے کو حادثہ نام سے موسوم کیا۔“

☆......عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: إِنَّ بِلَالًا رَاٰى فِي مَنَامِهٖ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ لَهٗ: مَا هٰذِهِ الْجَفْوَةُ يَا بِلَالُ؟ أَمَا آنَ لَكَ أَنْ تَزُوْرَنِيْ يَا بِلَالُ؟ فَانْتَبَهَ حَزِيْنًا وَجِلًا خَائِفًا، فَرَكِبَ رَاحِلَتَهٗ وَقَصَدَ الْمَدِيْنَةَ، فَأَتٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَبْكِي عِنْدَهٗ وَيُمَرِّغُ وَجْهَهٗ عَلَيْهِ، فَأَقْبَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَجَعَلَ يَضُمُّهُمَا وَيُقَبِّلُهُمَا، فَقَالَا لَهٗ: نَشْتَهِيْ نَسْمَعُ أَذَانَكَ الَّذِيْ كُنْتَ تُؤَذِّنُ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَفَعَلَ، فَعَلَا سَطْحَ الْمَسْجِدِ فَوَقَفَ مَوْقِفَهُ الَّذِيْ كَانَ يَقِفُ فِيْهِ، فَلَمَّا أَنْ قَالَ: اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ اِرْتَجَّتْ بِهِ الْمَدِيْنَةُ، فَلَمَّا أَنْ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا اِلٰهَ إِلَّا اللهُ، اِزْدَادَ رَجَّتُهَا، فَلَمَّا أَنْ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ خَرَجَتِ الْعَوَاتِقُ مِنْ خُدُوْرِهِنَّ. وَقَالُوْا: أَبُعِثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَمَا رَاٰى يَوْمًا أَكْبَرَ بَاكِيًا وَلَا بَاكِيَةً بِالْمَدِيْنَةِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

رواه ابن عساكر وقال التقي السبكي: إسناده جيد۔

(آثار السنن باب فی زیارۃ قبر النبی، حدیث ۱۱۱۳)

ترجمہ: ”حضرت ابو درداء ؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بلال ؓ نے حضور اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بلال! یہ کیا ظلم ہے ہمارے پاس کبھی نہیں آتے تو آنکھ کھلنے پر مدینہ حاضر ہوئے حضور اکرم ﷺ کی قبر پر آئے قبر کے پاس رو رہے تھے

> اور قبر سے چمٹ رہے تھے اور اپنا چہرہ قبر پر مل رہے تھے۔
>
> حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے ان دونوں کو سینے سے لگایا اور ان کا بوسہ لیا ان دونوں نے اذان کی فرمائش کی ان لاڈلوں کی فرمائش میں انکار کی گنجائش نہیں تھی اذان کہنا شروع کی مدینہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذان کانوں میں پڑ کر کہرام مچ گیا پردہ نشین عورتیں بھی گھروں سے نکل پڑیں اور کہنے لگیں کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں دوبارہ تشریف لائے گئے ہیں اس دن کی طرح مدینہ منورہ میں رونے والے اور رونے والیاں کبھی نہیں دیکھی گئیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے دن کے بعد۔"

فرمایا کرتے تھے کہ یہ حدیث آثار السنن جلد ۲ کے اخیر میں بھی ہے اور ابن عساکر کا حوالہ دیا ہے اور تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی سند جید ہے، اور اس کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلاۃ میں بھی لیا ہے اور لسان المیزان میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابرہیم بن محور بن سلیمان بن بلال بن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کے ترجمے میں بھی لکھا ہے۔

ماحصل اس حدیث کا یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام کے علاقے میں ایک رات سو رہے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے خواب میں تشریف لائے کہ اے بلال! تم نے کیا جفا کاری کی کہ تم میری زیارت نہیں کرتے، پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ جاگے گھبرا کر اپنی اونٹنی پر مدینہ شریف کا رخ کیا، جب مدینہ تشریف لائے روضہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہوئے تو سلام عرض کیا تو حضرات حسنین رضی اللہ عنہما حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ملے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دونوں سے معانقہ فرمایا، اور دونوں کو بدن سے چمٹا

لیا اور پیار کیا، ان دونوں نے فرمایا کہ ہم آپ کی اذان سننا چاہتے ہیں، تو نماز کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی جب اَللّٰہُ اَکْبَرْ اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہا تو تمام مدینہ کانپنے لگا، جب اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا تو اور زیادہ کانپنے لگا اور جب آپ نے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا تو تمام مدینہ میں چیخ و پکار پڑ گئی، کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ تشریف لے آئے۔

☆☆☆☆

مکتوب حبشہ (افریقہ)

از عدیس آبابا حبشہ (ایتھوپیا)

بنام مولانا محمد انوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ترجمہ: ”اے رب! درود و سلام نازل فرما ہمیشہ کے لئے اپنے محبوب پر جو تمام مخلوق میں بہتر ہے۔“

بزرگوارم جناب حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پروردگار ذوالجلال سے قوی امید ہے کہ جناب کی طبیعت باعافیت ہوگی، اللہ تعالیٰ آپ بزرگوں کی شفقت کا سایہ تادیر ہم پر سلامت رکھے۔ آمین، تمام وقت آپ کی صحت عاجلہ مستمرہ کیلئے دعائیں کرتے ہیں، ہم آپ کی دعاء سے روانہ ہو کر کچھ دن رائے ونڈ اور کچھ دن میوات میں گذار کر بخیریت کراچی پہنچے، قانون اور ضابطے کی تمام مشکلات درپیش تھیں جس کو سورۃ یٰسٓ کا روزانہ ختم اور صلاۃ الحاجۃ سے حل کرایا گیا جس کی تفصیل ان شاء اللہ خود حاضر خدمت ہو کر عرض کریں گے۔

بہر حال پاسپورٹ کرنسی سعودی عرب کا ویزہ پچاس سال عمر کا مسئلہ اور سفینہ حجاج میں سیٹوں کا ملنا، پھر ایک آدمی کا مسئلہ نہیں بلکہ عشرہ انفار کا مسئلہ اللہ پاک کے نام کی برکت سے نہ ہونے والے کام بھی ہو گئے، سفینہ حجاج پر سوار ہو کر حاجیوں میں خوب محنت کرتے ہوئے اذانوں اور جماعتوں، تعلیموں، گشتوں کا عمل اور ذکر اذکار کی پابندی، تہجد کا اہتمام اللہ کی توفیق سے کرتے ہوئے بخیریت جدہ شریف پہنچے، جدہ میں مولانا سعید خان رحمہ اللہ، حضرت فریدی صاحب رحمہ اللہ اور بھائی سردار صاحب رحمہ اللہ ودیگر حضرات موجود تھے، مشورہ سے طے پایا کہ چونکہ حاجی حضرات کا حکومت نے پہلے مدینہ منورہ جانا طے کیا ہے۔ اس لئے ان حاجیوں ہی میں کام کرتے ہوئے پہلے مدینہ پاک میں روضہ مبارک پر حاضری کی سعادت حاصل کی جائے، بذریعہ بس مدینۃ الرسول کو روانگی ہوئی۔ نماز عصر مسجد نبوی ﷺ میں ادا کی گئی اس کے بعد شوق اور جذبے کے ساتھ انتہائی شرمندگی اور ندامت کی سی کیفیت میں ڈوبے ہوئے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے بارگاہ رسالت میں ہدیہ صلاۃ وسلام پیش کیا گیا۔ امسال حاضری چونکہ بہت زیادہ تھی اس لئے مسجد نبوی کے باہر تمام راستے محلے اور گلیوں تک نمازیوں سے بھر جاتے تھے، مدینہ پاک میں حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمہ اللہ اور دیگر بزرگوں اور علماء کرام کی خدمت میں بھی دعاؤں کے لئے حاضری ہوئی، حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ بھی ہندوستان سے تشریف لائے ہوئے تھے، ان کی خدمت میں بھی دعا کیلئے حاضر ہوئے، ان ایام میں افریقہ، انگلینڈ، ترکی، مراکش، امریکہ، افغانستان، ہندوستان، ایران، سوڈان، شام، مصر، حبشہ، فرانس، زیکوسلاویکیہ، انڈونیشیا، ملائشیا، فلپائن، الجزائر، سمالی لینڈ ودیگر کئی ملکوں سے فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے زائرین آئے ہوئے تھے۔ مسجد نبوی میں صبح ناشتہ کے بعد روزانہ ایک یا دو ملکوں کے اجتماع ہوتے، اور

ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت والی محنت کی طرف متوجہ کیا جاتا۔

الحمدللہ! اجتماعات بہت کامیاب ہوئے، بہت سارے ملکوں کے لوگوں نے اس مبارک کام سے بہت ہی کافی تعارف بتایا، مختلف ملکوں کے یعنی حبشہ سوڈان الجزائر اور نائجیریا کے علماء اور عوام میں سے بڑے لوگوں کو زیادہ قریب پایا، بہت متاثر ہوئے اپنے اپنے ملک میں کام کرنے اور جماعتوں کی نصرت کے ارادے کئے۔ ایک جماعت انگلینڈ سے بائیس افراد کی اسٹیشن ویگن کاروں کے ذریعہ سڑک پہنچی، اور دیگر تبلیغی کام کرنے والے بذریعہ ہوائی جہاز آئے، اس بائیس آدمیوں کی جماعت نے واپسی پر درمیان میں پڑنے والے ملکوں میں کام کرتے ہوئے جانے کا ارادہ فرمایا، الحمدللہ! عجیب فضا بنی ہوئی تھی، حضرت مولانا عبیداللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ انڈیا سے بھی تشریف لائے ہوئے تھے، جناب گرامی قدر کا ہدیہ صلاۃ وسلام بارگاہ نبوت میں بصد ادب پیش کر دیا گیا، اگر جناب ارشاد فرمائیں تو واپسی پر دوبارہ حاضری نصیب ہونے پر جناب کی طرف سے ہدیہ سلام پیش خدمت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا جائے، ہماری جماعت چھ افراد کی حضرت مولانا جلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں چل رہی ہے جو کہ پہلے ایک سال حبشہ جا چکے ہیں۔ بھائی سردار احمد صاحب لائل پوری سے ملاقات ہوئی بخیرت ہیں اور آپ کو بہت یاد کرتے ہیں، قریباً دس یوم کے بعد مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو واپسی ہوئی حج کے ایام قریب تھے، بیت اللہ پر حاضری ہوئی۔

انوار و برکات کی بارش ہو رہی تھی، حج کا سفر بہت اچھا گذرا، دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

بذریعہ بحری جہاز مورخہ 16۔ اپریل 1966ء کو ہماری جماعت جدہ سے حبشہ روانہ ہوئی دو دن ایک رات کے بعد ہم حبشہ کی بندرگاہ ''مُسّوا'' پر اترے،

وہاں سے بذریعہ ریل کار بہت اونچے اونچے پہاڑوں کو عبور کرتے ہوئے حبشہ کے بہت بڑے خوبصورت شہر سمرا پہنچے۔ وہاں پر جامع عبدالقادر میں کچھ یوم قیام کیا، وہاں سے پھر غریب محلوں کی مسجدوں میں غرباء میں کام شروع کیا، بڑی محبت سے دین اور موت کے بعد آنے والی زندگی کی بات خوب جم کر سنتے ہیں، صبح کی نماز کے بعد اشراق تک اور مغرب کی نماز کے بعد عشاء تک اجتماعی ذکر بالجہر کرتے ہیں، تقریباً ہر مسجد میں یہی معمول ہے، غربت اور سادگی بہت زیادہ ہے۔ کچھ دن یہاں گذار کر اب ہماری جماعت بذریعہ بس سفر کرتی ہوئی قریہ قریہ آنحضرت کی آواز اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دینی زندگی کی طرف متوجہ کرتی ہوئی ادیس ابابا پہنچی، یہ بھی بہت بڑا مرکزی شہر ہے، راستہ میں حضرت نجاشی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک بھی ایک بستی میں آئی، مزار بنا ہوا ہے تقریباً پندرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبور بھی یہاں بیان کی جاتی ہیں بہت سکون تھا، فاتحہ پڑھی گئی اور دعائیں مانگی گئیں۔

شاہ حبشہ حضرت نجاشی رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان ہو گئے تھے، سب سے پہلی ہجرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اسی ملک میں ہوئی اور امّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہاں پڑھا گیا اور خوب ہدیئے اور خوشبو وغیرہ دے کر اور حق مہر خود ادا کر کے مائی صاحبہ کی رخصتی بھی یہیں سے ہوئی، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی بھی اسی ملک سے نسبت ہے، آپ کی دعاؤں کی برکت سے ساتھی ذکر خوب پابندی سے کرتے ہیں اور تلاوت قرآن پاک بھی خوب ہوتی ہے راتوں کو اٹھنے کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے، ساتھیوں کا آپس میں خوب جوڑ ہے، موسم سرد خشک ہے، رات کو لحاف کے اندر سوتے ہیں، پانی کی قلت ہے علاقہ خوب سرسبز ہے سوائے پہاڑوں کے میدانی علاقہ بہت ہی کم ہے، لکڑی بہت زیادہ ہے مٹی بہت کم ہے، کئی جگہ تو مٹی کم ہونے کی وجہ سے جانوروں کے گوبر

سے مکان باہر سے لیپے ہوئے ہیں، سبزیوں میں ٹماٹر، آلو، سبز مرچ ہے، بس انڈے ایک ڈالر کے بیس پچیس ملتے ہیں، ایک ڈالر پونے دو ریال سعودی کا ہے، مویشی کثرت سے ہیں دنبہ یا بکرا چھ سات سیر وزن کا پانچ/ چھ روپے میں مل جاتا ہے، بڑے شہروں میں کاروبار تو یمن کے مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے یا ہندوستان کے ہندوؤں کے ہاتھ میں۔

الحمدللہ! یہاں کے علماء اور مشائخ کی خدمت میں بھی حاضری ہو رہی ہے مل کر بہت خوش ہوتے اور بہت شفقت فرماتے ہیں، ان تمام شہروں میں ”سمرا“ بہت خوبصورت شہر ہے، سنا ہے کہ یہاں ملکہ بلقیس کا پایہ تخت تھا، جس کی ہدہد نے خبر دی تھی، امید ہے کہ ان شاء اللہ ایک مہینہ کے قریب واپسی تک ہمارا وقت اور لگے گا اس کے بعد واپسی مکہ معظّمہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہوگی، کچھ روز حرمین شریفین میں لگا کر براستہ ریاض کویت سے جہاز پر سوار ہوکر ان شاء اللہ کراچی پہنچیں گے، آپ سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ آپ اپنی خصوصی دعاؤں میں ہم نااہلوں کو یاد رکھیں، اللہ پاک ہمارے اللہ کے راستے میں نکلنے کو قبول فرما کر ہماری اصلاح اور تمام عالم کے لئے ہدایت اور رشد کے فیصلے فرمادیں۔ آمین

مکرر عرض ہے کہ مراسلہ نگار(۱) کو شاید یہ یاد نہیں رہا یہ بات غلام یاسین رحمۃ اللہ علیہ نے جو پہلے حبشہ ہو آئے ہیں کئی بار ذکر کی کہ غالباً سمرا شہر میں مولانا صالح رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے ایک وہاں کے مولوی صاحب نے مزار کی زیارت کرائی ہے، ذکر کیا کہ مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ دس سال دارالعلوم دیوبند پڑھتے رہے ہیں۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حدیث پڑھی اور کئی سال حضرت کی خدمت میں رہ کر دین میں سمجھ حاصل کی، غلام یاسین رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے تھے کہ مولانا محمد

---

(۱) خط لکھنے والا

صالح رحمہ اللہ کے وارثوں کے پاس وہ سندات بھی ہیں، جو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان کو اپنے ہاتھ مبارک سے لکھ کر دی تھیں۔ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی سند جو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو دی تھی وہ بھی ان کے پاس تھی۔ (یعنی مولانا محمد صالح رحمہ اللہ کے پاس) اور حضرت مولانا محمد صالح رحمہ اللہ نے جو پہلے شافعی المذہب تھے حنفی المذہب ہو گئے پھر وہاں واپس آ کر اپنے ملک میں اس مذہب کی تبلیغ کی، کوئی تیس میل کا علاقہ بقول محمد یاسین رحمہ اللہ ایسا ہے جہاں حنفی المذہب لوگ آباد ہیں، وہاں اس مذہب کے مدرسے بھی ہیں، مولانا محمد صالح رحمہ اللہ نے یہ بھی کیا کہ علماء دیوبند کا لباس اور کھانا بھی وہاں رائج کیا۔

وہ لوگ دیوبند کے ساتھ بے حد عقیدت رکھتے ہیں کتابیں حنفی المذہب کی پڑھائی جاتی ہیں اب بھی وہاں ایسے مدارس موجود ہیں مولانا محمد صالح رحمہ اللہ کا تو وصال ہو گیا لیکن ان کے شاگردوں اور وارثین کی کوشش سے مدارس اب بھی جاری ہیں مولانا محمد صالح رحمہ اللہ کے وصال کو بیس پچیس سال ہو چکے۔

☆☆☆☆

حضرت شاہ صاحب کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ حدیث شریف میں مثال ...... مَا أَنَا قُلْتُ ...... کی، جو مختصر المعانی اور مطول میں آئی ہے ...... مَا أَنَا حَمَلْتُكُمْ ...... ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۹۴)

☆☆☆☆

اچھی اور بُری تقدیر

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَهْطٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّيْنَ اِسْتَحْمَلَهُ. (بخاری ج ۲ ص ۹۹۴)

مِنْ تَعَوَّذَ بِاللّٰهِ مِنْ دَرَكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ، وَقَوْلُهٗ:
قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۷۹)

ترجمہ: ''ابوموسیٰ اشعری ؓ کہتے ہیں کہ میں ایک جماعت میں حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا اور سواری طلب کی...... الخ جس نے پناہ پکڑی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شقاوت کے پکڑنے سے اور برے فیصلے سے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تو کہہ دیجئے میں پناہ میں آیا صبح کے رب کی ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے بنائی یعنی ہر ایسی مخلوق جس میں جو بدی اور برائی ہو اس کی برائی سے میں پناہ مانگتا ہوں۔''

معلوم ہوا اچھی بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا اس کا کیا مطلب ہوا۔

قادیانی کے اعتراض پر فوری جواب

☆...... قادیانی نے بہاول پور کے مقدمے میں اعتراض کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے ابن صیاد کو کیوں نہ قتل کرا دیا۔

حضرت شاہ صاحب ؒ نے فوراً جواب دیا کہ جج صاحب لکھئے کہ ابن صیاد نابالغ تھا، نابالغ کو شریعت میں قتل نہیں کیا جاتا، یا یہ دن تھے یہود کے ساتھ معاہدے کے، چنانچہ آپ نے بخاری شریف کی عبارت پڑھ کر سنائی، مولانا احمد علی سہارنپوری ؒ حاشیہ ۱۲ میں ص ۹۷۹ ج ۲ پر لکھتے ہیں:

لِأَنَّهٗ كَانَ غَيْرَ بَالِغٍ۔

ترجمہ: ''اس لئے کہ وہ نابالغ تھا۔''

☆☆☆☆

"بَيْرَحَاءَ" فِيْهِ وُجُوْهٌ بِفَتْحِ الْمُوَحَّدَةِ وَالرَّاءِ وَ سُكُوْنِ التَّحْتَانِيَّةِ بَيْنَهُمَا وَبِالْمُهْمَلَةِ مَقْصُوْرًا۔

(کرمانی) بخاری ج ۲ ص ۹۹۲)

ترجمہ: ”بیرحا، کے پڑھنے میں کئی طریق ہیں اعراب کے با کے فتحہ کے ساتھ فتح سے بھی ہے اور را، کے فتحہ کے ساتھ اور یا، کے سکون کے ساتھ۔“

☆☆☆☆

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا تقویٰ

مولانا محفوظ علی رحمہ اللہ سناتے تھے حضرت شاہ صاحب کے وصال پر مئی 1933ء میں جب میں دیوبند حاضر ہوا تو مولانا محفوظ علی رحمہ اللہ (۱) سناتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے بلایا کہ اپنی بہن سے تُو کہدے کہ اپنی بچی کے پاؤں سے پازیبیں نکال دے، میں اس کو برداشت نہیں کرسکتا، (حضرت شاہ صاحب کی بچی چھ سال کی تھی)، میں نے عرض کیا کہ یہ چھ سال کی تو بچی ہے اور پازیبوں میں باجا کچھ نہیں ہے۔ ابوداؤد جلد ثانی ص ۲۲۹ مطبوعہ مجتبائی دہلی میں ہے:

قَالَ عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ: اِبْنُ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ مَوْلَاةً لَهُمْ ذَهَبَتْ بِابْنِ الزُّبَيْرِ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ رِجْلِهَا أَجْرَاسٌ، فَقَطَعَهَا عُمَرُ ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مَعَ كُلِّ جَرَسٍ شَيْطَانًا۔

ترجمہ: ”علی بن سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو

---

(۱) اصل کتاب میں اس واقعے میں نام اسی طرح مذکور ہیں، مگر بظاہر اس میں ناموں کو ذکر کرنے میں کوئی خطا معلوم ہوتی ہے۔ مصحح

خبر دی کہ ان کی ایک باندی تھی وہ ابن زبیر ؓ کو حضرت عمر ؓ کے پاس لے گئی اس کے پاؤں میں جرس تھے عمر ؓ نے اس کو کاٹ لیا۔ اور فرمایا کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے ہر جرس یعنی گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔“

حضرت شاہ صاحب کا اتقاء دیکھئے کہ حضرت فاروق اعظم ؓ نے تو وہ پازیبیں نکالی تھیں جس میں باجا تھا، مگر حضرت شاہ صاحب بغیر باجے کی پازیبوں سے بھی بچتے رہے۔

روزوں کی قرقی کی تحقیق

ایک دفعہ فرمایا کہ جو مشہور ہے کہ روزے نہیں کاٹے جائیں گے یعنی روزوں کی قرقی (۱) نہ ہوگی یہ بات غلط ہے۔ مسلم شریف میں ایک حدیث آئی ہے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ روزے بھی قرق ہوں گے، وہ حدیث یہ ہے:

إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوْا: اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ، فَقَالَ: إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِيْ مَنْ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَ أَكَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَ ضَرَبَ هٰذَا، فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْطٰى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ۔

(مسلم جلد ثانی ص ۳۲۰ مطبوعہ دہلی)

---

(۱) مال یا رقم ضبط کر لینا کسی چیز کے عوض

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ لوگوں نے کہا جس کے پاس مال پیسے اور سامان نہ ہو وہ مفلس ہے۔ فرمایا، میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکوٰۃ لے کر آئے گا لیکن کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر تہمت لگائی ہوگی کسی کا مال کھایا ہوگا کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا تو کسی ایک کو ان کی نیکیاں دی جائیں گی اور اسی طرح دوسرے کو بھی دی جائیں گی پھر اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں حقوق کے ختم ہونے سے پہلے تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے پھر اسکو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ نمازوں کی طرح روزے بھی کاٹے جائیں گے جس نے یہ مطلب لیا ہے کہ روزے نہیں کاٹے جائیں گے وہ غلط سمجھا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی بڑی عمدہ تقریر (صیام کے متعلق) تھی جو کسی زمانے میں مہاجر (رسالہ یا اخبار) میں چھپی تھی، فیض الباری میں بھی اس کی تعریف کی گئی ہے ہمارے پاس یہ تقریر محفوظ تھی، مگر افسوس کہ 1947ء کے خونی ہنگامے میں وہ رائے کوٹ ہی رہ گئی۔

فرمایا کہ ایک مرزائی قادیانی مجھے کہنے لگا کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارا بھی اس قرآن پر ایمان ہے جس میں یہ لکھا ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ۔

(سورۃ البقرۃ: ۱۱۴)

ترجمہ: ''اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے منع کیا اللہ

تعالیٰ کی مسجدوں سے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔"

میں نے اس کے جواب میں فوراً کہا کہ ہمارا بھی اسی قرآن پر ایمان ہے جس میں یہ ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ۔ (سورۃ الانعام: ۹۳)

ترجمہ: "اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو جھوٹ باندھے اللہ پر یا وہ کہے کہ میرے اوپر وحی اتری ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں اتری۔"

یہ سن کر وہ ایسا ساکت ہوا کہ کوئی جواب نہ دے سکا۔

ایک دفعہ بیان فرمایا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسیح ابن مریم علیہ السلام کی حقیقت معلوم نہیں تھی لہٰذا یہ حقیقت مجھ پر کھلی، پس میں مسیح ابن مریم علیہ السلام ہوں، میں نے کہا کہ دجال کی حقیقت بھی مرزا صاحب پر کھلی لہٰذا وہ دجال ہیں۔

☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قصیدہ معراجیہ

از فخر المحدثین حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ العزیز

تَبَارَكَ مَنۡ اَسۡرٰى وَ عَلَا بِعَبۡدِهٖ
اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصٰى اِلَى الۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰى

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد اقصیٰ تک اور افق اعلیٰ تک سیر کرائی اور بلند مقام تک لے گیا۔

فتح الباری ج ۷ ص ۱۴۶ مصری میں ہے:

وَفِیۡ حَدِیۡثِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا عَنۡ اَحۡمَدَ: فَلَمَّا اَتَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ الۡمَسۡجِدَ الۡاَقۡصٰى قَامَ یُصَلِّیۡ، فَاِذَا النَّبِیُّوۡنَ اَجۡمَعُوۡنَ یُصَلُّوۡنَ مَعَهٗ۔

ترجمہ: ”جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آئے مسجد اقصیٰ، کھڑے ہو گئے نماز پڑھنے کے لئے تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے لگ گئے۔“

اِلَى سَبۡعِ اَطۡبَاقٍ اِلَى سِدۡرَةٍ كَذَا
اِلَى رَفۡرَفٍ اَبۡهٰى اِلَى نَزۡلَةٍ اُخۡرٰى

”ساتوں آسمانوں تک اور سِدۡرَةُ الۡمُنۡتَهٰى تک، ایسے ہی سیر کرائی خوبصورت رَفۡرَف تک اور نَزۡلَةً اُخۡرٰى تک سیر کرائی۔“

وَ سَوّٰى لَهٗ مِنۡ حَفۡلَةٍ مَلَكِیَّةٍ
لِیَشۡهَدَ مِنۡ اٰیَاتِ نِعۡمَةِ الۡكُبۡرٰى

''اور فرشتوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ تھی تا کہ آپ مشاہدہ کریں باری تعالیٰ کی نعمت الکبریٰ کی آیات کا۔''

زرقانی جلد ۶ شرح المواھب اللدنیۃ مصری ص: ۵ میں ہے:

فِيْ حَدِيْثِ أَبِيْ سَعِيْدٍ عِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ فِيْ ذِكْرِ الْأَنْبِيَاءِ إِلَى بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا يُقَالُ لَهُ: بَابُ الْحَفَظَةِ، وَعَلَيْهِ مَلَكٌ يُقَالُ لَهُ: إِسْمَاعِيْلُ تَحْتَ يَدِهِ اِثْنَا عَشَرَ أَلْفَ مَلَكٍ۔

ترجمہ: ''بیہقی میں ابوسعید کی حدیث میں ایک دروازے کا ذکر ہے اس کو باب حفظہ کہا جاتا ہے اس پر ایک فرشتہ ہے اس کا نام اسماعیل ہے اس کے کمان میں ۱۲ ہزار فرشتے ہیں۔''

وَفِيْ حَدِيْثِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ أَيْضًا يَسْكُنُ الْهَوَاءُ لَمْ يَصْعَدْ إِلَى السَّمَاءِ قَطُّ وَلَمْ يَهْبِطْ إِلَى الْأَرْضِ قَطُّ إِلَّا يَوْمَ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وَ فِيْ حَدِيْث أَبِيْ سَعِيْدٍ عِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ فِي الدَّلَائِلِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ مَعَ كُلِّ مَلَكٍ جُنْدُهٗ مِأَةُ أَلْفٍ۔

ترجمہ: ''حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ کی روایت ہے بیہقی میں ''ہوا رکی ہوئی ہے نہ اوپر آسمان کی طرف جاتی ہے اور نہ زمین کی طرف جاتی ہے مگر صرف اس دن جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی اور ابی سعید کی روایت ہے کہ بیہقی میں ہے اور اس کے سامنے ستر ہزار فرشتے ہیں اور ان ستر ہزار میں ہر ایک کے نیچے ایک لاکھ فرشتے ہیں۔''

فتح الباری ج ۷ ص ۱۴۵ میں ہے:

وَ فِيْ رِوَايَةٍ لِّاَبِيْ سَعِيْدٍ فِيْ شَرَفِ الْمُصْطَفٰى اَنَّهٗ اُتِيَ بِالْمِعْرَاجِ مِنْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ وَ اَنَّهٗ مُنَضَّدٌ بِاللُّؤْلُؤِ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ مَلَائِكَةٌ وَعَنْ يَسَارِهٖ مَلَائِكَةٌ۔

ترجمہ: ”اور کتاب شرف مصطفیٰ میں ابو سعید کی روایت ہے کہ معراج یعنی سیڑھی لائی گئی جنت الفردوس سے اور بے شک موتیوں کے ساتھ پروئی گئی اور اس کے دائیں اور بائیں فرشتے تھے۔“

بُرَاقٌ يُسَاوِيْ خُطُوُهٗ مَدُّ طَرْفِهٖ
اُتِيْحَ لَهٗ وَاُخْتِيْرَ فِيْ ذٰلِكَ الْمَسْرٰى

ترجمہ: ”ایسا براق کہ اس کا قدم برابر تھا جہاں پر اس کی نظر جاتی تھی۔ آپ کیلئے مقدر کیا گیا اور اس سیر گاہ میں پسند کیا گیا۔“

وَ اَبْدٰى لَهٗ طَيُّ الزَّمَانِ فَعَاقَهٗ
رُوَيْدًا عَنِ الْاَحْوَالِ حَتَّاهُ مَا اَجْرٰى

ترجمہ: ”اور زمانے کا سمیٹ لینا آپ کے لئے ظاہر ہوا پس اس کی رفتار کو روک دیا تھوڑی دیر کے لئے (اپنے چکر سے) حتیٰ کہ وہ زمانہ نہ چلا۔“

وَكَانَتْ لِجِبْرِيْلَ الْاَمِيْنِ سَفَارَةٌ
اِلٰى قَابَ قَوْسَيْنِ اِسْتَوٰى ثُمَّ مَا اَقْصٰى

ترجمہ: ”اور حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سفیر تھے قاب قوسین تک ٹھہر گئے پھر انتہا تک نہیں گئے۔“

بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۰ میں ہے:

ثُمَّ عَلَا بِهٖ فَوْقَ ذٰلِكَ بِمَالَا يَعْلَمُهُ إِلَّااللهُ حَتّٰى جَاءَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى وَدَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّةِ فَتَدَلّٰى حَتّٰى كَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى، فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ فِيْمَا يُوْحِي اللهُ خَمْسِيْنَ، أَيْ صَلَاةً، عَلٰى أُمَّتِكَ كُلَّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، ثُمَّ هَبَطَ حَتّٰى بَلَغَ مُوْسٰى فَاحْتَسَبَهُ مُوْسٰى فَقَالَ: يَامُحَمَّدُ، مَاذَا عَهِدَ إِلَيْكَ رَبُّكَ؟ قَالَ: عَهِدَ اِلَيَّ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً۔

’’پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوپر لے گئے کتنا اوپر لے گئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ تک آ گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوئے پھر صرف دو کمان کا فرق رہ گیا یا اس سے بھی نزدیک پھر وحی کی اللہ تعالیٰ نے جو وحی فرمائی اس میں ۵۰ نمازیں امت پر فرض فرمائیں ہر دن اور رات میں پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اترے اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا تحفہ دیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ۵۰ نمازیں۔‘‘

إِذَا خلفَ السَّبْعَ الطِّبَاقَ وَرَائَهُ
وَ صَادَفَهُنَّ أَوْلٰى لِرُتْبَتِهٖ الْمَوْلٰى

’’جب ساتوں آسمانوں کو آپ نے اپنے پیچھے چھوڑ دیا۔ اور آپ نے پا لیا جو کچھ آپ کے رتبہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا تھا۔‘‘

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدے میں فرمایا ہے، کذا

فی النبھانیہ:

نَبِیٌّ خُصَّ بِالتَّقْدِیْمِ قِدْمًا
وَ آدَمُ بَعْدُ فِیْ طِیْنٍ وَ مَاءٍ
عَلَا وَ دَنَا وَ جَازَ اِلٰی مُقَامٍ
کَرِیْمٍ خُصَّ فِیْہِ بِالْاِصْطِفَاءِ
بَدَا قَمَرٌ بِبَدْرٍ فِیْ نُجُوْمٍ
مِنَ الْاَصْحَابِ اَھْلِ الْاِقْتِدَاءِ
وَ لَمْ یَرَ رَبَّہٗ جَھْرًا سِوَاہٗ
بِسِرٍّ فِیْہِ جَلَّ عَنِ امْتِرَاءٍ

(تحیۃ الاسلام مع عقیدۃ الاسلام ص ۳۹)

ترجمہ: ”نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تقدیم کے ساتھ خاص کیا اور آدم علیہ السلام ابھی کیچڑ اور پانی کے درمیان تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوپر چلے اور قریب ہوئے اور مقام کریم کو پار کیا جس میں اصطفاء کے ساتھ خاص ہوئے۔ چاند ظاہر ہوا چودھویں کا ستاروں کے درمیان چاند حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا اور ستارے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جن کی اقتداء کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی نے اپنے رب کو بالکل سامنے نہیں دیکھا۔“

وَ کَانَ عِیَانًا یَقْظَۃً لَا یَشُوْبُہٗ
مَنَامٌ وَ لَا قَدْ کَانَ مِنْ عَالَمِ الرُّؤْیَا

اور عروج بیداری کی حالت میں تھا ملاوٹ نہیں تھی نیند کی اور نہ تھا خواب کے عالم سے۔

اور شیخ اکبر ؒ نے بیداری کی حالت میں رؤیا کے حاصل ہونے کی تصریح کی ہے۔ اور شرح مواہب لدنیہ زرقانی مصری ج:٦ ص:١١٩ میں بھی ابن المنیر نے نقل کیا ہے ص ٢٤٥ ج ٨ شرح المواهب اللدنية للزرقاني، العيان بكسر العين المشاهدة۔

قَدِ الْتَمَسَ الصِّدِّيقُ ثُمَّ فَلَمْ يَجِدْ
وَ صَحَّحَ عَنْ شَدَّادِ الْبَيْهَقِيُّ كَذَا

"بیشک آپ کے مقام پر تلاش کیا حضرت صدیق ؓ نے
پس آپ کو نہ پایا، اور اس کو صحیح فرمایا حضرت شداد بن
اوس ؓ سے امام بیہقی ؒ نے اسی طرح۔"

اور یہ روایت طبرانی اور بزار میں بھی ہے اور جلد: ٣ ص: ١٤ پر امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بھی اس کو ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ امام بیہقی ؒ نے اس کی اسناد کو صحیح فرمایا ہے اور زوائد ہیثمی میں بھی ہے اور انہوں نے بھی اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے، اور دلائل میں بھی ہے جیسا کہ امام زرقانی ؒ نے فرمایا ہے کہ انہوں نے بھی اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے، اور فتح الباری ج: ٧ ص: ١٤ میں بزار اور طبرانی کا حوالہ دیا ہے، اور دیکھو شفا قاضی عیاض ؒ۔

رَاٰی رَبَّهٗ لَمَّا دَنَا بِفُؤَادِهٖ
وَ مِنْهُ سَرٰی لِلْعَيْنِ مَا زَاغَ لَا يُطْغٰی

"جب آپ قریب گئے تو اپنے رب کو دیکھا اپنے قلب
مبارک سے اور قلب سے رؤیت سرایت کر گئی آنکھ تک جو کہ
مازاغ تھی اور ماطغیٰ تھی۔" (زرقانی ج ٦ ص ٥)

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی۔

ترجمہ: ’’نہ آنکھ نے تجاوز عن الحد کیا اور نہ بہکی۔‘‘

رَاٰی نُوْرَهٗ اِنّٰی یَرَاهُ مُؤَمِّلٌ
وَ اَوْحٰی اِلَیْهِ عِنْدَ ذٰلِكَ بِمَا اَوْحٰی

’’اور آپ نے باری تعالیٰ کے نور کو دیکھا اور امید کرنے والا دیکھ سکتا ہے اس کو۔ اور باری تعالیٰ نے اس وقت آپ پر وحی کی جو بھی وحی کی۔‘‘

بَحَثْنَا مَاٰلَ الْبَحْثِ اِثْبَاتَ رُؤْیَةٍ
لِحَضْرَتِهٖ صَلّٰی عَلَیْهِ کَمَا یَرْضٰی

’’ہم نے بحث کی اور بحث کا انجام یہ ہوا کہ باری تعالیٰ کی رؤیت ثابت کی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ درود بھیجے جیسا کہ راضی ہو۔‘‘

وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا مُبَارَکًا
کَمَا بِالتَّحِیَّاتِ الْعُلٰی رَبَّهٗ حَیّٰی

’’اور سلام بھیجے اللہ تعالیٰ بہت بہت سلام جس کے ساتھ برکتیں بھی ہوں۔ جیسا کہ التحیات للہ والصلوٰت والطیبات فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو سلام کیا۔‘‘

یہ مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۳۳۱ ج ۲ میں ابن ملک رحمۃ اللہ علیہ نے سارا قصہ نقل کیا ہے:

قَالَ ابْنُ مَلِكٍ: رُوِیَ اَنَّهٗ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا عُرِجَ بِهٖ اَثْنٰی عَلَی اللهِ تَعَالٰی بِهٰذِهِ الْکَلِمَاتِ، فَقَالَ اللهُ تَعَالٰی: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَکَاتُهٗ، فَقَالَ

عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ، فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ وَبِهٖ يَظْهَرُ وَجْهُ الْخِطَابِ وَأَنَّهٗ عَلٰى حِكَايَةِ مِعْرَاجِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ آخِرِ الصَّلَاةِ الَّتِيْ هِيَ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ، (عمدۃ القاری ج ۴ ص: ۱۱۱ مصری)

ترجمہ: ”جب حضور اکرم ﷺ کا معراج پر تشریف لے گئے آپ ﷺ نے ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی کہ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ کہ میری قولی عبادتیں اور میری بدنی عبادتیں اور میری مالی عبادتیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا اے نبی! تیرے اوپر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میرے اوپر بھی اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بھی تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہم جو نماز میں اَيُّهَا النَّبِيُّ پڑھتے ہیں یہ ہم حضور اکرم ﷺ کو خطاب نہیں کرتے بلکہ اللہ کی حکایت کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ تو ہم اس کی حکایت کرتے ہیں۔“

عُمْدَةُ الْقَارِيْ جلد۶ ص۱۱۱ مصری) قَالَ الشَّيْخُ حَافِظُ الدِّيْنِ النَّسَفِيْ: اَلتَّحِيَّاتُ الْعِبَادَاتُ الْقَوْلِيَّةُ، وَالصَّلَوَاتُ

اَلْعِبَادَاتُ الْفِعْلِیَّةُ، وَالطَّیِّبَاتُ اَلْعِبَادَاتُ الْمَالِیَّةُ۔
(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۲)

ترجمہ: عمدۃ القاری میں ہے: حافظ علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ التحیات سے قولی عبادتیں مراد ہیں۔ الصَّلَوَاتُ سے بدنی والطیبات سے مالی عبادتیں مراد ہیں۔"

کَمَا اخْتَارَهُ الْحِبْرُ ابْنُ عَمِّ نَبِیِّنَا
وَ اَحْمَدُ مِنْ بَیْنِ الْاَئِمَّةِ قَدْ قَوّٰی

رؤیت کا ہونا اختیار کیا ہے ہمارے نبی ﷺ کے چچازاد بھائی حبر الامۃ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اور اماموں میں سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو قوی کہا ہے۔ (نیز نسیم الریاض جلد ا ص ۴۹ مطبوعہ لکھنو میں بھی ہے)

(فائدہ) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرفوع حدیث بھی بیان فرمائی ہے مسند احمد اور زرقانی شرح مواہب لدنیہ ص: ۱۱۹ جلد ۶۔

فِی الْاَوْسَطِ بِاِسْنَادٍ قَوِیٍّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ مَرَّتَیْنِ۔ وَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ قَالَ: نَظَرَ مُحَمَّدٌ اِلٰی رَبِّهٖ، جَعَلَ الْکَلَامُ لِمُوْسٰی وَالْخُلَّةُ لِاِبْرَاهِیْمَ وَالنَّظَرُ لِمُحَمَّدٍ ﷺ. فَاِذَا تَقَرَّرَ ذٰلِكَ ظَهَرَ اَنَّ مُرَادَ ابْنِ عَبَّاسٍ هِنَا بِرُؤْیَةِ الْعَیْنِ اَلْمَذْکُوْرَةُ جَمِیْعُ مَا ذُکِرَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. (زرقانی ج ۶ ص: ۳۰، ابن کثیر ج ۳، فتح الباری ج ۸ ص ۴۳۱، مصری عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۰ وفی البخاری ج ۱ ص ۵۵۰)

ترجمہ: "اوسط میں ہے قوی سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا ہے اور

دوسرے طریق میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اللہ تعالیٰ نے کلام کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتخاب کیا خلّت کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اور دیکھنے کے لئے محمد ﷺ کا اس سے ظاہر ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مراد دیکھنے سر کی آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے۔"

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى: وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ قَالَ: هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۵۰)

ترجمہ: "ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس آیت کی تفسیر میں وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ کے تفسیر میں کہ رویت آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے۔"

اور آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اور دکھانا جو تجھ کو ہم نے دکھلایا لوگوں کے جانچنے کے لئے یعنی شب معراج میں دیکھنا یہ امتحان تھا سچوں نے سن کر مانا اور کچوں نے جھوٹ جانا۔"

فَقَالَ اِذْ اِمَامُ الْمَرْوَزِيُّ اِسْتَبَانَهٗ
رَاٰهُ رَاَى الْمَوْلٰى فَسُبْحَانَ مَنْ اَسْرٰى

"پس آپ نے فرمایا (یعنی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) نے جبکہ امام مروزی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے بیان کرایا دریافت کیا۔"

اس کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں آپ نے اپنے مولا کو دیکھا ہے، پس پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات۔

فتح الباری ج ۸ ص ۴۳۱ مصری بخاری ج ۲ ص ۱۱۰۲ میں کئی دفعہ آیا ہے:

فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّيْ وَقَعْتُ لَهُ سَاجِدًا۔ (۱) فِيْ كِتَابِ السُّنَّةِ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ مَنْصُوْرِ بْنِ بَهْرَامِ الْكَوْسَجِ التَّمِيْمِيِّ الْمَرْوَزِيِّ نَزِيْلِ نَيْسَابُوْرِ، أَحَدُ الْأَئِمَّةِ الْحُفَّاظِ الثِّقَاتِ، رَوٰى عَنِ الْجَمَاعَةِ سِوَاى اَبُوْدَاوٗدَ قَالَ الْخَطِيْبُ كَانَ فَقِيْهًا عَالِمًا، وَهُوَ الَّذِيْ دَوَّنَ الْمَسَائِلَ عَنْ اَحْمَدَ مَاتَ سَنَةَ اِحْدٰى وَخَمْسِيْنَ مِأَتَيْنِ، (زرقانی، شرح المواهب اللدنیة جلد۶ ص۱۱۹ مصری)

رَوَاهُ أَبُوْذَرٍّ بِأَنَّ قَدْ رَأَيْتُهٗ
وَ أَنِّيْ أَرَاهُ لَيْسَ لِلنَّفْيِ بَلْ ثَنَيَا

”اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اس کو روایت کیا ہے کہ آپ نے ذات باری تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ اور انی اراہ نفی کے لئے نہیں بلکہ کسر نفسی کے لئے ہے۔“

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے:

نَعَمْ رُؤْيَةُ الرَّبِّ الْجَلِيْلِ حَقِيْقَةٌ
يُقَالُ لَهَا الرُّؤْيَا بِأَلْسِنَةِ الدُّنْيَا

”ہاں رب جلیل کی رؤیت ایک ایسی حقیقت ہے کہ اسی کو رویا کہا جاتا ہے دنیا کی زبانوں میں۔“

فتح الباری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”رُؤْيَا عَيْنٍ“ کتاب التعبیر فتح الباری ج ۲ و ج ۷ ص ۱۳، زرقانی ج ۶، ابن کثیر ج ۳، ص ۳ تا ۱۴، فِيْ عُمْدَةِ الْقَارِيْ ج ۱۷ ص: ۳۰ میں ہے:

---

(۱) ترجمہ: جب میں نے اپنے رب کو دیکھا تو میں سجدے میں گر گیا۔

قُيِّدَ بِهٖ لِلْأَشْعَارِ بِأَنَّ الرُّؤْيَا بِمَعْنَى الرُّؤْيَةِ فِي الْيَقْظَةِ۔

ترجمہ: ”اس لئے اس کو مقید کیا کہ رؤیا بمعنیٰ رؤیت ہے، یعنی جاگتے ہوئے دیکھنے کے معنی میں ہے۔“

وَ إِلَّا فَمَرْاٰی جِبْرِيْلَ عَوَّادَةً
وَ لَيْسَ بَدِيْعًا شَكْلُهٗ كَانَ أَوْ أَوْفٰى

”ورنہ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام کا دیکھنا تو کئی بار تھا یہ کوئی نئی بات نہیں تھی (میری قبر پر آ کر آواز دے دینا) خواہ کسی شکل میں دیکھا ہو۔“

بعض نے لکھا ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ پر چوبیس ہزار مرتبہ نازل ہوئے۔

وَ ذَالِكَ فِي التَّنْزِيْلِ مِنْ نَظْمِ نَجْمِهٖ
إِذَا مَارَعَى الرَّاعِيْ وَ مَغْزَاهُ قَدْ وَفٰى

اور یہ یعنی رؤیت کا مسئلہ قرآن شریف میں سورۃ النجم میں ہے۔ جب کہ رعایت کرنے والا غور کرے اور اصل مقصود کو پورا ادا کرے۔

وَ كَانَ بِبَعْضِ ذِكْرِ جِبْرَئِيْلَ فَانْسَرٰى
إِلٰى كُلِّهٖ وَالطُّوْلُ فِي الْبَحْثِ قَدْ عَيّٰى

”اور بعض طریقوں میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ذکر ہے، یہ کل کی طرف سرایت کر گیا اور بحث کے طول نے تھکا دیا۔“

وَ كَانَ إِلَى الْأَقْصٰى سَرٰى ثُمَّ بَعْدَهٗ
عُرُوْجًا بِجِسْمِهٖ اِنَّ مِنْ حَضْرَةِ أُخْرٰى

”مسجد اقصیٰ تک تو اسراء تھی پھر اس کے بعد جسم کے ساتھ

عروج تھا ہاں دوسرے دربار تک۔"

عُرُوْجًا إِلَى أَنْ ظَلَّلَتْهُ ضَبَابَةٌ
وَ يَغْشٰى مِنَ الْأَنْوَارِ إِيَّاهُ مَا يَغْشٰى

"عروج یہاں تک تھا کہ آپ کو ایک بدلی نے ڈھانپ لیا اور انوارات نے آپ کو ڈھانپ لیا جس طرح کہ ڈھانپ لیا۔"

وَ يَسْمَعُ لِلْأَقْلَامِ ثُمَّ صَرِيْفَهَا
وَ يَشْهَدُ عَيْنًا مَالَهُ الرَّبُّ قَدْ سَوّٰى

"اور آپ وہاں صریف الاقلام سنتے تھے، صریف الاقلام یعنی قلموں کے چلنے کی آواز۔ اور اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے تھے جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے تیار کیا تھا۔"

وَ مَنْ عَضَّ فِيْهِ مِنْ هَنَاتِ تَفَلْسُفٍ
عَلٰى جُرُفٍ هَارٍ يُقَارِفُ أَنْ يَرْدٰى

"اور جو آدمی فلسفہ کی غلیظ باتوں کو دانتوں سے کاٹے وہ ایسی گھاٹی یعنی غار کے کنارے جو گرنا ہی چاہتی ہے قریب ہے کہ وہ ہلاک ہو جائے۔"

كَمَنْ كَانَ مِنْ أَوْلَادِ مَاجُوْجَ فَادَّعٰى
نُبُوَّتَهُ بِالْغَيِّ وَالْبَغْيِ وَالْعَدْوٰى

"جیسا کہ وہ آدمی جو یاجوج ماجوج کی اولاد سے ہے پس اس نے دعویٰ کر دیا اپنی نبوت کا اپنی گمراہی سے اور بغاوت اور تعدی سے۔"

وَ مَنۡ يَّتَّبِعۡ فِي الدِّيۡنِ اَهۡوَآءَ نَفۡسِهٖ
عَلٰى كُفۡرِهٖ فَلۡيَعۡبُدِ اللَّاتَ وَالۡعُزّٰى

”اور جو آدمی دین میں اپنی خواہشات کا اتباع کرتا ہے وہ
اپنے کفر میں لات وعزیٰ کو پوجتا پھرے۔“

فائدہ: علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ معراج کے استحالہ (۱) کا دعویٰ کرنا باطل ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کی قرآن وحدیث نے تصریح فرمائی ہے لہٰذا اس کی تصدیق ضروری ہے۔ اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام ممکنات میں اس بات پر قادر ہے کہ ایسی حرکت سریع (۲) حضور اکرم ﷺ کے بدن میں پیدا کر دے، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہلِ تحقیق نے فرمایا کہ بیداری کی حالت میں حضور اکرم ﷺ کی روح اور جسم مبارک کو مکہ سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا، یہ تو قرآن وحدیث نے تصریح کی ہے لیکن قرآن جیسا کہ قول ہے باری تعالیٰ کا:

سُبۡحٰنَ الَّذِيۡۤ اَسۡرٰى بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ اِلَى
الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا ۔ (سورۃ الاسراء:۱)

ترجمہ: ”پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں
رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ۔“

دلیل کی تقریر اس طرح ہے کہ عبد نام ہے جسد اور روح دونوں کا، تو ضروری ہوا کہ اسراء بھی دونوں ہی سے ہو یعنی جسد اور روح سے، کیونکہ اگر یہ خواب ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا بِرُوۡحِ عَبۡدِهٖ یعنی اپنے بندہ کی روح کو لے گیا۔

---

(۱) واقعہ معراج کے ناممکن ہونے کا دعویٰ کرنا

(۲) بہت تیز

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی ⑨ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ⑩ (سورۃ العلق:۹،۱۰)

ترجمہ: ”کیا تو نے دیکھا اس آدمی کو جو منع کرتے ہیں ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھے یعنی اس کی سرکشی اور ضد کو دیکھو خود رب کے سامنے جھکتا نہیں دوسرے کو بھی سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔“

دیکھو اس آیت میں مجموعہ جسد اور روح مراد ہے، کیونکہ یہاں پر عبد تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور روکنے والا نماز سے آپ کو ابو جہل تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز سے اپنی روح کے ساتھ نہیں روکتا تھا۔ اور سورۂ ”جن“ میں ہے:

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ۔ (سورۃ الجن:۱۹)

ترجمہ: ”اور جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ یعنی بندہ کامل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو پکارے یعنی جب کھڑے ہو کر قرآن پڑھتے ہیں تو لوگ آپ پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ مؤمنین تو شوق و رغبت سے قرآن سننے کی خاطر اور کفار تکلیف دینے کے لئے حالانکہ وہ تو اپنے رب کو پکارتا ہے تو اس میں لڑنے کی کیا بات ہے۔“

یہاں پر عبد سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور یَدْعُوْهُ سے مراد بھی آپ ہی ہیں، یہاں پر روح اور جسد ہی مراد ہے، ایسے ہی اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ میں روح اور جسد ہی مراد ہے۔ رہی حدیث وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول اُسْرِیَ بِی ہے، کیونکہ فعلوں میں اصل یہ ہے کہ وہ یقظہ پر محمول کئے جائیں، جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل نہ ہو عقلی یا شرعی۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحیح یہی ہے کہ معراج کے سارے قصہ میں روح اور جسد دونوں ہی مراد ہیں اور ظاہر سے عُدول (۱) نہ کیا

---

(۱) انکار، پھرنا

جائے گا اور حقیقی معنوں سے اور طرف نہیں پھیرا جائے گا اور اسْرَاء کے جسم اور روح کے ساتھ بیداری کے عالم میں ہونے میں کوئی استحالہ(۱) نہیں۔ اور یہ جو باری تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ (سورۃ النجم:۱۷)

ترجمہ: ”بہکی نہیں نگاہ اور نہ حد سے بڑھی یعنی آنکھ نے جو کچھ دیکھا پورے اتقان سے دیکھا نہ نگاہ ہٹی اور نہ حد سے آگے بڑھی بس اسی پر جمی رہی۔“

یعنی عجائبات ملکوت سے نظر نہیں پھری اور نہ اس سے تجاوز کیا، کیوں کہ الْبَصَرُ بیداری کی حالت میں ہی دیکھنے کو کہتے ہیں اس کی شہادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ (سورۃ النجم:۱۸)

ترجمہ: ”سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بہت کچھ دیکھا۔“

اگر یہ نیند میں ہوتا تو اس میں کون سی آیات تھیں جو خارق العادت(۲) ہوں؟ اور ان کے تکذیب(۳) کرنے کی کوئی وجہ نہیں، یہ بھی متواتر حدیثیں ہیں کہ آپ کے لئے براق پیش کیا گیا، معلوم ہوا کہ آپ کی معراج روح اور جسد کے ساتھ ہوئی تھی۔ اور ابن کثیر نے اپنی کتاب کی تیسری جلد کے شروع میں اس کو خوب لکھا ہے پھر اخیر میں فرماتے ہیں کہ حافظ ابو الخطاب عمرو بن دحیہ نے اپنی

---

(۱) حالت وخاصیت کا بدل جانا

(۲) معجزہ، کرامت۔

(۳) جھٹلانا۔

کتاب ''التنویر فی مولد السراج المنیر'' میں لکھا ہے کہ حدیث اسرا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابوذر رضی اللہ عنہ، مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن قریظ رضی اللہ عنہ، ابی حبۃ رضی اللہ عنہ، ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، جابر رضی اللہ عنہ، حذیفہ رضی اللہ عنہ، ابو ایوب رضی اللہ عنہ، ابوامامہ رضی اللہ عنہ، سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ، ابی الحمراء رضی اللہ عنہ، صہیب رومی رضی اللہ عنہ، ام ہانی رضی اللہ عنہا، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اسماء رضی اللہ عنہا (دونوں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیاں ہیں) وغیرہم سے بھی رضی اللہ عنہم۔ اور اس مسئلے پر اتفاق کیا ہے تمام مسلمانوں نے اور اعراض کیا ہے زندیقوں اور ملحدوں نے۔

نیویارک امریکہ سے ایک رسالہ ماہنامہ (لائف) نکلتا ہے، اس میں جولائی 1963ء کے لائف میں اس مضمون کو خوب لکھا ہے اور آئے دن اخبارات میں شائع ہوتا رہتا ہے، روس امریکہ میں یورپ کے مختلف ممالک میں تجربے ہو رہے ہیں۔ سائنس اس بات کو تسلیم کر چکی ہے ایسا سریع السیر سفر ممکن الوقوع ہے، چنانچہ لائف 1963ء میں درج ہے کہ ''گارڈن کوپر'' نے صرف ۹۰ منٹ میں ساری دنیا کے گرد بائیس چکر کاٹے اور ساڑھے سترہ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے وہ ہوائی جہاز چلاتا تھا، یہ مضمون 1964ء کے ماہنامہ ''چٹان'' میں شائع ہوا تھا۔ اور بھی بہت سے اخبارات میں مضامین آئے دن آتے رہتے ہیں۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فضائی سفر کس قدر سریع السیر تھا۔ ڈاکٹر اقبال لکھتے ہیں:

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

اور یہ بھی فرماتے ہیں:

رہ یک گام ہے ہمت کے لئے عرش بریں
کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات

حضرت مولانا نظامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تن او کہ صافی تر از جان ماست
اگر شد بیک لحظہ آمد روا است

ترجمہ: ”اس کا بدن ہماری روح سے زیادہ صاف تھا اگر اس کا آنا ایک لحہ میں ہو تو جائز ہے۔“

11 نومبر 1966ء کے ترجمان اسلام لاہور میں ہے روس نے بھی ایک خلائی تجربہ گاہ فضاء میں چھوڑی ہے جو کہ خلا میں 62 سے 248 میل تک کی بلندی پر زمین کے گرد چکر کاٹ رہی ہے یہ تجربہ گاہ گذشتہ اکتوبر میں چھوڑی گئی تھی۔

اور حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے اپنے قصیدے ضرب الخاتم علی حدوث العالم میں لکھا ہے کہ:

وَ قَدْ قِيْلَ إِنَّ الْمُعْجِزَاتِ تَقَدُّمٌ
بِمَا يَرْتَقِي فِيْهِ الْخَلِيْقَةُ فِي الْمَدَى

ترجمہ: ”کہا گیا ہے کہ معجزات آگے بڑھتے ہیں جس میں مخلوق بہت زمانے تک ترقی کرے گی۔“

چنانچہ آئے دن کے تجربے ہم مشاہدہ کر رہے ہیں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات اس بات کی دلیل ہیں کہ آئندہ کو مخلوقات ان کا تجربہ کرے گی، چنانچہ ریڈیو کی ایجاد اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو حج کے متعلق آواز دی تھی وہ بالکل حق ہے گو اس

کے متعلق سائنس ابھی ابتداء ہی میں ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو کعبہ شریف کے بنانے کے بعد ایسی آواز دی تھی جو تا قیامت جن کی قسمت میں حج لکھا تھا، ان سب نے لبیک کہا، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آواز دینا بغیر کسی آلہ کے تھا، اور سائنس اب آلات کی ایجاد سے اس طرف ترقی کر رہی ہے تاکہ یہ منوایا جائے کہ جو کچھ انبیاء کرام علیہم السلام نے کیا ہے وہ سب کچھ ممکن الوقوع ہے یا مثلاً ہوائی جہاز کی ایجاد حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کے اڑنے کی تصدیق فعلی ہے مگر وہ بغیر آلات کے تھا، اور یہ آلات سے ہے۔ اور جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہوئے پندرہ سو میل پر آواز بغیر کسی آلہ کے پہنچا دی تھی، فرمایا تھا:

يَا سَارِيَةُ الْجَبَلَ اَیْ اُنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ۔

ترجمہ: ”اے ساریہ پہاڑ کے طرف دیکھ لیجئے۔“

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عروج اور نزول ہے۔ الحاصل کہ حشر اجساد اور موت کے بعد سارے عالم کا اٹھانا وغیرہ سب برحق ہیں خواہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہوں۔ ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر جانا اور قربِ قیامت میں آپ کا نزول ہونا سب برحق ہیں اور اس پر ایمان لانا فرض ہے، اور یہی صراطِ مستقیم ہے:

وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

(سورۃ النور: ۴۶)

ترجمہ: ”جن کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔“

یا اللہ! ہمیں اپنے فضل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نصیب فرما اور ہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرما، ہمیں بزرگانِ دین کا اتباع نصیب

ہو۔ آمین یارب العالمین

☆☆☆☆

علامہ ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تجلی ایک رتبہ ہے بڑا عالیشان وہ ایک حالت ہوتی ہے:

(بین النوم و الیقظة)۔

ترجمہ: ’’سونے اور جاگنے کے درمیان۔‘‘

(فائدہ) جب انسان کثرت سے ذکرِ الٰہی کرتا ہے اور اس کی ہڈی ہڈی میں یہ سما جاتا ہے اور اس کو باری تعالیٰ اپنے فضل سے روح کا ذکر نصیب کرتے ہیں اور اس کو سلطان الاذکار نصیب ہوجاتا ہے اس پر اس حالت کا کھلنا آسان ہوجاتا ہے

حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خنجر خاموشی و شمشیر جوع
نیزہ تنہائی و ترک ھجوع

ترجمہ: ’’خاموشی کا خنجر اور بھوک کی تلوار اور تنہائی کا نیزہ اور نیند کو چھوڑنا۔‘‘

اور اس مسئلہ کو اہلِ تحقیق کے سوا کوئی کم سمجھتا ہے علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اہلِ حقائق میں سے ہیں اس لئے انہوں نے اس مسئلہ کو خوب لکھا ہے، اور اپنی کتاب میں جابجا تحقیق کی ہے۔ (زرقانی، شرح مواہب لدنہ ج٦، ٨)

(۱) در ہمہ سیر و غربتے کشف نشد حقیقتے
گرچہ شدم برنگ بو خانہ بخانہ کو بکو

تشریح: تمام سفر میں کوئی حقیقت منکشف نہ ہوئی اگرچہ میں خوشبو کی طرح ہر جگہ پھرا، یعنی اس عالم مشاہدہ میں اُس عالم کی حقیقت بالکل منکشف نہیں ہوتی جب تک آدمی عالم برزخ میں نہ چلا جائے، تو بعینہٖ اس کو بیان نہیں کرسکتا۔

(۲) گر بودم فراغتے از پس مرگ ساعتے
شرح وہم ہمہ بتو قصہ بقصہ ہو بہو

تشریح: اگر مجھ کو مرنے کے بعد ایک گھڑی بھی فرصت مل گئی تو تیرے سامنے سب کچھ بیان کر دوں گا۔

(۳) دانہ خلاف تخم نے ہرچہ بود ز جبر و قدر
آنچہ کہ کشتہ ای درو حنطہ بحنطہ جوز جو

تشریح: خواہ کوئی اپنے آپ کو مجبور سمجھے یا قادر مطلق سمجھے بہر حال غلہ وہی ہوتا ہے جیسا بیج ڈالتے ہیں جو کچھ تو نے بویا ہے اسی کو کاٹ لے اگر گیہوں بوئے ہیں تو گیہوں کاٹ لو اگر جو بوئے ہیں جو کاٹ لو۔

(۴) ظاہر و باطن اندراں ہمچو نواۃ و نخل داں
نے بعد از یک زدو جنب بجنب دوبدو

تشریح: یہ دنیا اور آخرت اسی طرح ہیں جیسے کھجور کا درخت اور گٹھلی ہوتی ہے یہ دونوں جہاں اس طرح نہیں ہیں کہ ہم ایک دوان کو کہیں جیسا کہ گٹھلی پھوٹ کر اندر سے کھجور کا درخت نکل آتا ہے، تو گٹھلی تو دنیا کی مثال ہے، اور کھجور کا درخت عالم آخرت کی مثال ہے خوب سمجھ لینا چاہئے۔

(۵) رشتہ این جہاں بتن جامہ آن جہاں بتن
رشتہ برشتہ نخ بنخ تار بتار پو بپو

تشریح: جیسے گٹھلی چھپ جاتی ہے اور کھجور کا درخت ظاہر ہو جاتا ہے بعینہٖ اسی طرح یہ بدن تو بظاہر چھپ جاتا ہے اور روح ظاہر ہو جاتی ہے، بعینہٖ تانا بانا اسی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ روح چوں کہ اس جہاں کی چیز ہے اس کے آثار قبر ہی سے ظاہر جاتے ہیں اور بدن چونکہ اس جہاں کی چیز ہے یہ بظاہر ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے۔

(٦) ہست جزا ہمو عمل سم کہ خورد شود مرض
بیخ و شجر ہمو ہمو تخم و ثمر چنو چنو

ترجمہ: ”جو آدمی زہر کھاتا ہے وہی زہر مرض کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے جو جڑ ہے وہی شجر ہے جو پھل ہے وہی بیج ہے مشہور ہے کہ بیج جب ٹہنی کے ہاتھ چڑھتا ہے اس کا نام پھل ہوتا ہے۔“

تشریح: جزا جنس عمل سے ہوتی ہے قرآن شریف میں آتا ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝٧ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝٨ (سورۃ الزلزال:۷،۸)

ترجمہ: ”جس نے ذرہ بھر بھلائی کی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی وہ اسے دیکھ لے گا۔“

یعنی جو ایک ذرہ ذرہ عمل بھلا ہو یا برا اس کے سامنے ہوگا۔“

وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝٤٩

(سورۃ الکھف:۴۹)

ترجمہ: ”اور وہ لوگ پائیں گے جو کچھ کیا ہے سامنے اور تیرا رب ظلم نہیں کرے گا کسی پر۔“

یعنی ذرہ ذرہ عمل آنکھوں کے سامنے ہوگا یہ نیکی و بدی عمل نامے میں درج ہوگی۔

جو کوئی ذرہ کے برابر نیکی کرے گا اس نیکی کو دیکھ لے گا جو کوئی ذرہ کے برابر برائی کرے گا وہ اس برائی کو دیکھ لے گا۔ سارے قرآن کو دیکھ لو یہی آتا ہے کہ جو کچھ کیا ہے وہی ملے گا:

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ (سورۃ النجم:۳۹)

ترجمہ: ”اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا۔“

یعنی دوسروں کی نیکیاں لے اُڑے یہ نہیں ہوسکتا۔

(۷) قبر کہ بودد اورے سوئے جہان دیگرے
غیب شود شہود ازو دیدہ بدید روبرو

تشریح: قبر میں جا کر اپنے سب اعمال منکشف ہو جائیں گے جب روح ظاہر ہو جائے گی کیونکہ روح لطیف ہے اس واسطے اس لطیف کو لطیف چیزیں سب نظر آ جائیں گی یعنی عالم قبر دوسرے جہاں کے لئے ایک روشن دان کا کام دے گی جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ نیک آدمی کے لئے جنت کی خوشبوئیں آتی ہیں اور ہوائیں آتی ہیں اور بُرے آدمی کے لئے جہنم کی گرمی محسوس ہوتی ہے، اور قبر کو فرمایا گیا کہ یا تو ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے یا ایک گڑھا ہے جہنم کے گڑھوں میں سے، یعنی عالم غیب قبر میں منکشف ہو جائے گا گویا قبر ایک دروازہ ہے عالم غیب کے لئے۔

(۸) منکشف آں جہاں شود گرچہ دریں جہاں بود
زندگی دگر چنو ذرہ بذرہ موبہ مو

تشریح: وہ جہاں بالکل واضح ہو جائے گا اگرچہ بظاہر قبر تو اسی جہاں میں ہوتی ہے اس جہاں کی زندگی اس پر واضح ہو جاتی ہے۔

(۹) مردن این طرف بوزیستن دگر طرف
روزن بازدید تو طبقہ بطبقہ تو بتو

تشریح: اس طرف کا مرنا اس طرف کا جینا ہے عالم آخرت کے تمام طبقات اس

پر کھل جاتے ہیں اور اس روشن دان سے نظر آ جاتے ہیں جیسا کہ احادیث میں صاف مذکور ہے مشہور ہے کہ یہ راستہ آنکھ بند کرنے سے طے ہوتا ہے جو برزخی آدمی ہوتے ہیں ان پر عالم برزخ منکشف ہوتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌۢ بِٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٤٩﴾ (سورۃ التوبہ:۴۹)

ترجمہ: ”اور جہنم گھیر رہی ہے کافروں کو یعنی یہ برے اعمال ہی جہنم ہے جنہوں نے ان کو گھیرا ہے۔“

بے شک جہنم احاطہ باندھے ہوئے ہے کفار کا کہ کفار کو جہنم حقیقتاً گھیرے ہوئے ہے۔ قیامت کے روز یہ زمین کا گولہ اٹھا دیا جائے گا نیچے سے جہنم نمودار ہو جائے گی، اسی واسطے مؤمن کو حکم دیا گیا ہے کہ تو اوپر کو پرواز کر اور ہلکا پھلکا ہو جا، حدیث شریف میں ہے کہ مؤمن کو کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا، رَتِّلْ وَارْتَقِ۔

(۱۰) تا نہ شکست صورتے جلوہ نزد حقیقتے

جب تک کہ ظاہری صورت نہیں ٹوٹتی اس وقت تک حقیقت جلوہ نما نہیں ہوتی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر بنائے کہنہ کہ آباداں کنند
اول آن بنیاد را ویراں کنند

جو پرانی عمارت کہ اس کو نئے سرے سے بناتے ہیں پہلے اس عمارت کو برباد کر دیتے ہیں۔ اس طرح اس دنیا کو توڑ پھوڑ دیا جائے گا، پھر اس میں سے آخرت نمودار کر دی جائے گی، جیسے کہ گٹھلی کو زمین میں دبا کر توڑ پھوڑ دیا جاتا ہے، اس میں سے کھجور کا درخت نمودار کر دیا جاتا ہے، حقیقی جہاں یعنی آخرت تب

نمودار ہوگی جب یہ جہاں فانی توڑ پھوڑ دیا جائے گا، لہٰذا قیامت کا آنا برحق ہے، وہ چونکہ رب العالمین ہیں وہ انسان کی تربیت اسی طرح کرتے ہیں عالم برزخ میں رکھ کر پھر عالم آخرت میں اس کو نمودار کریں گے۔ اسی واسطے انبیاء کرام ؑ کو مبعوث فرمایا کہ لوگوں کو اس کا یقین دلائیں کہ قیامت ضرور قائم ہوگی۔ یہ تقریر حضرت شاہ صاحب ؒ نے بہاول پور میں 1932ء میں فرمائی تھی، پھر میں نے یہ تقریر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ کی خدمت میں سنائی تو حضرت ؒ بہت خوش ہوئے اور تصدیق فرمائی، یہ 1942ء کا واقعہ ہے جب کہ میں حضرت کی خدمت میں ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں موجود تھا۔ اب تو نہ حضرت شاہ صاحب ؒ رہے جو ان سے استفادہ کیا جاتا اب کوئی نہیں رہا جو ایسی مشکل باتوں کو حل کرے، ایسا بلند اور باریک مسئلہ حضرت شاہ صاحب نے باتوں ہی باتوں میں حل کر کے رکھ دیا گویا عالم برزخ ہمارے سامنے ہے، وفات سے پہلے حضرت ؒ کے زیر مطالعہ اکثر مثنوی شریف ہوتی تھی، عموماً عالم ارواح اور عالم برزخ کی باتیں کیا کرتے تھے اور یہ تو اکثر فرماتے تھے کہ اب ہمارا آخری مرحلہ ہے کسی کو کیا معلوم تھا کہ اپنے وصال کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔

میری قبر پر آکر آواز دے دینا

بہاول پور سے چلتے وقت مولانا غلام محمد شیخ الجامعہ گھوٹوی ؒ سے فرمایا اور مولانا محمد صادق ؒ سے جو کہ دوم مدرس تھے جامعہ عباسیہ کے، جب مقدمے کا فیصلہ ہمارے حق میں ہو جائے تو میری قبر پر آکر آواز دے دینا، ہم نے یہ بات سنی تو معمولی بات سمجھی، جب وصال ہو گیا تو پتہ چلا کہ یہ بھی اپنے وصال کی طرف اشارہ تھا۔

حضرت ؒ کے وصال کے کئی ماہ بعد مقدمہ کا فیصلہ مسلمانوں کے حق

میں ہوا تو مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کی وصیت کو پورا کرنے کے لئے دیوبند کا سفر کیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر روتے ہوئے آواز دی۔⁽¹⁾ مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت تھی اور حضرت مولانا غلام محمد صاحب دین پوری سے بیعت تھے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں بالکل خاموش رہتے تھے ویسے بڑے فاضل تھے علوم مستحضر تھے۔

☆☆☆☆

احوال سفر بہاولپور بزبانی مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہاول پور تشریف لے جانا مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنئے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا۔

شیخ الاسلام والمسلمین اسوۃ السلف وقدوۃ الخلف حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیری قدس اللہ اسرارہم کی بلند ہستی کسی تعارف اور توصیف کی محتاج نہیں، آپ کو مرزائی فتنے کے رد و استیصال کی طرف خاص توجہ تھی، حضرت شیخ الجامعہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خط شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دیوبند پہنچا تو حضرت ڈابھیل تشریف لے جانے کا ارادہ فرما چکے تھے اور سامان سفر باندھا جا چکا تھا مگر

---

(۱) مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ نے 1945ء میں دیوبند کا سفر کیا اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنے کا مقصد بیان کیا اور درخواست کی کہ کسی طالب علم کو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی نشاندہی کیلئے میرے ساتھ بھیج دیں، اس وقت میں وہاں موجود تھا، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے انکے ساتھ کر دیا۔ قبر پر پہنچ کر مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ پر رقت طاری ہوگئی اور انہوں نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مقدمہ جیتنے کی خوشخبری دی۔

از (مولانا) مجاہد الحسینی (رحمۃ اللہ علیہ) (علماء دیوبند صفحہ ۱۵۲)

مقدمہ کی اہمیت کو ملحوظ فرما کر ڈابھیل کی تیاری کو ملتوی فرمایا اور 19 اگست 1932ء کو بہاول پور کی سرزمین کو اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمایا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں پنجاب کے بعض علماء مولانا عبدالحنان رحمۃ اللہ علیہ خطیب آسٹریلیا مسجد لاہور و ناظم جمعیت علماء پنجاب مولانا محمد لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند مولانا محمد زکریا لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم بھی تشریف لائے، ریاست بہاول پور اور ملحقہ علاقہ کے علماء و زائرین اس قدر جمع ہوئے کہ حضرت کی قیامگاہ پر بعض اوقات بیٹھنے کی جگہ نہ ملتی تھی اور زائرین مصافحہ سے مشرف نہ ہو سکتے تھے، 25 اگست 1932ء کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بیان شروع ہوا عدالت کا کمرہ امراء و رؤساء ریاست و علماء کی وجہ سے پُر تھا، عدالت کے بیرونی میدان میں دور تک زائرین کا اجتماع تھا، باوجودیکہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرصہ سے بیمار تھے اور جسم مبارک بہت ناتواں ہو چکا تھا مگر متواتر پانچ روز تک تقریباً پانچ پانچ گھنٹے یومیہ عدالت میں تشریف لا کر علم و عرفان کا دریا بہاتے رہے، مرزائیت کا کفر و ارتداد، دجل و فریب کے تمام پہلو آفتاب نصف النہار کی طرح روشن فرمائے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان ساطع البرہان میں مسئلہ ختم نبوت اور مرزائی کے اِدّعاء نبوت اور وحی مدعی نبوت کے کفر و ارتداد کے متعلق جس قدر مواد جمع ہے اور ان مسائل و حقائق کی توضیح و تفصیل کے لئے جو ضمنی مباحث موجود ہیں شاید مرزائی نبوت کے رد میں اتنا علمی ذخیرہ کسی ضخیم کتاب میں یکجا نہیں ملے گا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان پر تبصرہ کرنا خاکسار کی فکر کی رسائی سے باہر ہے، ناظرین بہرہ اندوز(۱) ہو کر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اعلیٰ علیین میں مدارج بلند فرمادیں۔ آمین

---

(۱) فائدہ حاصل کرنا (خصوصاً علمی)

علماء اہلِ حدیث حضرت شاہ صاحب ؒ کے مداح

☆...... علماء اہل حدیث میں سے جو چوٹی کے علماء ہیں وہ بھی حضرت شاہ صاحب ؒ کے فضل و کمال کے مداح تھے، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی ؒ نے جب قادیاں میں آپ کا بیان سنا تو فرمایا کہ اگر مجسم علم کسی کو دیکھنا ہو تو مولانا انور شاہ ؒ کو دیکھ لے۔

دوم مولانا عبدالتواب ملتانی تلمیذ رشید حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی ؒ نے علماء اہلِ حدیث کے مجمع میں حضرت شاہ صاحب ؒ کی علمی کمالات اور بزرگی کا برملا اعتراف کیا، مولوی محمد اسماعیل ؒ گوجرانوالہ نے اس مجمع میں کہا تھا کہ مولانا انور شاہ ؒ تو حافظ حدیث ہیں، مولانا ثناء اللہ ؒ متعدد بار ملاقات فرما کر حضرت ؒ سے علمی استفادات فرماتے رہے، حضرت شاہ صاحب ؒ امرتسر تشریف لاتے رہے، علماء اہل حدیث احناف کی نسبت زیادہ سے زیادہ تعداد میں حضرت کی مجالس میں شریک ہوا کرتے تھے اور اس کا اہتمام خصوصی رکھتے تھے۔

مولانا ثناء اللہ ؒ نے اپنے اخبار اہلحدیث میں حضرت شاہ صاحب ؒ کے وصال پر ایک طویل مقالہ سپرد قلم کیا ہے اور اس میں اپنے درد دل کا اظہار کیا ہے اور حضرت شاہ صاحب ؒ کے مناقب اور علمی فضائل بیان کئے ہیں، اور محبت بھرے الفاظ میں متعدد ملاقاتوں کا ذکر کیا، اور یہ کہا کہ بے نظیر عالم دین رخصت ہو گیا۔

اور مصری علماء میں سے علامہ حضرت مولانا محمد زاہد کوثری ؒ نے ''تانیب الخطیب'' اور متعدد رسائل اور مقالات الکوثری میں جگہ جگہ حضرت شاہ صاحب ؒ کے علمی تبحر کا برملا اعتراف کیا ہے، کوثری ؒ کی یہ سب تصانیف بندہ کے پاس موجود ہیں مقالات کوثری مدینہ منورہ سے بڑی کوشش کے بعد دستیاب

ہوئی، اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت متاثر ہیں، ”عقیدۃ الاسلام“ مع ”تحیۃ الاسلام“ کے جدید ایڈیشن سے مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا مقدمہ پڑھنا چاہئے ”نیل الفرقدین“ کی ”تانیب الخطیب“ میں بڑی ہی تعریف کی ہے۔

☆☆☆☆

مکتوب مولانا طاسین رحمۃ اللہ علیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مولانا محمد طاسین رحمۃ اللہ علیہ آپ کا ہدیہ متبرکہ خطبات واکفار الملحدین دوعدد نسخے پہنچے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ۔

ترجمہ: ”تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں بہت زیادہ حمد
پاکیزہ حمد جس میں برکت ہو اور جس کے اوپر برکت ہو ایسا
حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔“

ہدیہ کیا تھا ایک نعمت غیر مترقبہ تھی جس پر آپ بہت شکریہ کے اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔ حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے اکفار الملحدین کا اردو ترجمہ کر کے مسلمانوں پر بڑا ہی احسان عظیم فرمایا ہے، حضرت مولانا ومخدومنا شیخ المحدثین محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی شاید روح کتنی خوش ہوئی ہوگی اور مولانا محمد ادریس رحمۃ اللہ علیہ کے کتنے مدارج عالیہ بلند ہوئے ہوں گے، ان کے لئے یہ ترجمہ سرمایہ آخرت ہے اور تمام دنیا کے مسلمانوں پر بڑا ہی احسان عظیم ہے اور آپ کو بھی اللہ تعالیٰ خوش رکھیں۔ مجلس علمی کیا ہے ایک خوان نعمت ہے جس کو آپ نے مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی نفع کے لئے بچھا رکھا ہے اور ہر وقت اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں دنیا

بھر کے مسلمانوں کے لئے تقسیم کرتے رہتے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ترجمہ: ''یہ سعادت بازو کے زور سے نہیں مل سکتی جب تک
بخشش کرنے والا اللہ تعالیٰ اپنا فضل و بخشش نہ کرے۔''

مولانا حاجی محمد صاحب سملکی ثم افریقی بڑے ہی خوش قسمت تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرف متوجہ کیا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ ان کے علوم کو کوئی اپنے لفظوں میں دنیا تک پہنچا دے ''اکفار الملحدین'' تو دنیا بھر میں پہلی کتاب ہے جس میں اصول تکفیر مدون فرمائے گئے ہیں، گویا یہ کتاب حضرت کی ایک الہامی کتاب ہے، ''عقیدۃ الاسلام'' کو بھی آپ نے دوبارہ شائع کیا، اور ''تحیۃ الاسلام'' کو ساتھ ہی ملا دیا اس سے علماء کو بہت فائدہ ہوا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی یہ خواہش تھی کہ ضرب الخاتم میں جو حوالے دیئے گئے ہیں اس کی عبارتیں مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے جمع کی تھیں وہ بھی اگر چھپ جائیں تو یہ بڑی خدمت ہوگی۔ ضرب الخاتم بڑی ضروری کتاب ہے جس کو علماء بھی کم سمجھتے ہیں، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جتنا ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ ضرب الخاتم کو سمجھے ہیں اتنا کوئی مولوی بھی نہیں سمجھا۔ اگر اس کے ساتھ حوالہ جات کی عبارتیں بھی شامل کردی جائیں تو یہ بہت بڑی خدمت ہوگی۔ خطبات کے شروع میں جو نماز سے متعلق آپ نے مضمون دیا ہے وہ بڑا ہی قیمتی ہے، آپ اگر سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی سیرت النبی ﷺ کے حوالہ کی بجائے امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مکتوبات شریفہ سے اقتباسات لیتے تو بہت اچھا ہوتا، کیونکہ حقیقت صلاۃ تک راستہ حاصل کرنے والے یہ ہی محقق علماء ربانی ہیں جو حقیقت

صلاۃ تک پہنچتے ہیں اور ان پر حقائق منکشف ہوتے ہیں۔

میں حج بیت اللہ کو گیا۔ جنوری 1939ء کا واقعہ ہے (حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا وصال مئی 1933ء میں ہو گیا تھا یعنی ۳ صفر ۱۳۵۲ھ) یہ واقعہ ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ کا ہے اس وقت مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ مکہ مکرمہ میں تھے، جس دن میں بعد نماز مغرب ان کی زیارت کے لئے گیا وہ مُصلّٰی مالکی کے پاس بیٹھے تھے میرے ساتھ میاں جان محمد صاحب مطوف تھے، جب ملاقات ہوئی تو مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ نے دریافت فرمایا کہ تو نے کسی سے پڑھا اور تو کسی سے بیعت ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حدیث تو حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ سے پڑھی اور بیعت شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ سے کی، اس پر حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ بہت خوش ہوئے پھر فرمایا کہ جب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ حرمین شریفین میں تشریف لائے تو فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مشاہدہ کا حج کرایا میں نے جب کعبۃ اللہ کی دیواروں کو ہاتھ لگایا تو یوں محسوس ہوا کہ یہ دیواریں پتھر کی تو نہیں بلکہ نور کی دیواریں ہیں گویا تجلیات کعبہ ان پر منکشف کر دی گئیں، ان کے نورانی ہاتھ نور کی دیواروں کو محسوس کرنے لگے، پھر فرمایا جب میں روضہ مطہرہ پر مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور روضہ اقدس کی یہ دیواروں کو ہاتھ لگایا تو معلوم ہوا کہ یہ دیواریں بھی نور کی بنی ہوئی ہیں۔

حضرت شاہ عبد الغنی محدث دہلوی رحمہ اللہ نے "انجاح الحاجہ" میں لکھا ہے کہ ...... أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ ...... یہ تو مشاہدہ ہے۔ اور ...... فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ ...... یہ حضوری ہے اگر آدمی نماز طریقہ پر پڑھے اور ذکر اذکار بھی کرتا ہو حتیٰ کہ اس کو باری تعالیٰ روح کا ذکر نصیب کرتے ہیں تا آنکہ اس کا بال بال ذاکر ہو جائے تو اس کو حضوری نصیب ہو جاتی ہے، اگر روح کے ذکر کے بعد ذکر

سرّ بھی نصیب ہو تو اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اور اس میں استعداد بھی ہو تو مشاہدہ بھی نصیب ہو سکتا ہے، مگر اس میں محنت درکار ہے،

اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ اور اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور اَلْمُصَلِّیْ یُنَاجِیْ رَبَّهٗ۔

ترجمہ: ”نماز پڑھنے والا اللہ سے سرگوشی کرتا ہے۔“

اور

قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ۔

ترجمہ: ”میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔“

احادیث کا مطلب اس پر کھل جاتا ہے، گویا علم تقلیدی سے نکل کر علم تحقیقی نصیب ہو جاتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری ؒ ایک دفعہ گنگوہ تشریف لے گئے تو فرمایا کہ حضرت میرے لئے دعا فرمائیں کہ مجھے نماز پڑھنی آجائے، سبحان اللہ کہ حضرت کو نماز ہی کا فکر رہا کہ نماز صحیح طریقے پر پڑھنا آجائے حضرت گنگوہی ؒ سے دعا کروائی، یہ بات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ نے کئی دفعہ فرمائی تھی۔

حضرت مولانا تھانوی ؒ فرماتے تھے کہ میں جب کانپور پڑھاتا تھا تو یہ معمول تھا کہ شعبان میں جب میں تھانہ بھون آتا تو گنج مراد آباد حضرت مولانا فضل رحمٰن ؒ کی زیارت کر کے آتا، ایک دفعہ میں جب حاضر ہوا تو بیٹھتے ہی حضرت مولانا فضل رحمٰن ؒ نے فرمایا کہ مولانا یہ جو حدیث میں آتا ہے:

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ شَوْقًا اِلٰی لِقَائِكَ۔

ترجمہ: ”اے اللہ! مجھے اپنی ملاقات کا شوق عنایت فرما دیجئے۔“

شوق کا کیا مطلب ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت ہی فرمائیں مجھے تو

شوق کے معنی نہیں آتے، تو حضرت نے فرمایا شوق کے معنی ہیں تڑپ، یعنی اے اللہ! اپنے دیدار کی تڑپ عنایت فرما یعنی یہ غم لگا رہے کہ ہائے میں نے کچھ نہیں کیا، کسی نے کیا خوب کہا ہے:

یہاں جو درخور توفیق غم پائے نہیں جاتے
انہیں رازِ درون پردہ سمجھائے نہیں جاتے

یعنی سارے غموں کو چھوڑ کر فقط ایک اس کے دیدار کا غم لگا رہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے، جو آخرت کا غم لگائے رکھے اللہ تعالیٰ اس کے سارے غموں کے لئے کفایت کرتے ہیں، یہ بات کثرت ذکر سے پیدا ہوتی ہے کہ ذکر کی بھوک و پیاس لگی رہے اور ذکر اس کی خوراک بن جائے جیسے ملائکۃُ اللہ کی تسبیح باری تعالیٰ اور تقدیس غذا ہے بندہ بھی اگر اخلاص سے چلے اور محنت کرے تو باری تعالیٰ یہ بات نصیب فرماتے ہیں۔ ہمارے حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوری رحمۃ اللہ علیہ فقط چائے کی ایک فنجان (۱) پر روزہ رکھتے تھے اور سارا دن قرآن شریف پڑھتے رہتے حتیٰ کہ روزانہ کا قرآن شریف ختم کرنا معمول تھا، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن جرأت کر کے دریافت کیا کہ حضرت اتنی تو گرمی کے روزے ہیں اور آپ فقط ایک فنجان پر کفایت کرتے ہیں، فرمایا کہ الحمدللہ جنت کا ذائقہ آرہا ہے۔

میں نے حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی بھی زیارت کی ہے ہمارے حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری چونکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بڑی محبت تھی اکثر دیوبند تشریف لے جاتے تھے اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی

---

(۱) قہوہ والی چھوٹی پیالی یا کپ

رائے پور زیارت کے لئے تشریف لاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت شاہ عبد الرحیم رائے پوریؒ نے فرمایا کہ میں نے یہ سفر دیوبند کا اس لئے کیا ہے کہ مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کو دار العلوم دیوبند کا رکن بنانا ہے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے بھی بڑی ہی محبت تھی۔

حضرت شاہ عبد القادرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا دستر خواں بہت وسیع تھا حضرتؒ خود کچھ نہیں تناول فرماتے تھے، ایک دفعہ شوربے کے پیالے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پھر لقمہ منہ میں نہیں ڈالا، یہاں تک کہ دستر خوان اٹھالیا گیا، پھر رات بھر جاگنے کا معمول تھا۔

دیوبند کے بزرگوں میں یہ مشہور تھا کہ حضرت شاہ صاحبؒ جب نماز پڑھتے ہیں تو ٹھیک بندہ بن کر کھڑے ہوتے ہیں، اور حضرت شاہ صاحبؒ کا اِتقاء(۱) بہت ہی بڑھا ہوا تھا، ہمارے ایک استاذ تھے حضرت مولانا مفتی فقیر اللہؒ وہ فرماتے تھے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے، یہی اولیاء اللہ کی نشانی ہے، جیسا کہ روایات میں حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے متعلق نماز پڑھنا ثابت ہے، کم از کم میں نے تو اپنی ساری عمر میں حضرت شاہ صاحبؒ جیسا نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ حضرتؒ کے چہرہ پاک سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی خشیت(۲) بہت ہے:

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝۶۳ (سورۂ یونس: ۶۳)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کے دوست وہ ہیں جو ایمان لاتے اور
معاصی سے پرہیز کرتے ہیں، یعنی ایمان اور تقویٰ سے

---

(۱) تقویٰ، پرہیزگاری۔

(۲) (اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا) خوف

اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔"

اولیاء اللہ کے متعلق قرآن پاک میں فرمایا۔

فقط والسلام

بچوں کو دعوات، اور پیار

یہ خط حضرت مولانا طاسین رحمہ اللہ کے نام جو شروع ہوا تھا یہاں ختم ہوتا ہے۔

☆☆☆☆

دورانِ سبق ظرافت

(حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ) بعض اوقات سبق کے ضمن میں طلباء کا دل بہلانے کے لئے کوئی بات ظرافت کی کہہ دیتے تھے، ایک دفعہ بخاری شریف کے درس میں قصہ سنایا کہ دیوبند میں ایک شاعر صاحب تھے وہ فرماتے تھے کہ ہم بھی تصوف پر شعر کہتے ہیں مثلاً

الٹپٹی والنہرینا والاسترا
حجام تیرے شوق میں کفگیر لایا ساتھ

کسی نے کہا کہ شعر تو آپ نے خوب سنایا مگر اس میں تصوف کی کون سی بات ہے؟ دوسرے آدمی نے کہا کہ اجی اس میں الف لام تو تصوف کا ہے، اس پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ بہت مسکراتے تھے، پھر فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ پہلے مصرع میں قضا بھی ہونا چاہئے یعنی

الٹپٹی والنہرینا والاسترا قضا

تاکہ وزن درست رہے، پھر وہ شاعر صاحب فرمانے لگے کہ میں کیسا شاعر ہوں مجھ سے تو بیچارہ ذوق ہی اچھا تھا اس پر بہت مسکراتے تھے۔

☆......آپ کی نظمیں بہت ہیں بہت سے قصائد عربی و فارسی ہیں، بعض نظمیں ایسی ہیں جن کا ایک مصرع فارسی اور ایک عربی ہے، عموماً اشتیاقیہ نظمیں بہت ہیں جو اکثر مدینہ شریف کے راستے میں کہی ہیں کئی نظموں کا اور قصائد کا مجموعہ ہمارے پاس بھی ہے جو اگر موقع ملا تو شائع کیا جائے گا، ان شاء اللہ، آگے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا۔

☆......فرماتے تھے کہ میں نے شعروں پر کبھی وقت ضائع نہیں کیا جب کھانے پر بیٹھتا تھا تو پنسل اور کاغذ اپنے پاس رکھتا تھا ایک لقمہ کھایا اور ایک شعر کہہ لیا لکھ لیا پس ادھر کھانا ختم ہوا ادھر اشعار ختم ہوئے، مقامات حریری کی طرز پر آپ کی ایک کتاب تھی جس میں کئی ایک مقالے بے نقط تھے۔

☆......ایک دفعہ احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کمرہ میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں حضرت مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہوکر ایک مسئلہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت فرماتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں خود ہی حاضر ہوجاتا، حضرت آپ نے کیوں تکلیف فرمائی، فرمایا کہ نہیں مجھے ہی آنا چاہیۓ تھا، اس طرح حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کئی بار تشریف لاکر مسائل کی تحقیق کیا کرتے تھے۔ یہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے بھی ابن ماجہ شریف اور طحاوی شریف اور موطا امام محمد وغیرہ میں استاذ ہیں، ان کو اجازت (حدیث) حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے، اور اُن کو اجازت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہم کو اپنی اس سند کی بھی اجازت (حدیث) دی تھی۔

صحابی جن کا واقعہ

☆......حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بار حضرت شاہ اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو کہ برادر تھے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے حجرے میں بیٹھے تھے کہ ایک سپاہی آیا کہ آپ کو بادشاہ سلامت نے بلایا ہے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فوراً اٹھے اور اس سپاہی کی ساتھ چل دیئے، وہ سپاہی بجائے لال قلعہ جانے کے دہلی سے باہر پہاڑ گنج کی طرف گیا وہاں جا کر ایک غار کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگا کہ اس غار میں داخل ہو، جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس غار میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جنات کا ایک بہت بڑا مجمع ہے اور جنات کا بادشاہ بیٹھا ہے اور اس کے دائیں جانب ایک بہت بوڑھا جن بیٹھا ہے اور بادشاہ کے سامنے ایک مردہ لٹایا ہوا ہے، اور ایک مرد اور ایک عورت وہاں کھڑے ہیں انہوں نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس آدمی نے ہمارے اس بیٹے کو قتل کر دیا ہے، ہمیں قصاص دلوانا چاہئے، حضرت شاہ اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے قصاص نہیں لے سکتے کیوں کہ حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص نے اپنی پوشش بدل دی اگر اس کو کوئی آدمی غلط فہمی سے مار ڈالے تو اس مارنے والے سے قصاص نہیں لے سکتے۔

بادشاہ نے اس جن سے جو اس کے دائیں جانب بیٹھا تھا پوچھا کہ کیا یہ حدیث ہے تو اس نے کہا کہ ہاں یہ حدیث ہی ہے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی تھی تو میں اس وقت دربار میں حاضر تھا میں نے اپنے کانوں سے اس حدیث کو سنا ہے۔

حضرت شاہ اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بادشاہ نے پھر مجھے یہ حدیث سن کر رہا کر دیا اور مجھ سے قصاص نہیں لیا۔ مجھ کو اپنے رہا ہونے کی اتنی خوشی نہیں

ہوئی جتنی خوشی کہ مجھے اس صحابی جن ؓ کے دیکھنے سے ہوئی، پھر شاہ اہل اللہ ؒ نے ان صحابی جن ؓ سے وہی حدیث سنی اور تابعی ہو کر واپس آئے، اُس صحابی جن کا نام شاہورش ؓ تھا، یہ واقعہ ۱۳۳۸ھ میں ہمیں حدیث ترمذی شریف کے درس میں حضرت انور شاہ صاحب ؒ نے سنایا تھا۔

☆☆☆☆

جمع الفوائد ہندوستان کیسے پہنچی

ظفر (یعنی بہادر شاہ ظفر دلی کے بادشاہ) کے اس شعر کو بہت پسند کرتے تھے:

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا، گو ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکاء
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

☆...... جب مولانا عاشق الٰہی میرٹھی ؒ نے جمع الفوائد کے شائع کرنے کا ارادہ فرمایا تو میرٹھ میں بہت سے حضرات کا اجتماع کیا، حضرت تھانوی ؒ بھی تھانہ بھون سے تشریف لے گئے حضرت سہارن پوری ؒ بھی سب کے سب حاضر تھے، دیوبند سے بھی حضرت شاہ صاحب ؒ اور مفتی عزیز الرحمٰن ؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ تھے، سب نے تجویز کیا کہ حضرت شاہ صاحب ؒ ابتداء کریں، تو حضرت شاہ صاحب ؒ نے یہ آیت مبارکہ لکھ کر دی کہ اسے ٹائپ کر کے دکھاؤ:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ① (سورۃ الفتح:۱)

ترجمہ: ”بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔“

ماشاءاللہ ٹائپ بہت اچھا آیا سب حضرات بہت خوش ہوئے۔

مولانا عاشق الٰہی ؒ نے دمشق جا کر حضرت مولانا بدرالدین محدث

کے فرمانے پر دمشق سے ستر میل ایک گاؤں میں جا کر یہ کتاب۔ یعنی جمع الفوائد حاصل کی اور بڑی کوشش سے ہندوستان لائے پھر بڑے ہی اہتمام سے اس کتاب کو شائع کیا، اس کتاب میں حدیث کی چودہ کتابوں کی حدیثیں جمع ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا سارا کتب خانہ مدرسہ کی ملک کر دیا تھا مگر یہ کتاب اپنے پاس رکھی تھی۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ صحیح معنوں میں عاشق الٰہی تھے۔

☆☆☆☆

برکت اسماء الحسنٰی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

جب کوئی کام دینی یا دنیوی شروع کیا جائے تو اس کے لئے اول یہ ضروری ہے کہ اس کا سامان سارے کا سارا مہیا کیا جائے، پس کلمہ اللہ کا اس کا متکفل (۱) ہے کیوں کہ یہ عَلَم ہے اس ذات پاک کا جو مجتمع لجمیع (۲) صفات کمال ہے، پھر اس کام کے پورا ہونے تک وہ سامان باقی بھی رہے اس کا رحمٰن کا کلمہ متکفل ہوا یعنی بقاء عالم اس کلمہ کے ساتھ مربوط ہے۔ تیسرے پایا جانا فائدہ اس کام کا، اور یہ صفت رحیمی کا کام ہے کہ اپنی رحمت سے محنت بندوں کی برباد نہیں کرتا، چونکہ نبی کریم ﷺ کا دین جامع الادیان ہے اس لئے تسمیہ میں یہ تمام نام جمع فرمائے گئے۔ عربوں کے ہاں تو کلمہ اللہ کا مشہور تھا (بنی اسماعیل میں) بنی اسرائیل میں لفظ رحمٰن مشہور تھا:

قُلِ ادۡعُوا اللّٰهَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدۡعُوۡا فَلَهُ

---

(۱) کفالت کرنے والا، ذمہ دار

(۲) تمام کا مجموعہ

الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ (سورۃ الاسراء: ۱۱۰)

ترجمہ: ”میرے حبیب کہہ دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر پکارو جو کہہ کر پکاروگے سو اسی کے ہیں سب نام اچھے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ اور رحمان ایک ہی ذات کے دو نام ہیں صفات کے تعدد سے ذات کا تعدد لازم نہیں آتا۔

قرآن عزیز نے دونوں اسماء کو جوڑ دیا کہ جو اسم بھی پکارو سب اسماء حسنیٰ ہیں، پہلے عرب یوں کہتے تھے......وما لرحمٰن ......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم ہوا تھا، پھر قبلہ تا قیامت کعبہ شریفہ ہوگیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل میں سے ہیں جب کہ دوبارہ تشریف لائیں گے تو کعبہ شریفہ ہی کا رخ کریں گے اور حج بھی کریں گے یعنی شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل درآمد کریں گے، یہ اس طرف اشارہ ہوگا کہ سب ادیان ایک ہوگئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی خاتم الانبیاء ہیں یہ عملی طور پر ثابت فرمادیں گے۔ بزرگان دین نے ان اسماء(۱) کا ورد کرنا فرمایا ہے تاکہ ان کی برکت سے دینی و دنیاوی نعمتیں ملتی رہیں۔

☆☆☆☆

سورۃ الفاتحہ کی تفسیر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

”سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔“

(فائدہ) بسم اللہ شریف اگرچہ فاتحہ کا جزو نہیں لیکن قرآن کا جزو ضرور ہے اور اس کا پڑھنا شروع رکعت میں اکثر کے نزدیک واجب ہے، زیلعی شرح کنز اور زاہدی

---

(۱) یا اللہ یا رحمان یا رحیم

نے حسن مجتبیٰ سے نقل کیا ہے کہ یہی صحیح روایت ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت ابن وہبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے منظومہ میں فرمایا ہے:

وَلَوْ لَمْ يُبَسْمِلْ سَاهِيًا كُلَّ رَكْعَةٍ
فَيَسْجُدُ إِذْ إِيْجَابُهَا قَالَ الْاَكْثَرُ

ترجمہ: ”اگر کوئی کسی بھی رکعت میں بھول کر بسم اللہ نہ پڑھے
تو وہ سجدہ سہو کرلے کیونکہ اکثر کے نزدیک یہ واجب ہے۔“

کبیری میں بھی لکھا ہے کہ یہی احوط ہے۔ (ص ۲۶۷ مطبع نعمانیہ کوئٹہ) (۱)

سورہ فاتحہ مکیہ ہے یہاں حمد پر الف لام استغراق کا ہے، یعنی سب افراد حمد کے اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، جناب باری تعالیٰ عزاسمہ نے اپنی حمد ذات پاک کے ساتھ مخصوص فرما کر بعد میں اس کی تین صفات علی الترتیب ذکر فرمائی:

(۱) تربیت (۲) رحمت (۳) جزا

اس لئے کہ کوئی کسی کی تعریف جب کرتا ہے یا تو اس کے احسانات سابقہ اس کے مدِّ نظر ہوتے ہیں یا زمانہ حال میں اس پر احسان کرتا ہے یا آئندہ کو امید ہوتی ہے کہ مجھ پر احسان کرے گا۔

باری تعالیٰ فرماتے ہیں جو بندے صفت وثنا کریں وہ اس واسطے بھی ہے کہ میں نے ان پر بے شمار نعمتیں پہلے عطا کی ہیں کہ صفت ربوبیت کی رکھتا ہوں ان کو پیدا کرنا اور تربیت ظاہری اور باطنی کرنا اور جو نظر اس پر کریں کہ اس کی نعمتیں بے شمار فی الحال موجود ہیں کہ رحمٰن و رحیم ہوں۔ اور اگر دور اندیشی کا طریق اختیار

---

(۱) فتویٰ اس پر ہے کہ بسم اللہ سنت مؤکدہ ہے لہٰذا ترک ہونے پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔ عالمگیری ج ۱ ص ۴۷ طبع رشیدیہ کوئٹہ

کریں تو بھی میں مستحق حمد ہوں کہ جزا بھی میری طرف سے ملے گی، غرض ہر جوڑ کی عبادت الگ الگ ہے، مثلاً دل کی عبادت یہ ہے کہ جو عقائد انبیاء کرام علیہم السلام لائے ہیں ان پر یقین کرنا اور حق مان لینا اور اس پر دوام کر لینا، روح کی عبادت یہ ہے کہ اس کے مشاہدہ میں غرق رہنا اور اس کے مراقبہ میں آرام پانا، اور سر کی عبادت یہ کہ اس کی معرفت میں ڈوبا رہنا حتیٰ کہ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ نصیب ہو جائے، غرض عبادت کی حقیقت یہ کہ اس کی مرضیات میں غایت تذلل کے ساتھ اپنے تمام اعضاء اور ظاہری باطنی قوتوں کو لگائے رکھے اور ایک دم بھر کے لئے غافل نہ ہو۔

مسلم ج ۱ ص ۱۷۹ میں ہے کہ جب بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتا ہے تو ادھر سے ارشاد ہوتا ہے:

حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ۔

ترجمہ: ''میرے بندے نے میری تعریف کی۔''

اور الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے:

اَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ۔

ترجمہ: ''میرے بندے نے میری ثنا پڑھی۔''

جب ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ'' کہتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے:

مَجَّدَنِيْ عَبْدِيْ۔

ترجمہ: ''میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔''

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ جب کہتا ہے تو فرماتے ہیں:

هٰذَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَأَلَ۔

ترجمہ: ''یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان (آدھا

آدھا) ہے اور میرے بندے کو ملے گا جو وہ سوال کرے گا۔"

اور جب اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَۙ۝۵ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ۬ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ۝۷ کہتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے:

هٰذَا لِعَبۡدِیۡ وَلِعَبۡدِیۡ مَا سَأَلَ۔

ترجمہ: "یہ میرے بندے کا حق ہے اور میرے بندے کو وہ سبھی ملے گا جو اس نے سوال کیا۔"

حدیث کے شروع میں ہے:

قَسَمۡتُ الصَّلٰوةَ بَيۡنِیۡ وَبَيۡنَ عَبۡدِیۡ۔

ترجمہ: "میں نے سورۃ فاتحہ کو تقسیم کیا ہے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان۔"

یہاں پر صلاۃ بمعنی سورۃ فاتحہ، حدیث بخاری میں یوں بھی وارد ہے:

وَاِذَا قَالَ الۡاِمَامُ: غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ، فَقُوۡلُوۡا: اٰمِيۡنَ۔

ترجمہ: "اور جب امام کہے غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ تو تم اٰمِيۡن کہو۔"

معلوم ہوا کہ الحمد شریف پڑھنا حق امام کا ہے مقتدی کا حق صرف آمین کہنا ہے۔ جیسے:

وَاِذَا قَالَ الۡاِمَامُ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنۡ حَمِدَهٗ فَقُوۡلُوۡا: رَبَّنَا وَلَكَ الۡحَمۡدُ۔

ترجمہ: "جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنۡ حَمِدَهٗ پڑھے تو تم رَبَّنَا وَلَكَ الۡحَمۡدُ پڑھو۔"

سو اس کو آہستہ ہی کہتے ہیں آمین بھی آہستہ ہی کہنا چاہئے، آمین کے معنی اے اللہ تو قبول فرمالے۔ (اِسْتَجِبْ)

أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔

ترجمہ: ''جن پر تو نے انعام کیا۔''

چار قسم کے گروہ ہیں انبیاء، صدیقین، شہداء صالحین، یعنی آخرت میں ان کے ساتھ حشر فرما۔ عوام کو چاہئے کہ صالحین کی صحبت اختیار کریں اور ان کے سینوں سے انوار لیتے رہیں ان کا طریق اختیار کرلیں، صالحین بسبب کمال متابعت کے اپنے ظاہر کو گناہوں سے پاک رکھتے ہیں اور اپنے باطن کو اعتقادات فاسدہ اور اَخلاق رذیلہ (۱) سے دور رکھتے ہیں اور یادِ حق میں ایسا لگ جاتے ہیں کہ دوسری طرف توجہ کرنے کی گنجائش ہی ان میں نہیں رہتی تا آنکہ باری تعالیٰ ان کو پھر دوسری جانب سے محفوظ فرمالیتا ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ (سورۃ یونس: ٦٣)

ترجمہ: ''جو ایمان لے آئیں اور تقویٰ اختیار کریں۔''

اور شہداء وہ حضرات ہیں کہ ان کے قلوب مشاہدات حق میں اور تجلیات میں مُستغرَق (۲) ہوتے ہیں اور جو کچھ انبیاء کرام علیہم السلام نے پہنچایا ہے دل ان کے اسی شان سے قبول کرلیتے ہیں، گویا دیکھتے ہیں اسی واسطے راہ حق میں جان دے دینا ان کے لئے آسان کام ہوتا ہے۔ اور صدیق وہ ہیں کہ قوت نظریہ ان کی انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح کامل ہوتی ہے، اور ابتداء عمر سے جھوٹ بولنے اور دورنگی سے دور رہتے ہیں امور دین میں بالکل اللہ تعالیٰ کے واسطے لگے رہتے ہیں خواہش نفس

---

(۱) بُرے اخلاق (ظاہری و باطنی)

(۲) ڈوبا ہوا، محو ہو جانا۔

کو ہرگز ہرگز دخل نہیں ہوتا، صدیق کی نشانی یہ ہے کہ اس کے ارادہ میں تردد بالکل نہیں ہوتا، انبیاء کرام علیہم السلام وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کی تربیت براہ راست باری تعالیٰ عزاسمہ فرماتے ہیں کہ نور پاک کی تاثیر ان میں ایسی کامل ہوتی ہے کہ مطلقاً غلطی اور شبہ ان کے معلومات میں راہ نہیں پاتے ان کو اللہ تعالیٰ معصوم اور محفوظ رکھتا ہے، لہٰذا لوگوں پر واجب ہے کہ بے تفتیش وجہ کے انبیاء کرام علیہم السلام کے لائے ہوئے احکام مان لیں، انبیاء کرام علیہم السلام پر اعتراض کرنا یہود نے شروع کیا۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰه

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ

ترجمہ: ”ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے۔“

گو ظاہر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد میں تشریف لائے لیکن باطن میں آپ کی ہدایت سابقین انبیاء کرام علیہم السلام میں سرایت کرتی رہی۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ (سورۃ الانعام:۹۰)

ترجمہ: ”یہ حضرات ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی انہی کے طریقے پر چلیئے۔“

یعنی ان کی ہدایت بھی آپ ہی کی ہدایت ہے جو ان کے باطن میں سرایت کر گئی، تو جب آپ ان کی ہدایت پر چلیں گے تو یہ درحقیقت ان کا ہدایت پانا آپ کی ہدایت سے ہوا، کیوں کہ آپ کو اولیت باطناً حاصل ہے اور ظاہراً آخریت ہے، ورنہ بِهِمُ اقْتَدِهْ ہوتا، اور حدیث:

كُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ۔

ترجمہ: ”میں نبی تھا اور سیدنا آدم علیہ السلام ابھی تک کیچڑ اور پانی میں تھے۔“

نصوص اسی طرف مشیر ہیں کہ جو متقدم نبی ہوئے ہیں وہ اپنی بعثت میں

آپ ہی کے نائب ہوئے ہیں، بردانامل والی حدیث بھی اسی کی مؤید ہے۔ فَعَلِمۡتُ عِلۡمَ الۡاَوَّلِیۡنَ وَالۡاٰخِرِیۡنَ سے مراد انبیاء ہی ہیں جو اول ظہور پذیر ہوئے (ایسے ہی آخرین سے مراد وہ انبیاء کرام علیہم السلام جو بہ نسبت اولین کے بعد میں آئے) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ہی تشریف لائے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد شریف کے ظہور سے متقدم تھے۔ (الیواقیت ج ۲ ص ۱۸)

هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ۔

ترجمہ: ”راہ بتلائی ہے ڈرنے والوں کو یعنی جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں تو ڈرنے والوں کو راستہ بتلاتا ہے۔“

معلوم ہوا کہ تقویٰ کا اطلاق معانی مُتفاوِتہ[1] پر ہوتا ہے کبھی ایمان کے معنوں میں آتا ہے:

وَاَلۡزَمَهُمۡ كَلِمَةَ التَّقۡوٰى۔ (سورۃ الفتح:۲۶)

ترجمہ: ”اور ان کے ساتھ تقویٰ کا کلمہ چمٹا دیا۔“

کبھی توبہ کے معنی دیتا ہے مثلاً:

وَلَوۡ اَنَّ اَهۡلَ الۡقُرٰٓى اٰمَنُوۡا وَاتَّقَوۡا۔ (سورۃ الاعراف:۹۶)

ترجمہ: ”اگر یہ بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرے۔“

کبھی طاعت کے معنوں میں آیا ہے، مثلاً:

اَنۡ اَنۡذِرُوۡۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوۡنِ ۝۲ (سورۃ النحل:۲)

ترجمہ: ”ان کو اس بات سے ڈراؤ کہ میرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں پس مجھ سے ڈرو۔“

---

(۱) جدا، مختلف۔

کبھی ترک گناہ پر بولا گیا ہے مثلاً:

وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۸۹)

ترجمہ: ”گھروں کے دروازوں سے داخل ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔“

کبھی اخلاص کے معنی میں آتا ہے:

فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ (سورۃ الحج:۳۲) (فتح العزیز)

ترجمہ: ”شعائر اللہ کی تعظیم دلوں کا تقویٰ ہے۔“

آیات واحادیث کی بعض تطبیقات

الٓمّٓ یہ حروف مُقطّعات کہلاتے ہیں، ان سے کیا مراد ہے ہمیں اس کا مکلّف نہیں بنایا گیا، بس ہم ایمان لاتے ہیں کہ یہ بھی کلام ربانی ہے ایک راز ہے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان...... ذٰلِكَ الْكِتٰبُ...... یہ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کی عظمت کی طرف اشارہ ہے...... لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ...... اس کے برحق اور اللہ کا کلام ہونے میں کوئی شک نہیں، کیوں کہ کھلا عام اور دائمی چیلنج کیا گیا کہ اگر تمھیں ریب ہے تو اس طرح کا کلام بنالاؤ یا کم از کم دس سورتیں ہی بنالاؤ، کم از کم ایک ہی سورت بنالاؤ، تم بھی اہل لسان ہو عرب ہو مکہ معظّمہ کے رہنے والے ہو عرب العرباء ہو، مگر بحمد اللہ آج تک کوئی نہ لا سکا یا تو اس کی مثل لاؤ یا پھر جب مقابلہ کی تاب نہیں تو اس پر ایمان لاؤ۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ...... یہ قرآن ہادی ہے متقین کے لئے، یعنی جو پرہیز کرتے ہیں انہیں اس قرآن سے فائدہ پہنچتا ہے اس کی ہادی ہونے میں تو کچھ شک نہیں لیکن جو اس پر عمل کرے گا اس کے حرام کو حرام سمجھے گا اور حلال کو حلال یقین کرے گا ممنوعات سے پرہیز کرے گا وہی شفایاب ہوگا، ورنہ نسخے کے تو شافی

ہونے میں کوئی شبہ ہے ہی نہیں۔

الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (سورۃ البقرہ)......یعنی جو لوگ ایمان بالغیب لاتے ہیں اور باری تعالیٰ کو ذات، صفات اور افعال میں یکتا یقین کرتے ہیں، حالانکہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا فقط محمد رسول اللہ ﷺ پر اعتماد کرتے ہوئے یقین کرلیا یہی ایمان بالغیب ہے تمام ثواب اور عقاب یہ سب امور غیبیہ ہی ہیں۔

ایمان کے معنی لغت میں گرویدن، باور کردن اور اصطلاح میں انبیاء کرام علیہم السلام کے اعتماد پر جو کچھ باری تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں یقین کرلینا اور مان لینا ایمان کہلاتا ہے۔ کفر کے معنی مکر جانا یعنی منکر ہو جانا، یعنی جو امور انبیاء کرام علیہم السلام باری تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں ان کے سچ ہونے میں شبہے نکالنا یا تکذیب کرنا کفر کہلاتا ہے۔

وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ ......اور نماز قائم کرتے ہیں یعنی نماز کے فرائض واجبات وشرائط سنن مستحبات کا لحاظ رکھتے ہوئے اس پر دوام کرتے ہیں یعنی پوری اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ......جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے خرچ بھی کرتے ہیں یعنی مال میں غرباء کا بھی حق یقین کرتے ہیں۔

وَفِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝۱۹ (سورۃ الذاریات:۱۹)

ترجمہ: ”اور ان کے مالوں میں مانگنے والوں کا اور نہ مانگنے والوں کا حق ہے۔“

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ
(سورۃ البقرۃ:۴)

ترجمہ: ”اور وہ لوگ جو اس وحی پر بھی ایمان لاتے ہیں جو

آپ پر اتاری گئی اور اس پر بھی جو آپ ﷺ سے پہلے اتاری گئی۔"

یہ متقی لوگوں کا ہی تفصیلی حال ہے مومنین اہل کتاب ہی ضروری نہیں کہ اس سے مراد ہوں، چنانچہ فرماتے ہیں:

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۠ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ (سورۃ آل عمران:۸۴)

ترجمہ: "کہہ دیجئے ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس پر جو کچھ اترا ہم پر اور جو کچھ اترا ابراہیم علیہ السلام پر اور اسماعیل علیہ السلام پر اور اسحاق علیہ السلام پر اور یعقوب علیہ السلام پر اور اس کی اولاد پر اور ملا موسیٰ علیہ السلام کو اور عیسیٰ علیہ السلام کو اور جو ملا سب نبیوں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ہم جدا نہیں کرتے ان میں کسی کو اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔"

اور پارہ اول کے رکوع آخری میں بھی آیا ہے:

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ (سورۃ بقرہ:۱۳۶)

ترجمہ: "تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور جو اترا ہم پر اور جو اُترا ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ علیہ السلام کو اور

عیسیٰ علیہ السلام اور جو ملا دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب تعالیٰ کی طرف سے۔“

اور سورۃ البقرۃ کے آخری رکوع میں یہ بھی آیا ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ (سورۃ البقرۃ: ۲۸۵)

ترجمہ: ”مان لیا رسول نے جو کچھ اتارا اس پر اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی مان لیا سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو، کہتے ہیں کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے پیغمبروں میں سے۔“

اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ: ۵)

ترجمہ: ”یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔“

یعنی یہی لوگ ہیں جن کو اپنے رب کی طرف سے ہدایت مل گئی اور آخرت میں کامیاب ہوں گے۔

ایمان کی تحقیق کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فتح العزیز میں فرمایا کہ ایمان کا ایک تو وجود ذہنی ہے دوسرا وجود عینی تیسرا وجود لفظی، وجود عینی تو ایک نور کی اصل ہے جو حجاب رفع ہونے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے، جب بندہ مؤمن میں اور اس کے رب تعالیٰ شانہ میں حجاب رفع ہو جاتا ہے یہی نور جس کو

(درج ذیل آیات میں فرمایا ہے):

كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ (سورۃ النور:۳۵)

ترجمہ: ”مثال اس کے نور کی جیسے ایک طاق ہو اس میں ایک چراغ ہو۔“

اور

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ (سورۃ البقرۃ:۲۵۷)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ مددگار ہے ایمان والوں کا نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف۔“

جب حجاب رفع ہوتا ہے اور ایمان قوت پکڑتا ہے اور اوج کمال کو پہنچتا ہے تو وہ نور پھیل کر تمام اعضاء کو گھیر لیتا ہے، پھر پہلے تو انشراح صدر حاصل ہوتا ہے اور حقائق اشیاء پر مطلع ہوتا ہے اور اس پر حقائق ہر شئی کی متجلّی ہوتی ہیں ہر ایک شئی کو اپنے مقام پر جلوہ گر پاتا ہے، اور انبیاء کرام علیہم السلام کا صدق جن اشیاء کی اطلاع انبیاء کرام علیہم السلام نے دی ہے تفصیلی طور پر اس پر منکشف ہوتے ہیں، اور اوامر و نواہی کے موافق حکم الٰہی پر عامل ہوتا ہے اس حال میں خصائل حمیدہ (۱) اَخلاق فاضلہ (۲) پیدا ہوتے ہیں اور اعمال صالحہ انوار معرفت کے ساتھ مل کر ایک عجیب روشنی پیدا کرتے ہیں:

يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ (سورۃ النور:۳۵)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ راہ دکھلا دیتا ہے اپنی روشنی کی طرف۔“

---

(۱) اچھی عادتیں

(۲) اچھے اخلاق (ظاہری و باطنی)

اور وجود ذہنی ایمان کا دو مرتبے رکھتا ہے، اول کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی کا انکشاف جس کو گرویدن اور باور کردن بھی کہتے ہیں اس کا نام تصدیق اجمالی ہے، دوم ہر شئی کا تفصیلی طور پر منکشف ہونا اور جوار تباط(۱) ان میں ہے اس کو بھی لحاظ رکھنا۔

اور ایمان کا وجود لفظی شریعت کی اصطلاح میں کلمہ شہادتین کا اقرار ہے اور کلمات اس کلمہ طیبہ کو زبان سے جاری کرنا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ...... یعنی جو لوگ کافر ہوئے اور کفر پر ہی مر گئے اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص آخری عمر میں ایمان لایا اور ایمان پر خاتمہ ہوا تو وہ مومن ہے اسی طرح کسی (مؤمن) کو کافر نہیں کہہ سکتے جب تک کہ اس کا خاتمہ کفر پر نہ ہو جائے۔ کفر کی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کے دین محمدی ﷺ ہونے سے ہی انکار کر دے، اور معنی انکار کے نہ ماننا ہے خواہ اس کی حقیقت پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ ...... یعنی ان کے دلوں پر مہر کر دی اللہ تعالیٰ نے اور ان کے کانوں پر بھی مہر ہے جیسا کہ

وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِہٖ وَقَلْبِہٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً ط

(سورۃ الجاثیہ: ۲۳)

ترجمہ: ”اور ان کے کانوں پر مہر لگایا اور ان کے دلوں پر مہر لگایا اور ان کے آنکھوں پر پردے لٹکائے۔“

کہ استدلال دوسروں کا بھی نہیں سنتے اور ان کی بینائیوں پر پردہ پڑا ہوا ہے کہ بالکل دیکھنے نہیں دیتا، دل اور کان پر مہر کا ذکر کیا اور بینائیوں پر پردہ لٹکانا

---

(۱) ربط، تعلق۔

ذکر فرمایا، اس کا سبب یہ کہ یہ چیز مدرکات کو باہر سے اندر کی طرف لاتی ہیں، آنکھ پر پردہ کا ذکر اس لئے کیا کہ پردہ آنکھ کا شعاع کو باہر نکلنے سے روکتا ہے، اور وہی منشاء رؤیت کا ہے، اور عُقلاء کا قاعدہ ہے کہ باہر کی چیزوں کے اندر آنے سے روکنے کے لئے مہر کرتے ہیں اور اندر کی چیزوں کو روکنے کے لئے پردہ ڈالتے ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ...... یعنی یہ دعویٰ دونوں علموں کا کرتے ہیں علم توحید اور علم معاد کا یہی دو علم اصل دین ہیں، پس کہتے ہیں کہ ہم نہ تو مشرک ہیں نہ محجوب حق سے ہیں، حالانکہ ایمان ان کی ذات سے مسلوب ہے کسی وقت نصیب نہ ہوگا، ان کو منافق کہتے ہیں، نفاق کی کئی اقسام ہیں جیسے احادیث میں مروی ہیں۔

قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ۔ (سورۃ البقرۃ:۲۵)

ترجمہ: ”تو کہیں گے یہ تو وہی رزق ہے جو ملا تھا ہم کو اس سے پہلے۔“

یعنی جزا درحقیقت مجزی علیہ کے ظہور ہی کو دوسری شکل میں کہتے ہیں یعنی وہ اعمال ہی ہوں گے جو ثمرات کی اشکال میں نمودار ہوں گے۔

ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ (سورۃ العنکبوت:۵۵)

ترجمہ: ”تم چکھو وہ جو تم عمل کرتے تھے۔“

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴿۷﴾ (سورۃ الزلزال:۷)

ترجمہ: ”پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔“

دانہ خلاف تخم نے ہر چہ بود ز جبر و قدر
آنچہ کہ کشتہ در و حنطہ بہ حنطہ جو ز جو

”خواہ کوئی اپنے آپ کو مجبور سمجھے یا قادر مطلق سمجھے بہر حال

غلہ وہی ہوتا ہے جیسا بیج ڈالتے ہیں۔ جو کچھ تو نے بویا ہے
اسی کو کاٹ لے اگر گندم بوتے ہیں تو گندم کاٹ لے اور اگر
جَو بوتے ہیں تو جو کاٹ لے۔“

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں معنی تنزیہی نے دنیا میں تو لباس کلمات طیبات کا پہن لیا آخرت میں یہی اعمال صالحات اور کلمات طیبات ثمرات اور اشجار کا لباس پہن لیں گے جیسے حدیث میں ہے کہ ایک نہایت ہی جمیل آدمی قبر والے کو مانوس کرنے کے لئے پاس رہے گا وہ نیک عمل ہی اس شکل میں ہوگا معانی متجسد ہو جائیں گے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا...... مخفی نہ رہے کہ باری تعالیٰ نے ان آیات میں پانچ نعمتیں جو دلائل توحید کے ہیں بیان فرمائیں:

اول: انسان کی پیدائش۔

دوم: پیدائش انکے باپ دادوں کی، ان دونوں نعمتوں کو ایک جگہ فرمایا۔

سوم: پیدائش زمین کی۔

چہارم: وہ نعمت جو دونوں سے حاصل ہوئی کہ آسمان سے پانی برسا اور زمین سے غلے، پھل جو مخلوق کی غذا ہے۔ ان تینوں نعمتوں کو یکجا لائے وجہ یہ ہے کہ پہلی دو نعمتیں نفس سے متعلق ہیں اور تینوں جسمانی ہیں، پہلی نعمتوں کو مقدم اس لئے رکھا کہ انسان کو سب سے زیادہ قرب اپنے نفس سے ہوتا ہے پھر اپنے اصول اقرباء ماں باپ وغیرہما سے، پھر زمین جو جگہ انسان کے رہنے کی ہے، پھر جب نظر اٹھاتے ہیں آسمان کو دیکھتے ہیں پھر وہ چیز ذکر فرمائی جو مجموعہ ان دونوں صحن اور چھت سے پیدا ہوتی ہے یعنی بارش، پس جیسا کہ ان انعامات کا دینے والا فقط باری تعالیٰ ہی ہے کوئی اس کا شریک سہیم نہیں لہٰذا شکر میں اسی ہی کو مخصوص کر کسی

چیز کو عبادت میں شریک نہ ٹھہراؤ چہ جائیکہ اس کا شریک الٰہیت میں اور اس کی صفات کمال میں ہو۔

قولہ تعالیٰ:

اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ۔ (سورۃ البقرۃ:۲۷)

ترجمہ: ”جو توڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے معاہدہ کو مضبوط کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ملانے کا۔“

شریعت کے عرف میں ایمان تصدیق کو کہتے ہیں یعنی گرویدن باور کردن، جو چیزیں کہ بالیقین معلوم ہیں کہ دین محمدی ﷺ سے ہیں اس لئے کہ ایمان کو قرآن میں جابجا دل کے کام سے تعبیر فرمایا گیا ہے چنانچہ

وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ۔ (سورۃ النحل:۱۰۶)

ترجمہ: ”اُس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔“

كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ۔ (سورۃ المجادلہ:۲۲)

ترجمہ: ”ان کی دلوں میں ایمان لکھ لیا۔“

وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ (سورۃ الحجرات:۱۴)

ترجمہ: ”ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔“

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ دل کا کام یہی تصدیق ہی ہے اور بس، نیز ایمان کو عمل صالح کے ساتھ مقرون فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ (سورۃ الرعد:۲۹)

ترجمہ: ”بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔“

اور معاصی کے ساتھ بھی ذکر فرمایا چنانچہ

وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا۔ (سورۃ الحجرات: ۹)

ترجمہ: ’’اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کریں۔‘‘

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يُهَاجِرُوۡا ۔ (سورۃ الانفال: ۷۲)

ترجمہ: ’’اور جو ایمان لایا اور ہجرت نہیں کی۔‘‘

پس معلوم ہوا کہ اعمال نیک کو ایمان میں دخل نہیں نہ اعمال بد سے ایمان درہم برہم ہوتا ہے اور اقرار محض کی بھی بلا تصدیق مذمت کی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ۘ‏ (سورۃ البقرۃ: ۸)

ترجمہ: ’’اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور دن قیامت پر وہ ہرگز مؤمن نہیں یعنی دل سے ایمان نہیں لائے صرف زبان سے فریب دینے کے لئے ایمان کا اظہار کرتے ہیں۔‘‘

پس معلوم ہوا کہ اقرار محض تو ایمان کی حکایت ہے، اگر محکی عنہ [۱] کے مطابق ہو تو معتبر ہے ورنہ کچھ نہیں، محکی عنہ تو تصدیق ہی ہے۔

تحقیق مقام اس جگہ یوں ہے کہ جس طرح ہر چیز کا تین طرح کا وجود ہے ایمان کا بھی تین طرح کا وجود ہے ایک لفظی، دوم ذہنی، سوم عینی، وجود عینی تو اصل ہے، باقی وجود اس کے تابع ہیں، ایمان کا وجود عینی تو وہ نور ہے جو دل میں حاصل ہوتا ہے اور اس کے سبب سے تمام پردے بَيۡنَهٗ وَبَيۡنَ الۡحَقِّ [۲] رفع

---

[۱] جس بات کی طرف حوالہ دیا گیا ہو۔ (مروی عنہ)

[۲] اس کے اور حق کے درمیان۔

ہو جاتے ہیں۔

مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ ط (سورۃ النور: ۳۵)

ترجمہ: ”(اللہ تعالیٰ کی) روشنی کی مثال جیسے ایک طاق ہو اس میں چراغ ہو۔“

میں تمثیل مکمل فرمائی گئی۔ چنانچہ

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا یُخْرِجُہُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط

(سورۃ البقرۃ: ۲۵۷)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ مددگار ہے ایمان والوں کا نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے نور کی طرف۔“

اس کا سبب بیان فرمایا کہ یہ نور، انوار محسوسہ کی طرح قوت وضعف، اشتداد وانتقاص قبول کرتا ہے، چنانچہ آیت:

وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْہِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْہُمْ اِیْمَانًا۔ (سورۃ الانفال: ۲)

ترجمہ: ”جب پڑھا جاتا ہے ان پر اس کا کلام تو زیادہ ہو جاتا ہے ان کا ایمان۔“

اس کی زیادتی کا طریقہ یہ ہے کہ جوں جوں حجاب مُرتفع (۱) ہوتا جاتا ہے وہ نور زیادہ ہوتا جاتا ہے اور ایمان قوت پکڑتا ہے تا آنکہ اوجِ کمال تک پہنچ جاتا ہے اور خوب پھیل جاتا ہے اور جمیع قُویٰ اور اعضاء کو گھیر لیتا ہے۔ پس اول تو شرح صدر ہوتا ہے اور اشیاء کے حقائق پر مطلع ہوتا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام نے جو کچھ عقائد بیان فرمائے ہیں وہ وجدانی ہو جاتے ہیں۔ اور بقدر انشراح صدر کے ہر امر کے بجالانے میں مستعد ہو جاتا ہے اور نواہی سے اجتناب کرتا ہے۔ اور وجود لفظی

---

(۱) اٹھنا، بلند ہونا۔

ایمان کا حکم شہادتین ہے۔

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ۔

ترجمہ: ’’میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی رسول ہیں۔‘‘

ثُمَّ اسْتَوٰی إِلَى السَّمَاءِ۔ (سورۃ حم السجدہ: ۱۱)

ترجمہ: ’’پھر قصد کیا آسمانوں کی طرف۔‘‘

خواہ دحوِ ارض (۱) کو پہلے کہو خواہ تسوِیہ (۲) آسمان کو پہلے کہو سب درست ہے۔

إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً ط (سورۃ البقرۃ: ۳۰)

ترجمہ: ’’کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب۔‘‘

اس میں فرمایا گیا کہ مسئلہ توحید کے بعد ایمان نبوت پر لانا فرض ہے، یہ بھی فرمایا گیا کہ اطاعۃ اللہ جب معتبر ہے کہ اس کے فرمانے پر اس کے غیر کی اطاعت کرے، جیسے:

وَأَطِيْعُوا اللهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ج (سورۃ التغابن: ۱۲)

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو۔‘‘

اور اس میں حُسن وقبح کا عقلی یا شرعی ہونا بھی فرمایا گیا، اور عدل اور جور بھی منکشف کیا گیا اور اسماء احکام وعدہ اور وعید بھی بیان فرمائے گئے، اور تقدیر خیر وشر من اللہ تعالیٰ اور یہ کہ سب امور کے علم کی انتہا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، اور یہ

---

(۱) زمین کا پھیلانا، زمین کی خشکی کا پانی کے اندر سے باہر آنا۔

(۲) ٹھیک کرنا، سیدھا کرنا۔

کہ شرف عبودیت میں ہی ہے اور توبہ میں ہے اور یہ کہ

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ (سورۃ الانبیاء:۲۳)

ترجمہ: ”اللہ سے نہیں پوچھا جائے گا ان اعمال کے بارے میں جو یہ لوگ کرتے ہیں ان لوگوں سے پوچھا جائے گا۔“

اور یہ کہ آخری حیلہ مراحم خسروانہ میں اپیل دائر کرنا ہے۔ اور یہ کہ

سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ عَلٰى غَضَبِيْ۔

ترجمہ: ”میری رحمت میرے غضب سے سبقت لے گئی۔“

اور اس میں یہ کہ تفضیل انبیاء علیہم السلام کی سب پر ہے، اور مسئلہ جبر وقدر بھی اس میں آ گیا:

اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ (سورۃ البقرۃ:۳۰)

ترجمہ: ”میں وہ جانتا ہوں جس کو تم نہیں جانتے۔“

جو کچھ کہ آدمی کے جوارح واعضاء پر ظہور پذیر ہوتا ہے اول اس کا وجود مرتبہ روح میں ہوتا ہے پھر قلب میں پھر قوائے نفسانیہ میں پھر جوارح اور اعضاء پر ظہور پذیر ہوتا ہے:

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓــــَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ (سورۃ البقرۃ:۸۱)

ترجمہ: ”یقیناً جس نے برے کام کئے اور اس کی نافرمانیوں نے اسے گھیر لیا، وہ ہمیشہ کے لئے جہنمی ہے۔“

اس کے ذیل میں وجہ یہود کے قول: وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ اور انکار متواترات دین بھی کفر ہے۔ بنی اسرائیل کے اعتقاد فاسد اور ان کی غلط روش اور تحریف کا یہ مبنیٰ تھا کہ چونکہ ہر شریعت میں معاصی کے دو مرتبے

رکھے ہیں ایک یہ کہ معاصی کو معاصی ہی اعتقاد کرے اور ملت حقہ کا اتباع واجب جانتا ہو اور عمل میں مخالفت کرتا ہو۔ مثلاً یقین جانتا اور مانتا ہے کہ شراب پینا حرام ہے ایسا ہی زنا چوری، لواطت بھی حرام ہیں کبائر ہیں لیکن حجاب کے باعث اس سے ان چیزوں کا صدور ہو جاتا ہے اس مرتبہ کا نام فسق وفجور اور عصیان ہے۔ (العیاذ باللہ) اس کو وعید عذاب آخرت تو شریعت مقدسہ نے دیا ہے لیکن وہ ایک مدت مقررہ عنداللہ کے بعد ختم ہو جائے گا عذاب دائمی نہیں ہوگا۔

دوم یہ کہ اعتقاد بھی موافق شریعت حقہ کے نہ ہو، مثلاً جو چیز کہ نفس الامر میں ثابت ہے خواہ از قسم الٰہیات ہو یا قیامت کے متعلق ہو خواہ شعائر اللہ کے متعلق ہو مثلاً اللہ کی کتابوں پر ایمان نہ ہو یا رسولوں یا احکام متواترہ دین کا انکار کرتا ہو اس کو جحود اور کفر اور زندقہ والحاد کہتے ہیں، اس کے متعلق آخرت میں دائمی عذاب کی وعید سنائی ہے، اسی کو کہتے ہیں کہ

اَلْفَاسِقُ لَا يُخَلَّدُ فِي النَّارِ وَالْكَافِرُ خَالِدٌ فِي النَّارِ۔

ترجمہ: ”فاسق ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ سزا کے بعد نکل پائے گا اور کافر ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔“

چونکہ ملت حقہ اس زمانہ میں صرف یہود ہی تھے جو کہ بنی اسرائیل تھے وہ اپنی غباوت سے یہ سمجھ گئے کہ بنی اسرائیل کو عذاب دائمی نہیں ہوگا، اور غیر بنی اسرائیل کو عذاب دائمی ہوگا۔ اس فرقے نے اپنی کند ذہنی سے فرق عنوان میں اور معنون میں نہ کیا اور کہہ دیا:

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ط (سورۃ البقرۃ: ۸۰)

ترجمہ: ”کہ ہم تو صرف چند روز جہنم میں رہیں گے۔“

حق تعالیٰ شانہٗ نے اول تو اس کو اس طرح رد کیا کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ

سے کوئی عہد اس پر کیا ہوا ہے؟

اَتَّخَذۡتُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ عَهۡدًا فَلَنۡ يُّخۡلِفَ اللّٰهُ عَهۡدَهٗۤ اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ۝ (سورۃ البقرۃ:۸۰)

ترجمہ: ان سے کہو کہ کیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا کوئی پروانہ ہے؟ اگر ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کا خلاف نہیں کرے گا۔ (ہرگز نہیں) بلکہ تم تو اللہ تعالیٰ کے ذمے وہ باتیں لگاتے ہو جنہیں تم نہیں جانتے۔"

کیونکہ اصل کلام میں تو تخصیص بنی اسرائیل اور یہود کی نہ تھی بلکہ نصوص تو مطلقاً اہلِ حق کا ذکر کرتی ہیں، پس نص صریح غیر مؤول جس کو عہد کہتے ہیں اس بات میں مفقود تھی، اور تاویلات اعتقادیات اصول دین میں اس قابل نہیں کہ ان کی طرف توجہ کی جائے، نیز یہ کہ تحقیقی بیان سے ان کے شبہے کو حل فرما دیا کہ

بَلٰى مَنۡ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتۡ بِهٖ خَطِيۡٓـئَتُهٗ۔ (سورۃ البقرۃ:۸۱)

ترجمہ: "کیوں نہیں جو شخص قصداً بری باتیں کرتا ہے اور اسکی خطا و قصور اس کو گھیر لے، ایسے لوگ اہل دوزخ ہوتے ہیں۔"

کہ فساد علم و عمل اور خرابی عقیدہ و اعمال کی اس حد تک پہنچ جائے کہ ذرہ کی مقدار بھی ایمان باقی نہ رہے موجب خلود فی النار کا ہے۔ جس فرقہ میں بھی پایا جائے گو ظاہر میں کلمہ گو ہی ہو اور دعویٰ بھی دین داری کا رکھتا ہو۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ معصیت کو مباح جاننا بھی کفر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دل سے عذاب کا خوف بھی اٹھ جائے اور معصیت کی قباحت کا اعتقاد ختم ہو جائے، زبان ہی سے انکار کرنا شرط نہیں بلکہ یہ اعتقاد ہو جائے کہ ہمارے ڈرانے کے لئے یہ عذاب کی دھمکی ہے۔ (وَالۡعِيَاذُ بِاللّٰه ثُمَّ الۡعِيَاذُ بِاللّٰه) مراجعت کرو، فتح العزیز کی طرف

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے لکھا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ۔ (سورۃ المومنون:۴۹)

ترجمہ: تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب۔"

یعنی ہم نے سب سے بڑی نعمت کتاب دی اور بنی اسرائیل سے عہد و پیمان لئے۔ سب سے بڑا عہد یہ تھا کہ ہر پیغمبر کی اطاعت کرنا اور ان کی توقیر کرنا لازم جانو۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کے بعد لگاتار رسول بھیجے، حضرت یوشع، حضرت الیاس، حضرت الیسع، حضرت شمعون، حضرت داؤد و حضرت سلیمان، حضرت شعیاء، حضرت ارمیاہ، حضرت یونس، حضرت عزیر، حضرت حزقیل، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور ہزارہا پیغمبر علیہم السلام تھے، سب کے سب موسیٰ علیہ السلام کے متبع تھے انہیں کی شریعت کے متبع تھے۔

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ۔ (سورۃ البقرۃ:۲۵۳)

اور حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزات ظاہرہ باہرہ دیئے کہ مادرزاد اندھے کو اچھا کرتے تھے اور کوڑھی کو اچھا کرتے تھے مردے کو زندہ کرنا عطا فرمایا۔ یہ سب کچھ بحکم خداوندی ہوتا تھا، جو کچھ صبح شام کھا کر آتے تھے جو گھروں میں چھپاتے تھے سب معجزانہ طور پر آپ علیہ السلام بتلا دیتے تھے، آپ کو بلا باپ پیدا فرما دیا۔ آسمان پر معجزانہ طور پر تشریف لے گئے اس زمانہ کی سائنس اور طب مقابلہ نہ کر سکی نہ اب ہی سائنس یہاں تک ترقی کر سکی ہے، لیکن سائنس والے بھی اس کے امکان کے قائل ہو گئے۔

وَ قَدْ قِيْلَ اِنَّ الْمُعْجِزَاتِ تَقَدُّمُ
بِمَا يَرْتَقِيْ فِيْهِ الْخَلِيْقَةُ فِي الْمَدٰى

آپ کا نام ہی روح رکھا روح کی سبک سیر (تیز رفتار) کا کس نے

اندازہ لگایا ہے روح نام ہے یا تو جبرائیل علیہ السلام کا کہ ہر وقت ساتھ رہتے تھے یا اسم اعظم کے اثر سے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اور ممکن ہے کہ اس اسم مبارک ہی کی تاثیر ہو کہ آسمان کو اڑ کر تشریف لے گئے فرمایا گیا...... وَرُوْحٌ مِّنْهُ ...... ''شہادۃ القرآن''، ''عقیدۃ الاسلام'' اور ''تحیۃ الاسلام''، ''سیف چشتیائی'' بڑی عمدہ کتابیں اس میں تصنیف ہوئی ہیں۔

جَزَاهُمُ اللهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ۔

ایشوع اصل ہے عیسیٰ کی، اس کے معنی ہیں مبارک اور مریم بھی عبرانی لفظ ہے اس کے معنی ہیں خادمہ یا عابدہ۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے سینے میں روح القدس پھونک مارتا ہے:

اِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا۔

ترجمہ: ''کہ کوئی جان دار نہیں مرتا جب تک اپنا رزق پورا نہیں کرلیتا۔''

اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی بھی روح القدس تائید کرتے تھے۔

فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾ (سورۃ البقرۃ:۸۷)

ترجمہ: ''انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک جماعت کی تم نے تکذیب کی اور ایک جماعت کو تم نے قتل کیا۔''

مثلاً حضرت زکریا علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت شعیاء علیہ السلام اور ہمارے نبی اکرم ﷺ پر بھی (یہود نے) کئی بار حملہ قاتلانہ کیا زہر دیا چکی کا پاٹ اوپر سے پھینک دیا، اس زہر کا اثر وفات میں ظاہر ہوا، چنانچہ ''سرّ الشہادتین'' میں تفصیل سے مذکور ہے۔

یعنی ایسے متعصب ہیں کہ اچھی بات سنتے ہی نہیں، تصلب حق کے معنی یہ

ہیں کہ دین حق کو قوت سے پکڑے اور کسی کے فریب میں نہ آجائے، اور ادھر توجہ بھی نہ کرے یہ بات تمام دینوں میں مطلوب ہے۔

متفرق واقعات

☆...... حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھیوں میں سے کسی صاحب نے انگریزی پڑھی ہے، اس پر میں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے کشمیر میں چھ ماہ انگریزی پڑھی تھی۔ میرے استاذ نے کہا تھا کہ تو نے چھ مہینے میں اتنی انگریزی پڑھ لی جتنی کوئی دوسرا کئی سال میں پڑھے۔ ایک گریجویٹ کے برابر تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے انگریزی پڑھی تھی، آج کل کے بی اے، ایم اے سے زیادہ انگریزی کے واقف تھے مگر اس کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

ایک دفعہ ڈابھیل ضلع سورت سے برہان پور جو کہ وطن تھا حضرت علی متقی رحمہ اللہ کا جو صاحب کنز العمال وغیرہ ہیں تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت کی تشریف آوری کا سن کر بہت سی مستورات آئیں تو حضرت رحمہ اللہ نے خادم سے فرمایا کہ صحن کا دروازہ بند کر دو کسی عورت کو مت آنے دو اور خود حَسْبُنَا اللّٰہُ پڑھتے رہے۔

☆...... احقر محمد لائل پوری (رحمہ اللہ) عرض کرتا ہے کہ 1951ء میں جب میرے والد حضرت مولانا فتح الدین رحمہ اللہ کا انتقال ٹنڈو الہ یار سندھ میں ہوا تو میں وہاں گیا جس مکان میں میں ٹھہرا تھا اس مکان کے قریب مسجد تھی، وہاں حضرت مولانا عبد الرحمٰن کامل پوری رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تشریف لائے، غالباً حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ بھی تھے باتیں ہو رہی تھیں، مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ نے سنایا کہ مولانا ابو الوفاء افغانی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ حیدر آباد دکن تشریف لائے تو میں نے بھی گزارش کی کہ میری دعوت قبول فرمائیں،

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرما لیا، دوسرے دن ایک مجمع کے ساتھ میرے مکان پر تشریف لائے ہم نے کھانا تو فقط بیس آدمیوں کا بنایا تھا وہاں کھانے پر جمع ہو گئے اسّی (۸۰) سے بھی زائد آدمی، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں، آپ کھانا لے آؤ، اللہ تعالیٰ برکت فرمائیں گے، واقعی یہ حضرت شاہ صاحب کی کرامت تھی کہ کھانا اسّی سے زائد آدمی کھا گئے پھر بھی کھانا بچ گیا۔ خود حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حیدر آباد دکن میں میری سترہ تقریریں ہوئیں اور بہت سے مرزائی تائب ہوئے اور بہت سے لوگوں کے شبہات دور ہوئے۔

☆...... ایک دفعہ بہاولپور سے واپسی پر میرے عرض کرنے پر بہت طویل تقریر وحی کے اقسام پر فرمائی تھی جس کو ہم نے دارالعلوم میں شائع بھی کیا تھا۔ لاہور میں معراجِ جسمانی کے سلسلے میں بیان فرماتے وقت یہ بھی فرمایا:

کہ بعض روایات کے الفاظ سے ظاہر بین حضرات شبہات میں پڑ جاتے ہیں کہ ثُمَّ اسْتَيْقَظْتُ الفاظ آتے ہیں۔ بخاری شریف میں آتا ہے:

أُتِيَ بِالْمُنْذِرِ بْنِ أَبِيْ أُسَيْدٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وُلِدَ، فَوُضِعَ عَلَى فَخِذِهٖ وَ أَبُوْا أُسَيْدٍ جَالِسٌ، فَلَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَخَذَ أَبُوْ أُسَيْدٍ ابْنَهٗ فَاحْتَمَلَ مِنْ فَخِذِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفَاقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَيْنَ الصَّبِيُّ؟۔ (ج ۲ ص ۹۱۴)

ترجمہ: ”منذر بن اسید کی جب ولادت ہوئی تو اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ران مبارک پر اس کو رکھا گیا ابو اسید بیٹھے تھے کہ

> حضور اکرم ﷺ مشغول ہوئے تو ابو اسید نے بچے کو اٹھا لیا
> جب حضور اکرم ﷺ اس شغل سے فارغ ہوئے تو فرمایا وہ
> بچہ کہاں ہے۔''

تو اس روایت میں استفاق (۱) کا یہ مطلب نہیں کہ غشی سے ہوش میں آ گئے بلکہ اسی پہلی حالت کی طرف عود فرمایا: فَاسْتَفَاقَ اَیْ فَرَغَ مِنْ اِشْتِغَالِہٖ۔

☆...... فصل الخطاب طبع ہونے کے بعد ۱۳۳۸ھ کے دورہ حدیث کی ساری جماعت کو بلایا اور سب کو ایک ایک نسخہ اپنے دست مبارک سے عنایت فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ کاتب کے کچھ اغلاط رہ گئے ہیں جن کی تصحیح نہیں ہو سکی۔

☆...... حضرت شاہ صاحب کے درس میں بیٹھنے کے بعد طبیعت کہیں نہیں جمتی خواہ کتنا ہی علامہ کیوں نہ ہو۔ کچھ ایسی برکات انوارات مجلس کی ہوتی تھیں کہ وقت محسوس نہیں ہوتا تھا۔ جس بات کا حوالہ دیتے کتاب کھول کر حَسْبُنَا اللہ پڑھ کر فوراً انگلی اسی جگہ پر رکھتے تھے جہاں سے عبارت پڑھنا مقصود ہوتا تھا۔ کبھی کبھار ایسا ہوتا تھا کہ ایک دو ورق الٹ پلٹ کرنے پڑتے تھے ورنہ وہی صفحہ نکلتا تھا حوالہ پڑھ کر سناتے، کبھی کتاب کا حوالہ محض نام لے کر نہیں دیا بلکہ عبارت پڑھ کر سناتے، لکھنے والے صفحہ دیکھ کر لکھ لیتے تھے یہ جو حوالہ نکالنے میں تخلف ہوتا ہے تقطیع جدا جدا ہونے کے باعث سے یا مطابع کے اختلاف سے ہوتا ہے۔ ورنہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کتاب دیکھ کر حوالہ پڑھ کر آگے چلتے تھے۔ بعض دفعہ جس کتاب میں سے حضرت رحمہ اللہ پڑھتے تھے مصر یا لندن کا مطبوعہ ہوتی تھی۔ ہندوستان کی مطبوعات کے صفحات میں فرق ہوتا ہے، علماء گھبرا جاتے ہیں کہ حوالہ نہیں ملتا، محنت کرنے سے کیا نہیں ملتا انسان کو۔

---

(۱) اصلی حالت پر آنا۔

☆......حضرت خواجہ محمد معصوم اپنے مکتوبات شریفہ میں فرماتے ہیں:

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۭ (سورۃ الانعام:۱۲۵)

ترجمہ: ”جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتے ہیں تو اس کے سینے کو کھول دیتے ہیں قبول اسلام کیلئے اور جس کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کے سینے کو تنگ کر دیتے ہیں گویا کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے۔“

”صِرَاطِ مُسْتَقِيْم“ کے ترجمہ میں اس آیت مبارکہ کو پیش فرماتے تھے، پس ہم نے جو شرح صدر دینی مسائل میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو دیکھا کسی کو نہیں پایا، ہر مسئلہ میں بڑے ہی بسط کے ساتھ اور شرح صدر کے ساتھ چلتے تھے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ④ (سورۃ الجمعۃ:۴)

ترجمہ: ”یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے اسے دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں۔“

☆......ایک دفعہ مالیر کوٹلہ میں تشریف لائے مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ جو مالیر کوٹلہ میں رہتے تھے وہ خود جا کر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو لائے، بندہ بھی رائے کوٹ سے مالیر کوٹلہ میں حضرت رحمہ اللہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو مجھے تنہائی میں ایک بات کہی کہ یہ بات مولانا محمد رمضان رحمہ اللہ سے لدھیانہ جا کر کہہ دینا میں نے اسی پر عمل کیا، بہت سی راز کی باتیں احقر کو کان میں فرما دیتے تھے۔

مالیر کوٹلہ کے اسی سفر کا واقعہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بعد عشاء

ایک گھنٹہ تک تقریر فرمائی علماء کا بہت مجمع تھا اس میں مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے علماء موجود تھے فرمایا کہ یہ جو آپ حضرات نے بجلی ہی بجلی کی روشنی کر رکھی ہے اتنی کی ضرورت نہیں فقط اتنا چاندنا(۱) چاہئے کہ جس سے آدمی کتاب پڑھ سکے۔ باقی تو اسراف ہے، (غالباً یہی الفاظ تھے)۔

☆……ایک دفعہ وہیں بہاول پور ہی میں میرے دریافت کرنے پر کہ لاہور میں 1928ء میں دسمبر کے مہینے میں السنہ شرقیہ کا جلسہ ہوا پنجاب یونیورسٹی کے ماتحت اس کی صدارت ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ علیہ کر رہے تھے، ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطبے میں پڑھا کہ حضرت مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فارسی رسالہ دیا جس میں یہ تحقیق کیا تھا کہ علامہ عراقی نے زمان اور مکان کی تحقیق فرمائی ہے، میں نے پوچھا یہ عراقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کون ہیں تو فرمایا یہ بہت مشہور محدث ہیں ان کی کتاب کا نام ہے "غایۃ البیان فی تحقیق الزمان والمکان" یہ علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ بڑے محقق گذرے ہیں۔ پھر وہ رسالہ ایک مدت کے بعد میں نے ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے واپس طلب کیا، تو ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ وہ مجھ سے کھو گیا، پھر ہم نے مطالبہ نہیں کیا کہ ایک مسلمان کے بیان کو جھوٹا نہیں سمجھنا چاہئے۔

فائدہ: نیوٹن نے بھی اس نام کا ایک رسالہ لکھا ہے جو یورپ میں مشہور تھا کہ نیوٹن ہی اس امر کی تحقیق کرنے والا ہے ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب مضامین یورپ کے اخبارات میں دیئے تو شور ہو گیا کہ نیوٹن نے تو علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر یہ تحقیق لکھی ہے اس کی اپنی تحقیق نہیں ہے بلکہ عراقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سے چھ سو سال پہلے تحقیق کر چکے ہیں۔

☆……ایک مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حافظ شیرازی کی غزلیں

---

(۱) روشنی

تو ایسی ہیں کہ اس میں شراب کباب کا ذکر ہے، تو پھر حافظ شیرازی کو عارف کیوں کہتے ہیں، فرمایا کہ حافظ شیرازی نے کشاف کا حاشیہ لکھا ہے میں نے سورۃ کہف تک دیکھا ہے بہت اعلیٰ حاشیہ ہے وہ طبع نہیں ہوا۔ حافظ کی غزلیں بہت بلند پایہ ہیں ہر شخص ان کو سمجھنے کا اہل نہیں ہے، باری تعالیٰ آوارہ لوگوں سے ایسے بلند کام نہیں لیتا، جب انہوں نے تفسیر کشاف کا حاشیہ لکھا ہے تو بے ادبی کے الفاظ نہیں کہنے چاہئے آپ توبہ کرو استغفار کرو۔ جب حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ واں بھچراں ضلع میانوالی اور حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کا باہمی تنازع طویل اور پیچیدہ ہو گیا اور حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ کو دیوبند سے دعوت دی گئی، یہ جنوری 1927ء کا واقعہ ہے میانوالی کے اسٹیشن پر انسانوں کا ایک سمندر موجیں مار رہا تھا، زائرین ایک دوسرے پہ گرتے پڑتے تھے، اتنے بڑے مجمع کا نظم قائم رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ جلسہ گاہ میں پہنچے ایک ہندو نے اپنے گھر کی چھت سے حضرت رحمۃ اللہ کو دیکھ لیا، فوراً کود کر زمین پر آیا مجمع کو چیرتا ہوا آیا، اور حضرت رحمۃ اللہ کے پاؤں میں گر پڑا کہ یہ بزرگ مسلمانوں کے پیغمبر کا نمونہ ہیں یہ کہا اور ایمان لے آیا، ایسے واقعات حضرت رحمۃ اللہ کی حیات مبارکہ میں کثیر ہیں۔

یہ واقعہ حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ سرگودھے والوں نے بھی سنایا تھا جب آپ لائل پور احقر سے ملنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ یہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ خلیفہ تھے حضرت مولانا احمد خان رحمۃ اللہ کندیاں والوں کے یہ اس واقعہ میں خود موجود تھے۔ جب مفتی صاحب رحمۃ اللہ مجھے سنا رہے تھے تو اس وقت بہت سے آدمی ان کے ساتھ تھے، منجملہ ان کے حاجی قائم الدین لائل پوری رحمۃ اللہ بھی تھے۔

☆...... جب حضرت مولانا محمد مونگیری رحمۃ اللہ (بہار) نے قادیانیوں کے خلاف ایک بڑا اجتماع کیا اور تمام حضرات دیوبند تشریف لے گئے، حضرت مولانا

مرتضیٰ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس اجتماع میں حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ بھی تشریف لے گئے تھے جب سب حضرات اسٹیج پر بیٹھے تھے تو ایک برہمن (۱) جو خود بھی بہت بڑا وِدوان (۲) تھا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو دیکھ کر مجمع کو چیرتا ہوا حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ آپ کے چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مسلمانوں کے بہت بڑے وِدوان ہیں، حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نہیں میں تو ایک طالب علم ہوں۔ پھر اس برہمن کو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے عشق ہو گیا وہ تمام جلسے میں ساتھ ہی رہا ہم بھی حیران تھے کہ اس کو کیوں اتنا تعلق ہے یہ واقعہ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن رحمہ اللہ نے بہاول پور کے مقدمے کے اجتماع پر بھی سنایا تھا۔

☆...... مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل کے امداد کے سلسلے میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ رنگون تشریف لے گئے وہاں کے اہلِ خیر نے مدرسہ کی خوب امداد فرمائی، اور حضرت کے مواعظ حسنہ سے مستفیض ہوئے۔ واپس ڈابھیل تشریف لا کر تمام مدرسین کی دعوت کی، پر تکلف کھانا کھلایا اور ہر مدرس کو ایک ایک رومال رنگونی اور دس دس روپے عنایت فرمائے، مولانا احمد بزرگ رحمہ اللہ مہتمم مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل ضلع سورت جب تنخواہ لے کر حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا کہ تنخواہ نہیں لوں گا اہلِ رنگون نے احقر کی بہت خدمت کر دی تھی یہ تنخواہ آپ واپس لے جائیں۔

حضرت مولانا احمد سعید رحمہ اللہ دہلی سے بعض دفعہ علمی اشکالات دریافت کرنے دیوبند حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ جواب دینے کے

---

(۱) پنڈت، ہندوؤں کا مذہبی پیشوا

(۲) مذہبی معلومات رکھنے والا

لئے تیار ہی بیٹھے تھے۔

☆...... مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خیر الدین سرسوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غوث محمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم یہ سب حضرات احقر سے مالیر کوٹلہ میں کہنے لگے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صبح کو فجر کی نماز کے بعد درس کرا دے تو عرض کر حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ کا واقعہ سنتیں جمعہ کی ادا کرنے کا، جس حدیث میں واقعہ مذکور ہے اس حدیث کے متعلق تحقیق کرانا ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ یہ حضرات علماء چاہتے ہیں کہ حضرت کا درس سنیں، فرمایا بہت اچھا لیکن میں حدیث باب کیف کان بدأ الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دوں گا، اور خود ہی تلاوت کروں گا کہ ہمارے مشائخ کا یہی معمول رہا ہے، چنانچہ سینکڑوں علماء جمع ہو گئے مولانا مفتی خلیل صاحب بھی بیٹھے تھے مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف لائے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تلمیذ بننا چاہتا ہوں۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بخاری شریف شروع کرا دی، اور درس حدیث دیا، علماء کرام حیران تھے علوم کے دریا بہہ رہے تھے ایک سکتہ کا عالم تھا پھر حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی ذکر فرما دیا کہ علماء کی تسلی ہو گئی۔ مولانا عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ امام بخاری ایسا درس دیتے ہوں گے، مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ علم تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سینے سے اچھل اچھل کر باہر آتا ہے افسوس کہ ہم تو دیوبند جا نہ سکے دور ہی سے چھینٹے پڑے یا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا، مولانا خیر الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سنا رہے تھے کہ جب آپ مدرسہ امینیہ میں تھے تو میری ابتداء تھی اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلی سے کشمیر جا رہے تھے۔

◆

تفسیر آیات سورۃ نجم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالنَّجۡمِ اِذَا ہَوٰی ۙ﴿۱﴾ (سورۃ النجم:۱)

ترجمہ: ”قسم ہے تارے کی جب گرے یعنی غروب ہو۔“

سماویات سے شروع کیا، اس لئے کہ ما بعد کا کلام آسمان کی خبر اور اِسراء کے متعلق ہے، سَمَاوَاتِ الْعُلٰی تک بلکہ سدرۃ المنتہٰی تک یہاں تک کہ فرمایا

اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ۙ﴿۴﴾ (سورۃ النجم:۴)

ترجمہ: ”یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا یعنی آپ کی کوئی خواہش نفس کی وجہ سے نہیں بلکہ حکم کی وجہ سے۔“

یہ خلاصہ ہے ان آیات کا اور مُوحِی بکسر الحاء کو مبہم رکھا کیوں کہ اس کا انحصار اللہ تعالیٰ ہی میں ہے، اور وحی رسالت ہی میں ہے اور ذکر کرنا ان اوصاف کا جو کسی موصوف میں ہی منحصر ہوتے ہیں اس موصوف کا نام لینے سے زیادہ ابلغ ہوتا ہے، مثلاً قول ان کا:

مَرَرْتُ بِاَکْرَمِ الْقَوْمِ۔

ترجمہ: ”میں قوم کے شریف آدمی پر گزرا۔“

پھر فرمایا:

عَلَّمَہٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ۙ﴿۵﴾ (سورۃ النجم:۵)

ترجمہ: ”اس کو سکھلایا سخت قوت والے نے یعنی جس فرشتہ کے ذریعہ وحی آئی وہ بڑی قوت والا ہے۔“

پس منتقل ہوئے معلم کی طرف موحی کے ذکر کے بعد اور ان کو دو شمار کیا، موحی اور معلم، پھر اوصاف وہ ذکر کئے جو معلم ہی کے ہو سکتے ہیں، کیوں کہ کلام

مکہ والوں کے ساتھ ہے اور مکہ والے جبرائیل علیہ السلام کو پہچانتے نہ تھے۔ پس اس کی صفات اور فعل ذکر فرمائے جیسے سورت تکویر میں ہے تو یہ تعدیل ہوئی وحی کی سند کی، کیونکہ جب کہا جائے کہ...... یَاْتِیْهِ الْمَلَكُ...... تو جی میں کھٹکتا ہے کہ آنے کی کیا صورت ہے؟ لہٰذا فرمایا کہ وہ قادر ہے اس پر اور وہ ''سَوِیٌّ'' مبارک ہے ''ذومرۃ'' ہے اس جیسے سے خیر ہی کا ایناس ہے اور وہ نزدیک ہوتا ہے اور وہ لٹک آتا ہے، لہٰذا اس کے اوصاف ذکر فرمادیئے۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذومرۃ یعنی جمیل المنظر حسن الصورۃ ہے، جلالت شان والا ہے، اقبح صورت والا شیطان نہیں ہے بلکہ وہ اجمل الخلق ہے اور ذی امانت اور مکانت والا ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی وحی نبوت کی تعدیل اور اس کا تزکیہ ہے جیسے اس کی نظیر سورۃ تکویر میں ہے بیان فرمایا کہ وہ علم قدرت والا جمال المنظر ہے یہ اوصاف رسول ملکی اور بشری دونوں کے ہیں۔

قوله: فَتَدَلّٰی

ترجمہ: ''لٹک آیا۔''

اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اپنے مکان سے تجاوز نہیں کیا یہاں تعلق بھی قائم رہا جیسے پھل کی تدلی ہوتی ہے کہ تعلق بھی باقی رہتا ہے اور نیچے بھی لٹک آتا ہے جیسے: نُوْرٌ عَظِیْمٌ مُنْبَسِطٌ فِی الْجَوِّ ہوتا ہے کہ چھوٹے سوراخ سے داخل ہو جائے اس کو ناظر یوں سمجھتا ہے کہ اس کا تعلق اوپر ہے منفصل نہیں ہوا گویا یہ تمثیل اس کی ہوئی جو جبریل امین علیہ السلام کی بشر کی شکل میں نمودار ہونے کی ہوتی ہے۔ یہاں یہ بھی ذکر کرنا بے موقع نہ ہوگا جیسا کہ حضرت سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف چڑھے:

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ⑩ (سورۃ النجم: ۱۰)

ترجمہ: ”پس وحی کی اپنے بندے کو جو وحی کی۔“

تو جب حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دُنُوِّ ربّ محسوس ہوا تو آپ سجدے میں گرے پس...... سُبْحَانَ رَبِّ الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْعَظَمَةِ ...... کہتے ہی رہے، حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو وحی کرنا تھا وہ کرلیا، پھر جبرائیل علیہ السلام نے سر اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ آپ اپنی اسی خِلقت میں ظاہر ہوئے جیسا کہ ان کو پیدا کیا گیا ہے کہ اپنے پر ملائے ہوئے ہیں۔ (یاقوت اور زبرجد اور لؤلؤ کے) میں نے خیال کیا کہ جبرائیل علیہ السلام کی دو آنکھوں کے درمیان کے فاصلہ نے دونوں آفاق کو گھیر لیا ہے، حالانکہ اس سے پہلے میں ان کو مختلف صورتوں میں دیکھتا تھا، اور اکثر دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں دیکھا کرتا تھا، اور بعض اوقات ایسے جیسے کوئی کسی کو چھلنی میں سے دیکھے۔

قولہ: فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى۔

اس میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے، تفسیر طبری میں ہے...... فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَىَّ مَاۤ اَوْحٰى ...... اس کے قریب قریب مسلم شریف میں ہے، اور یہ کوئی انتشار فی الضمائر نہیں کیوں کہ یہ وصف اللہ تعالیٰ میں منحصر ہے، اور رسول تو موحی ہو نہیں سکتا، بلکہ مرسل ہی موحی ہے۔ جیسے کہ فرمایا گیا:

اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ (سورۃ الشوریٰ:۵۱)

ترجمہ: ”یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا پھر پہنچائے اس کے حکم سے جو چاہے۔“

یہاں بھی متعاطفات (۱) نہیں بلکہ ایک سلسلہ مرتب ہے بعض بعض سے ملا ہوا ہے جس کی انتہا الی اللہ ہے، یہ خلاصہ ہے مضمون کا جیسا کہ...... اِنْ هُوَ اِلَّا

---

(۱) عطف سے متعلق۔

وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ......میں استیناف ہوا ...... باعادۃ ما استونف عنه...... چنانچہ: اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ ۔ (بتلا ہم کو راہ سیدھی راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا) میں۔

پھر فرمایا:

مَا کَذَبَ الۡفُؤَادُ مَا رَاٰی ⑪ (سورۃ النجم:۱۱)

ترجمہ: ”جھوٹ نہیں کہا رسول کے دل نے جو دیکھا یعنی اندر دل نے فیصلہ کیا کہ میں نے ٹھیک دیکھا دیکھنے میں کوئی غلطی نہیں کی۔“

اس کو ماقبل سے جدا کر دیا اور عطف نہیں ڈالا کیوں کہ یہ شامل ہے رؤیت باری تعالیٰ کو فؤاد سے اور رؤیت جبرائیل کو علی صورتہ یہ دونوں قبل الاسراء حاصل تھے۔ اور یہ شامل ہے ان تمام اشیاء کو جو لیلۃ الاسراء میں دیکھیں۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:

لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّهِ الۡکُبۡرٰی ⑱ (سورۃ النجم:۱۸)

ترجمہ: ”بے شک دیکھی اس نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں اور نمونے۔“

اور سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا:

لِنُرِیَهٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ (سورۃ بنی اسرائیل:۱)

ترجمہ: ”تا کہ دکھلائے اس کو کچھ اپنی قدرت کی نشانیاں اور نمونے۔“

وہاں یہ بھی فرمایا:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔

(سورۃ بنی اسرائیل:۶۰)

ترجمہ: ''اور ہم نے جو نظارہ تمہیں دکھایا اس کو ہم نے لوگوں کے لئے بس ایک فتنہ بنا دیا۔''

سو فتنہ مماراۃ ہی کا نام ہے جیسے سورۃ النجم میں فرمایا:

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ⑫ (سورۃ النجم:۱۲)

ترجمہ: ''اب کیا تم اس سے جھگڑتے ہو اس پر جو اس نے دیکھا۔''

پس قولہ **مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى اَیْ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ عَبْدِنَا مَا رَاٰى اَیْ هٰذَا الْعَبْدُ** یا تو فواد سے یا آنکھوں سے، اور کذب متعدی ہے دو مفعولوں کی طرف جیسے انکا قول **صَدَقْتُ فُلَانًا الْحَدِيْثَ وَ كَذَبْتُهٗ** احتمال ایک مفعول پر مقتصر ہونے کا بھی ہے یعنی **مَا قَالَ كِذْبًا اَیْ هٰذِهِ الْمَقُوْلَةُ بَلْ قَالَ مَا وَقَعَ بَعْدَ عَيَانًا فِي الْاِسْرَآءِ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى رُؤْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔**

اور یہاں پر رؤیت فواد کا ہونا اور مابعد میں رؤیت بصر کا ہونا یہ کوئی نظم قرآنی میں انفکاک(۱) کا باعث نہیں بلکہ رؤیت امر واحد ہے اور فرق جو آتا ہے وہ فاعل کی جانب سے آتا ہے، آثار صحیحہ اور احادیث صحیحہ سے دونوں رؤیتیں ثابت ہیں، رؤیت اللہ تعالیٰ کی پہلی فواد سے اور ثانی بصر سے جیسے حدیث بعثت میں ہے کہ واقعہ ہونے سے قبل اس کا رؤیا میں دکھا دیا جانا آتا ہے۔

پھر فرمایا...... **اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى**...... اور نہ کہا...... **فِيْمَا يَرٰى**...... اس نے دلالت کی کہ یہاں اور رؤیت بھی ہے اس کو حضرت سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر

---

(۱) علیحدگی، جدائی۔

فرمایا، اور...... عَلٰی مَا یَرٰی ...... فرمایا نہ فرمایا...... فِیْمَا یَرٰی...... کیونکہ ان کو نفس رؤیۃ باری تعالیٰ میں جھگڑا تھا نہ کہ خصوصاً مرئی میں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے رب کو دو دفعہ دیکھا۔ ایک دفعہ آنکھ سے دوسری مرتبہ فؤاد سے، رواہ طبرانی فی الاوسط، رجالہ رجال الصحیح۔ مسند دارمی میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ کا شرح صدر فرمایا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:

قَلْبٌ وَکِیْعٌ لَهٗ اُذُنَانِ سَمِیْعَتَانِ وَعَیْنَانِ بَصِیْرَتَانِ۔

ترجمہ: ”یعنی مضبوط دل ہے اس کے کان سننے والے ہیں اور اس کی آنکھیں دیکھنے والی ہیں۔“

وَکِیْعٌ یعنی مَتِیْنٌ شَدِیْدٌ یعنی مضبوط پھر فرمایا:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ﴿۱۳﴾ (سورۃ النجم: ۱۳)

ترجمہ: ”اور اس کو اس نے دیکھا ایک بار پھر۔“

یہ بھی دونوں رؤیتوں کو شامل ہے لیکن رؤیت جبرائیل علیہ السلام یہ تو ظاہر ہی ہے لیکن باری تعالیٰ کی رؤیت سو اس کے قرب کے باعث ہوئی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

یُطْلِعُ اللّٰهُ عَلٰی اَهْلِ الْجَنَّةِ فَیَقُوْلُ هَلْ رَضِیْتُمْ؟ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی۔

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ اہل جنت کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیدار کروائے گا اور ان سے فرمائے گا کیا تم راضی ہو۔“

اس کا تعلق رائی سے ہے نہ کہ مرئی سے جیسا کہ طبری نے فرمایا۔ جیسے:

رَاَیْتُ الْهِلَالَ مِنَ الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ: ”میں نے چاند مسجد سے دیکھا۔“

قَوْلِهٖ تَعَالٰی:

اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰى ﴿۱۶﴾ (سورۃ النجم:۱۶)

ترجمہ: ”اس وقت اس بیری پر وہ چیزیں چھائی ہوئی تھیں جو بھی اس پر چھائی ہوئی تھیں۔“

یعنی انوار وتجلیات۔ نسائی شریف میں ہے:

ثُمَّ أَتَیْتُ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى فَغَشِیَتْنِیْ ضَبَابَةٌ فَخَرَرْتُ لَهٗ سَاجِدًا۔

ترجمہ: ”پھر میں سدرۃ المنتہیٰ آیا بادل نے مجھے ڈھانپ لیا تو میں سجدے میں گر گیا۔“

اور یہی ظُلَلٌ مِنَ الْغَمَامِ ہے۔ پھر فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ (سورۃ النجم:۱۷)

ترجمہ: ”پیغمبر کی آنکھ نہ تو چکرائی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔“

اس میں تصریح فرمائی کہ یقظہ میں ہوا، پھر خلاصہ بیان فرمایا:

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ (سورۃ النجم:۱۸)

ترجمہ: ”بے شک دیکھے اس نے اپنے رب کے بڑے نمونے۔“

یہ بھی عام ہے جو کچھ وہاں دیکھا سب کو شامل ہے، حدیث ابی ذر ؓ میں ہے: رَأَیْتُ نُوْرًا اور نُوْرٌ اَنّٰی اُرَاهُ اس کے معنی ایک ہی ہیں...... أَیْ هُوَ نُوْرٌ مِنْ اَیْنَ رَاَیْتُهٗ ...... اور مروزی ؒ نے بھی امام احمد ؒ سے پوچھا تو حدیث مرفوع ہی جواب میں کہی۔ رَأَیْتُ رَبِّیْ ...... پھر مسند کی حدیث میں ہے ...... رَأَیْتُ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ ...... (اس کی سند قوی ہے)۔

متفرق واقعات

☆......ایک مولانا شریف اللہ رحمہ اللہ کابل کے تھے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ وہ مقبولین میں سے تھے، انہوں نے بڑی لمبی عمر پائی ہے وہ اکیلے نماز پڑھتے تھے ننگے بدن رہتے تھی، فقط تہ بند باندھتے تھے، دارالحدیث دیوبند کی بنیادیں جب بھری جارہی تھیں وہ اس میں بھی شامل تھے، پھر شیخ الہند رحمہ اللہ اپنے پاس لے آئے، دیوبند کے بڑے جلسے میں بھی موجود تھے، جو ۱۳۲۸ھ میں ہوا۔ وہ رائے پور بھی آتے تھے اور اکثر دیوبند رہتے تھے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے اس بات میں گفتگو کی کہ مسجد میں صفیں بچھانا یہ ثابت ہے یا نہیں، مولانا شریف اللہ صاحب اس کو بدعت فرماتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے حدیثیں پیش کیں تو خاموش ہوگئے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے منع فرمادیا تھا کہ کوئی ان سے نہ الجھے۔ فرمایا یہ صاحب حال ہیں ان کو مت چھیڑو۔

وہ فرماتے تھے کہ

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔

ترجمہ: ”جس آدمی نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔“

فرماتے تھے کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ سے بڑھ کر کوئی بھی اس کا مطلب نہیں سمجھا سکتا۔ اس لئے وہ حضرت کے بڑے گرویدہ تھے، ہمارے زمانے میں بھی دیوبند تشریف لائے تھے، جب حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ مالٹا سے واپس دیوبند تشریف لائے تھے۔

قرآن عزیز اس کی طرف بار بار توجہ دلاتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو نہیں دیکھتا۔ ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بے آہ سحر گاہی تقویم خودی مشکل
یہ لالہ پیکانی خوشتر ہے کنار جو

لالہ پیکانی کہا آنکھوں کو جیسا گل لالہ میں سیاہ داغ ہوتا ہے، ایسی ہی آنکھوں میں سیاہی ہوتی ہے پیکاں سے مراد پلکیں۔ خوشتر ہے کنارے جو سے مراد رونا ہے یعنی آنکھ میں کمال یہ ہے کہ روتی ہی رہے خودی سے مراد خود آگاہی ہے۔

فرماتے ہیں:

جب عشق سکھاتا ہے آداب خدا گاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی

یعنی جب اللہ تعالیٰ سے محبت اور عشق ہو جاتا ہے تو پھر عرفان نصیب ہوتا ہے جیسے دوسری جگہ فرماتے ہیں:

شام جس کی آشنائے نالہ یارب نہیں
جلوہ پیرا جس کی شب میں اشک کے کوکب نہیں
جس کا ساز دل شکست غم سے ہے نا آشنا
جو سدا مستِ شراب عیش و عشرت ہی رہا
کلفت غم گرچہ اس کے روز و شب سے دور ہے
زندگی کا راز اس کی آنکھ سے مستور ہے

قرآن شریف میں آتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

(سورۃ آل عمران: ۳۱)

ترجمہ: ”کہہ دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔“

اسی واسطے حضور اکرم ﷺ نماز میں روتے تھے، یہ حالت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی تھی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اکثر دیکھا گیا کہ رات کو بہت کم سوتے تھے، اکثر آنسو بہاتے تھے۔

ایک دفعہ لاہور میں آسٹریلیا مسجد میں بعد نماز فجر وعظ فرمایا تو امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار پڑھے:

جان ز تن بردی و در جانی ہنوز
دردہا دادی و درمانی ہنوز
قیمت خود ہر دو عالم گفتہ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ترجمہ: ”روح کو بدن سے لے گئے لیکن آپ ابھی بھی ہماری جان میں ہیں۔ درد ہے لیکن درد کے علاج کرنے والے بھی آپ ہیں۔ آپ نے اپنی قیمت دو عالم بتائی ہے۔ اپنی قیمت کو مہنگا کردے کہ یہ قیمت آپ نے کم بتائی ہے۔“

تو بہت ہی رقت ہوئی حتیٰ کہ ریش مبارک تر ہوگئی، فرمایا کہ یہ شعر امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ شعر جب آپ کو غسل دیا جا رہا تھا اس وقت کہے۔ اس واسطے آپ میں بے نفسی بے حد تھی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کو بھی مدۃ العمر اپنا شاگرد نہیں فرمایا بس رفیق فرماتے تھے، نہ مدۃ العمر کسی کی غیبت کی نہ غیبت سنی:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔

(سورۃ آل عمران: ۱۳۴)

ترجمہ: ”متقی لوگ غصے کو پینے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔“

پر صحیح طور پر عامل تھے۔

☆...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی پاؤں کھول کر نہیں سوئے بلکہ سکڑ کر سوتے تھے جیسا کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بھلا کوئی محبوب کے سامنے اس طرح پاؤں پسار کر بے ادبی کر سکتا ہے۔

حضرت عارف باللہ حضرت مولانا فقیر اللہ کابلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک تو تعلق باسماء اللہ ہوتا ہے، ایک اسماء اللہ کا تحقق، ایک اسماء اللہ کے ساتھ تخلق، یہ جو آخری ہے یہ بڑا اونچا درجہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق

(فائدہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق مبارکہ بیان فرمایئے تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۱۱)

ترجمہ: ”آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق قرآن تھا۔“

اسی سے وفورِ علم (۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معلوم ہوتا ہے کہ اس ایک جملہ میں سارا تصوف سمو دیا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عملی قرآن پاک تھے، یعنی یہ جو قرآن شریف ہمارے ہاتھوں میں ہے یہ تو علمی قرآن ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عملی قرآن پاک تھے، اسی واسطے حدیث شریف میں آتا ہے...... تخلقوا باخلاق اللہ۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ محض مدرس حدیث کے نہیں تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ حدیث شریف کے ساتھ تعلق بھی تھا حدیث کا تحقق بھی آپ میں تھا اور آپ کو حدیث کے ساتھ تخلق بھی نصیب تھا یہ بہت بڑی بات ہے۔

---

(۱) علم کی زیادتی۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ (سورۃ الجمعہ: ۴)

ترجمہ: ''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے اپنا فضل دے۔''

حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شعر پر حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا محظوظ ہونا

☆...... ایک دفعہ غالباً 1954ء کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ملتان سے لائل پور تشریف لائے، ایک مکان پر ان کی چائے کی دعوت تھی، احقر بھی مدعو تھا احقر بھی حاضر ہوا، ملاقات پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں ہونے لگیں میں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قہوہ حمد را نسرد انور
دار چینی ز نعت پیغمبر

ترجمہ: ''حمد کا قہوہ اے انور بے مزہ ہے جب تک اس میں
پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کی دار چینی نہ ہو۔''

یہ شعر سنتے ہی مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ پھڑک گئے کہ اس سے معلوم ہوا کہ حمد رب العالمین پوری ہی نہیں ہوتی جب تک نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ کہی جائے۔

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ آخِرًا، وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ
مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ

محمد عفا اللہ انوری قادری لائل پوری

۹ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ/ 9 مارچ 1968ء

امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی باتیں

(حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ نے یہ تحریر اپنے بیٹے سے لکھوا کر ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک میں شائع کروائی تھی۔)

(۱) حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ بڑے ہی مہمان نواز تھے، جب کبھی حاضری ہوتی تو کھانے کا بڑا ہی اہتمام فرماتے تھے، مہمان کے پاس خود تشریف رکھتے تھے اور مولانا سید محفوظ علی رحمہ اللہ کو تاکید فرماتے تھے کہ مہمانوں کو کھانا اچھی طرح کھلائیو۔ بہت عمدہ کھانا بنوا کر کھلاتے تھے۔ ایک دفعہ میں حاضر ہوا تو مولانا سید محفوظ علی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ گھر میں تاکید فرما رہے تھے کہ بہت معزز مہمان آئے ہیں۔ کھانا اچھا بنائیو۔ مولانا سید محفوظ علی رحمہ اللہ حضرت شاہ صاحب کے بچوں کے ماموں تھے۔ انہوں نے اپنی ساری عمر حضرت ہی کی خدمت میں گذار دی۔ بڑے ذکی اور مشہور طبیب تھے، لوگ بکثرت ان کے پاس بغرض علاج آتے تھے، میرے ساتھ بڑے ہی بے تکلف تھے، بہت سی راز کی باتیں بتلا دیتے تھے۔

(۲) حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ جب بیعت کرتے تھے تو بعد میں فرمایا کرتے تھے کہ نماز کی پابندی کرو، حلال وحرام میں تمیز کرو، اور نصیحتیں اس وقت یاد نہیں۔ یہی دونوں فقرے یاد ہیں، بیعت کرتے وقت "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کو اس زور سے کہتے تھے کہ سننے والوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب طبق کھل گئے۔ خود جہر کی کیفیت سناتے تھے۔

(۳) ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مفتی عزیز الرحمٰن رحمہ اللہ اور مولانا سراج احمد رحمہ اللہ اور مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ یہ سب حضرات سرہند کے اسٹیشن سے اتر کر حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ

اور ان کے صاحبزادوں رحمہم اللہ کی زیارت کی غرض سے پیدل چل کر گئے۔ یہ تین کوس (تقریباً 9 کلومیٹر) کا راستہ ہوگا، یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ ابھی گاڑی اُدھر نہیں جاتی تھی، راستہ میں ایک مدرسہ دیو بند کے متعلق بات چیت ہونے لگی، رفقاء آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ وہ مدرس صاحب شاہ صاحب رحمہ اللہ کے متعلق یوں کہتے ہیں اور یوں کہتے ہیں۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ نے کہا کہ واقعہ گو صحیح تھا مگر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے سب کچھ سنا اور کچھ جواب نہیں دیا۔ یہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا انتہائی اتقاء ہے کہ غیبت کا جواب بھی نہیں دیتے تھے، بلکہ ’’حَسْبُنَا اللّٰهُ‘‘ کہا اور پھر فرمایا کہ کوئی اور بات کرو، اس کو جانے دو۔

(۴) فرمایا کہ ایک دفعہ میں گنگوہ حاضر ہوا، میں تو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے مسئلہ پوچھ رہا تھا، اور ایک آدمی آیا اور حضرت کے سامنے آپ کی تعریف کرنے لگا، حضرت نے سب کچھ سنا اور پھر ایک مٹھی مٹی کی بھر کر اس کے منہ پر ماری۔ فرمایا حدیث میں آتا ہے جو تمہارے منہ پر تعریف کرے، اس کی منہ پر مٹی ڈال دو۔

(۵) فرمایا جب میں ۱۳۱۹ھ میں مدرسہ امینیہ چھوڑ کر دہلی سے کشمیر گیا اور وہاں وعظ و نصیحت کا سلسلہ جیسا کہ سنت انبیاء کرام علیہم السلام ہے، شروع کیا تو لوگوں پر بہت اثر ہوا، پھر میں نے مدرسہ فیض عام کی بارہ مولا (کشمیر) میں بنیاد ڈالی، مدرسہ خوب چلا، وہاں میں سب کتابوں کا درس دیتا تھا اور کتب حدیث کا بھی درس دیتا تھا۔

(۶) فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے دیو بند سے کشمیر جانے کی چھٹی حاصل کی اور وہاں سے میں نے مولانا محمد سہول رحمہ اللہ مدرس دیو بند کے نام چٹھی لکھی، مگر ان سے وہ خط پڑھا نہ گیا، میں کشمیر سے واپس دیو بند آیا تو انہوں نے بتلایا کہ خط آپ کا آیا تھا، وہ ویسا ہی رکھا ہے، مجھے سمجھ نہیں آیا، پھر میں نے پڑھ کر سارا خط ان کو

سمجھایا، پھر فرمایا کہ میں چودہ قسم کا طرزِ تحریر جانتا ہوں۔ وہ نوویں قسم تھی جو مولانا کو سمجھ نہیں آئی۔

(۷) فرمایا ہمارے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی شرفِ تلمذ حاصل ہے، کچھ دنوں بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھی، پھر انہوں نے اپنے دستِ مبارک سے حضرت کو سند دی۔

(۸) فرمایا ایک میرے استاذ حدیث مولانا محمد اسحاق صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ثم مدنی ہیں۔ میں ان کا نہایت احترام کرتا تھا، میں ادباً بیٹھے بیٹھے تھک جاتا تھا مگر گھٹنے تبدیل نہیں کرتا تھا، مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا خیرالدین آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھی ہے، وہ اپنے والد ماجد مولانا سید محمد آلوسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ روح المعانی کے تلمیذ ہیں۔ انہوں نے 1270ء میں وفات پائی (یعنی صاحبِ روح المعانی نے) یہ بڑے ہی محقق تھے، یہ مفتی بھی تھے، اعلم بغداد کہلاتے تھے۔

(۹) ایک دفعہ فرمایا کہ ’’اَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیَّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ‘‘ یعنی ’’اَلْحَیَّ الْقَیُّوْمُ‘‘ پر زبر پڑھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ’’اَلْحَیَّ الْقَیُّوْمُ‘‘ دونوں اللہ کی صفتیں ہیں اور لفظ اللہ مفعول بہٖ واقع ہوا ہے، اس لیے ’’اَلْحَیَّ الْقَیُّوْمُ‘‘ بہتر ہے۔

(۱۰) ایک دفعہ فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ’’سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَکْبَرُ‘‘ قرآن شریف کے بعد ان کلمات سے بڑھ کر کسی کا ثواب نہیں اور یہ بھی قرآن شریف سے ہیں، اس لیے کہ ’’سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَکْبَرُ‘‘ سارے قرآن شریف میں کہیں اکٹھا نہیں آیا اور یہ

سارے کلمات قرآن شریف سے ہیں۔ یعنی سارے الفاظ قرآن شریف میں موجود ہیں اسی لئے یہ صحیح ہوا کہ یہ سب قرآن شریف سے ہیں۔

(۱۱) ایک دفعہ دیوبند سے تشریف لائے اور لدھیانہ سے احقر (محمد انوری) بھی ساتھ ہوگیا، امرتسر اترے اور مولانا عبد القدیر کشمیری رحمہ اللہ کے ہاں ٹھہرے، صبح کو جب گاڑی سے روانہ ہوئے تو میرے دریافت کرنے پر فرمایا کہ مرزائیوں سے اختلاط اچھا نہیں، بہت بُرا ہے، اس لیے کہ وہ اپنے ڈنگ مارنے سے باز نہیں آتے، اس لیے ان سے دور رہنا ہی اچھا ہے، یا تو آدمی کے پاس ان کے زہر اتارنے کے لیے تریاق ہو، جب تریاق نہ ہو تو دور ہی اچھے، دوسری دلیل یہ کہ قرآن پاک میں ہے: ”فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝“ (سورۃ الانعام: ۶۸) یہ دو دلیلیں ہوگئیں، ایک عقلی اور ایک نقلی۔

(۱۲) فرمایا دیانت کہتے ہیں کہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو تعلق ہے اس کو سچے طریقہ سے نبھائے۔ ایسا شخص دیانتدار کہلاتا ہے اور جس میں یہ صفت نہیں ہے، وہ دیانتدار نہیں بلکہ خائن ہے۔

(۱۳) امرتسر کے راستہ میں ہی فرمایا کہ ہمارا خاندان دس پشت سے سہروردی ہے، میرے والد صاحب مولانا سید معظم شاہ صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے مجھے اجازت ہے، اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے بھی اجازت ہے، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے یہ اجازت نامہ مجھے لکھ کر دیا تھا، یوں بھی حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی بڑی تعریف فرمایا کرتے تھے، فرمایا کہ ہم نے شام وعرب، مصر وعراق میں کوئی ایسا فقیہ النفس نہیں دیکھا۔

(۱۴) حضرت کے پاس ابوداؤد کی شرح خود اپنی تھی جس کو ایک جلد میں بہت حفاظت سے رکھتے تھے، میں نے بھی حضرت سے وہ جلد لے کر کچھ اجزاء نقل کر لیے

تھے، بہت ہی مبسوط شرح تھی، بذل المجہود سے بہت مفصل پھر معلوم نہ ہوسکا کہ وہ شرح کہاں گئی، جب حضرت کا وصال ہوا چونکہ حضرت کے صاحبزادے اس وقت چھوٹی عمر کے تھے، معلوم نہیں کس کے ہاتھ لگ گئی، بہت ہی خوشخط لکھی ہوئی تھی۔

(۱۵) حضرت شیخ الہندؒ، حضرت شاہ صاحبؒ کی بڑی ہی قدر اور توقیر کرتے تھے، جو مشکل مسئلہ پیش آتا اس کی تحقیق حضرت شاہ صاحبؒ سے کرایا کرتے تھے، حضرت شاہ صاحبؒ بڑے ہی ادب سے عرض کیا کرتے تھے کہ ہاں حضرت فلاں مصنف نے یونہی لکھا ہے۔

(۱۶) جب مولانا غلام رسولؒ کا وصال ہوگیا تو اس وقت حضرت شیخ الہندؒ مالٹا میں نظر بند تھے وہاں سے ایک لمبا مرثیہ لکھ کر بھیجا اس کا اس وقت ایک شعر یاد ہے!

غلام رسول او ستاذ افاضل
کہ چشم جہاں مثل او دید کمتر

اور ایک شعر یہ بھی تھا!

تیرے حجرے میں جب کبھی ہوتے حاضر
تو آجاتے تھے یاد ہم کو ابوذرؓ

(۱۷) بخاری ج۱ ص ۵۲۳ میں ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ جب فجر کی نماز پڑھاتے تھے تو اکثر پہلی رکعت میں سورۂ یوسف یا سورۂ نحل پڑھتے تھے اور رکوع اس وقت کرتے تھے کہ لوگ جمع ہوجاتے تھے جو آدمی بالکل رکوع کے قریب ملا اور اکثر ایسا ہوتا ہے۔ تو اس کی فاتحہ کہاں گئی۔ یہ تو حضرت عمر فاروق اعظمؓ کا فعل ہے جو کہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں سے ہیں، جن کے اتباع کا حکم ہے۔

(۱۸) فرمایا حدیث میں آتا ہے: ’’وَاِذَا رَكَعْتَ فَاجْعَلْ رَاحَتَيْكَ عَلٰى

رُکْبَتَیْكَ‘‘ (مشکوٰۃ ص۷۶) یہ دونوں شرط اور جزاء ہیں اور شرط اور جزاء میں اتصال شرط ہے، پس اگر رفع یدین ہو تو جزاء اور شرط میں اتصال کہاں رہا۔

(۱۹) ایک دفعہ لدھیانہ تشریف لائے، میں اس وقت لدھیانہ مدرسہ عزیزیہ میں پڑھاتا تھا، چونکہ وہ مدرسہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے راستہ میں پڑتا تھا، اس واسطے میں نے وہیں قیام کیا تاکہ حضرت کی زیارت ہوتی رہے، اس مدرسہ میں کتب خانہ بہت بڑا تھا، قادیانیوں کی تمام کتابیں اور ان کے رد کی کتابیں اور شیعہ کی تمام اور ان کے رد کی کتابیں۔ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ کی تصنیفات بھی تھیں۔ میں نے وہ تمام تصنیفات ازبر کرلی تھیں (۱)، اصول کافی اور اس کی شرح جو کہ ایران سے منگوائی تھیں وہ سب دیکھ لی تھیں۔ 1923ء کی بات ہے ایسے ہی فروع کافی تھی اور اس کی شروح تھیں، بے شمار کتابیں تھیں۔ ایک دفعہ دیوبند سے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مع حضرت مولانا بدر عالم رحمہ اللہ تشریف لائے، مجھے وہاں پڑھاتا دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ مولانا بدر عالم رحمہ اللہ نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ حکمت نزول عیسیٰ علیہ السلام میں کیا ہے؟ فرمایا بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ سلسلۂ اسماعیلی اور سلسلۂ اسحاقی کو ملا دینا منظور ہے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو شریعت محمدیہ پر عمل درآمد کریں گے۔ جب بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے تو آپ کا خاتم النبیین ہونا دوبالا ہوجائے گا کہ خاتم النبیین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے علاقہ میں تشریف لے گئے تھے، تو اس وقت شریعت یوسفی پر عمل کرتے تھے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر برحق تو ہوں گے مگر عمل

---

(۱) زبانی یاد کرلی تھیں

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعتِ مبارکہ پر کریں گے۔

(۲۰) حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ مسلم شریف کا درس دے کر درس بند کر کے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے کمرہ میں گیا تو اس وقت حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے، میرے جانے پر فوراً میری طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے عرض کی کہ حدیث میں ایمان کا صلہ "علیٰ" بھی آیا ہے؟ تو فرمایا کہ ہماری نظر سے تمام ذخیرۂ حدیث میں کہیں نہیں گذرا کہ ایمان کا صلہ "علیٰ" آیا ہو۔ مگر مسلم شریف کی یہ حدیث "مَا مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ اُوْتِيَ مَا مِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ" میں یہ سن کر پسینہ پسینہ ہو گیا۔ کیونکہ یہی حدیث میرے ذہن میں تھی کہ دریافت کروں گا، کیونکہ اسی حدیث کا میں درس دیتا ہوا گیا تھا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا استحضار دیکھ کر بڑا ہی متعجب ہوا۔ نیز فرماتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ جواب دینے کے لیے تیار ہی بیٹھے ہیں، پھر میں نے کبھی یہ جرأت نہیں کی، اس وقت واقعی میری غرض امتحان تھی۔

(۲۱) بہاولپور کا قصہ ہے کہ آپ جمعہ کی نماز کے بعد کچھ بیان بھی فرماتے تھے، ایک دفعہ مولانا عبدالحنان ہزاروی رحمہ اللہ جو کہ اس وقت اس سفر میں ساتھ تھے، آپ کے بیان سے پہلے آپ کے کمالات بیان فرمانے لگے تو آپ نے یعنی شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فوراً ان کو بٹھا دیا اور فرمایا کہ بھائی انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ غلط ہے، ہم ایسے نہیں ہیں۔ ہمیں تو یہ بات یقین کے درجہ کو پہنچ چکی ہے کہ ہم سے گلی کا کتا بھی اچھا ہے۔ ہم اس سے بھی گئے گذرے ہیں، جب یہ بات مجمع نے سنی تو سب کی چیخیں نکل گئیں۔

(۲۲) احقر محمد لائل پوری عفا اللہ عنہ اور مولانا اسعد اللہ سہارنپوری رحمہ اللہ دونوں

بطور مختار کام کر رہے تھے، ہمارے واسطے بھی سرکاری طور پر بہاولپور میں دو کرسیاں بچھائی گئی تھیں، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ہم کیسے کرسیوں پر بیٹھتے، پھر جبکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احقر کو حوالہ نکالنے پر مقرر فرمایا تھا تو اس وقت حافظہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا دیکھ کر تعجب ہوا کہ کتاب کا صفحہ تک بتلاتے تھے، کیونکہ جج صاحب خود حوالہ دیکھ کر آگے چلتے تھے۔ جلال الدین شمسؔ اور غلام احمد مجاہدؔ دونوں قادیانیوں کی طرف سے نمائندہ تھے، ان کے لیے بھی کرسیاں بچھائی گئی تھیں۔ جس روز حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان شروع ہوا تو میں اور مولانا اسعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ تو کھڑے رہے وہ مرزائی بھی دونوں کھڑے ہی رہے۔ چنانچہ پانچ روز ایسا ہی ہوا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے آرام دِہ کرسی جج صاحب نے بچھوائی تھی کیونکہ ان دنوں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیمار تھے۔

(۲۳) بہاولپور کا قصہ ہے جلال الدین شمسؔ جو کہ قادیانیوں کا نمائندہ تھا، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے وقت وہ بھی حاضر تھا، اس کی عادت تھی، بہت اونچا اونچا بولتا تھا، چنانچہ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں اس نے بہت شور مچایا۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں بھی ایسا ہی ہوا، جب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ختم ہوا تو احقر چونکہ مدعیہ کی طرف سے بطور مختار کام کرتا تھا۔ احقر نے جلال الدین سے پوچھا کہو مزاج کیسے ہیں؟ وہ حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ مزاج کیوں پوچھتے ہو؟ میں نے کہا آج تو "اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ" ہو گیا یا نہیں، وہ بڑا نادم ہوا۔

(الحق ج ۳ شمارہ ۱، رجب ۱۳۸۷ھ / نومبر 1967ء ص 40 تا 44)

* * *

مختصر تعارف

قطب الاقطاب عالمِ ربانی شیخ الحدیث
حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ

(خادمِ خاص وخلیفہ مجاز حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ
تلمیذ ارشد وخلیفہ امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ
وخلیفہ اعظم حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری رحمہ اللہ)

آپ مشرقی پنجاب کے ضلع جالندھر موضع اوگی میں ۶ صفر ۱۳۱۹ھ بروز ہفتہ بمطابق 1901ء میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد گرامی حضرت مولانا فتح الدین رشیدی رحمہ اللہ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ اور اجلّہ خلفاء میں سے تھے اسی وجہ سے رشیدی ان کے نام کا جز بن گیا۔ نیز حضرت گنگوہی کی طرح حضرت مولانا فتح الدین رشیدی بھی شرک و بدعات کے خلاف سیف بے نیام تھے،

ردّ بدعات پر آپ کا تحریر کردہ رسالہ عظیمہ بنام ”ختم مرسومۃ الھند“ ہے، جو حضرات علمائے کرام کیلئے سرمایہ گرانمایہ ہے۔ آپ نے دار العلوم دیوبند کے نام اپنی جائیداد کا بہت بڑا حصہ وقف کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت انوری رحمہ اللہ نے ایسے پاکیزہ ماحول میں آنکھ کھولی جو خالصتاً دینی اور علمی خوشبوؤں سے معطر تھا۔

مولانا فتح الدین رشیدی رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے محمد انوری کی تعلیم و تربیت بڑے استغنا سے فرمائی یعنی جس مدرسے میں بھی داخل کروایا ان کے کھانے کا انتظام ذاتی طور پر کیا۔ مدرسہ پر کبھی بوجھ نہیں بننے دیا۔ فالحمد للہ علی ذلک

اور نصیحت فرمائی کہ دین کو ذریعہ معاش نہ بنایا جائے جو اعلیٰ درجہ کا تقویٰ ہے۔ حضرت مولانا محمد انوری رحمہ اللہ نے تاحیات مسجد اور مدرسے سے تنخواہ

نہیں لی کیونکہ آپ صاحبِ ثروت تھے۔

مولانا فتح الدین ؒ کی اولاد:

آپ کے تین نکاح تھے جن سے آپ کے تین صاحبزادے: (1) مولانا اللہ بخش ؒ (2) مولانا محمد انوری ؒ (3) عبداللہ (جن کا ہندوستان ہی میں انتقال ہوگیا تھا) اور تین بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹی کی شادی مولانا محمد سلیم لدھیانوی ؒ سے ہوئی، دوسری بیٹی کی شادی اوگی چک ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایک بڑے زمیندار گھرانے میں چوہدری جان محمد کے ساتھ ہوئی جبکہ تیسری بیٹی کی شادی مولانا محمد خلیل اللہ لدھیانوی ؒ سے ہوئی جو مفتی رشید احمد لدھیانوی ؒ بانی جامعہ الرشید کراچی والوں کے بڑے بھائی تھے۔

(حضرت مولانا اللہ بخش ؒ کے نواسہ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری ہیں، یہ عزیزداری مزید قربت میں یوں بدل گئی کہ مولانا محمد انوری ؒ کے بیٹے مولانا سعید الرحمٰن انوری ؒ کے مولانا قاری محمد حنیف جالندھری داماد بنے)

حضرت مولانا فتح الدین ؒ نے بہت سے لوگوں کو دین کی محنت پر لگایا جن میں حضرت مولانا محمد صدیق ؒ (سابق شیخ الحدیث خیرالمدارس ملتان) شامل ہیں۔ جب انہوں نے 1944ء میں مڈل پاس کیا تو مولانا فتح الدین ؒ نے ہی آپ کو مدرسہ رائے پور گجراں میں داخل کروایا۔

حضرت انوری نے موقوف علیہ تک علوم اسلامیہ کی تعلیم مدرسہ رائپور گجراں میں حاصل کی۔ جون 1920ء میں سالارِ کارواں جہادِ آزادی حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی ؒ یورپ کے جزیرہ مالٹا کی قید سے رہائی پا کر واپس تشریف لائے۔ چونکہ حضرت مولانا فتح الدین ؒ کے حضرت شیخ الہند ؒ کے ساتھ والہانہ مراسم تھے جس کی وجہ سے مولانا فتح الدین ؒ اپنے بیس سالہ جواں بیٹے کو ہمراہ لے کر دیوبند پہنچے تو حضرت شیخ الہند ؒ نے کمال شفقت

سے حضرت انوری ؒ کو تصوف کے چاروں سلاسل میں بیعت کرلیا۔ آپ کو حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کے ساتھ مل کر حضرت شیخ الہند ؒ کے تحریک جہاد آزادی کے راہنما ورفقاء علماء وغیرہ مہمانوں کی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوتا۔ نیز حضرت شیخ الہند ؒ نے آپ کی اصلاح وتربیت پر خاص توجہ مبذول فرمائی اور اجازت وخلافت سے بھی نواز دیا۔ (چنانچہ مولانا محمد انوری ؒ اپنے مریدین کو حضرت شیخ الہند ؒ کے سلسلہ میں بیعت فرماتے تھے) شوال المکرم ۱۳۳۸ھ میں نئے تعلیمی سال کے آغاز پر حضرت انوری ؒ اپنے عہد کے عظیم استاذ التفسیر والحدیث حضرت شیخ الہند ؒ کے تلامذہ کی صف میں بیٹھ گئے، مگر حضرت شیخ الہند ؒ کبرسنی اور مسلسل اسفار کے باعث اسباق نہ پڑھا سکے تو آپ کے مایہ ناز شاگرد امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ نے تشنگانِ علوم نبوت کو سیراب کیا جن میں حضرت مولانا محمد انوری ؒ سرفہرست تھے۔ رجب ۱۳۳۹ھ بمطابق 1921ء میں دورہ حدیث مکمل کیا۔ فراغت کے بعد حضرت مولانا محمد انوری ؒ نے تدریسی، تحریری، تقریری میدانوں میں خوب کام کیا۔ نیز حضرت انوری ؒ دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم یافتہ بھی تھے آپ نے مولوی فاضل، منشی فاضل کا دو سالہ کورس اورنٹیئل کالج لاہور سے کیا تھا۔ تدریس میں آپ نے دورہ حدیث تک کے اسباق کئی سال پڑھائے اور تحریری سلسلہ میں مختلف موضوعات پر رسائل لکھے اور تقریری سلسلہ میں آپ نے کئی مناظروں میں قادیانی اور شیعہ مبلغوں کو عبرتناک شکست دی۔ عقیدہ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کی تحریک میں جید علماء متکلمین کی صف میں شمار کئے گئے۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ گرفتار ہوکر جیل بھی گئے آپ کو قید تنہائی دی گئی جیل کی پہلی رات ہی آپ کو نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔

آپ کا تبحر علمی اور مشائخ حق سے روحانی کسبِ فیض کی تکمیل ہی تھی کہ

حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے بھی آپ کو خلافت عنایت فرمائی۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے قادیانیوں کے خلاف مشہور مقدمہ بہاولپور 1932ء میں اپنے خاص معاون کے طور پر آپ کو اپنی معیت کا شرف عطا فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مولانا محمد انوری رحمہ اللہ کو مقدمہ بہاولپور کا مختار مقدمہ بنا دیا تو پورا مقدمہ ان کی قیادت میں طے پایا۔ زہے نصیب۔

اس عظیم استاذ و شیخ امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے وصال کے بعد مولانا محمد انوری رحمہ اللہ نے حضرت شاہ صاحب کے گھرانہ کی کفالت اپنے ذمہ لے لی تھی بحمد للہ اس خدمت کو تادم آخر نبھایا، نیز حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی وفات سے حضرت انوری کو بہت صدمہ ہوا تا آنکہ خواب میں بار بار اپنے مرشد علمی و روحانی کی زیارت ہوئی تو آپ نے مولانا محمد انوری رحمہ اللہ سے فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری (رحمہ اللہ) ہمارے رفیق ہیں آپ ان کی خدمت میں تشریف لے جائیں چنانچہ آپ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ علمی و روحانی نسبتوں کی برکات ظاہر ہوئیں اور آپ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کے خلیفہ اعظم قرار پائے۔ قیام پاکستان کے بعد لائل پور (فیصل آباد) میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ جب بھی تشریف لائے تو انوری مسجد اور مولانا محمد انوری رحمہ اللہ کے گھر حضرت کا قیام ہوتا۔ بعد ازاں اسی گہرے تعلق کی برکت تھی کہ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کے بھتیجے مولانا عبدالجلیل رحمہ اللہ (ڈھڈیاں شریف سرگودھا) کو حضرت انوری رحمہ اللہ نے اپنی فرزندی میں لے لیا یعنی مولانا عبدالجلیل رحمہ اللہ حضرت انوری رحمہ اللہ کے داماد بنے۔

یہ رشتہ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے حکم سے ہوا اس سے قبل رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ کے بیٹے مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ

حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ کے داماد بنے یہ رشتہ بھی حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے ہی ہوا تھا۔

1967ء تک مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ ہی پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کے محسن خاص اور انتظامی نمائندے تھے۔ اس مادرِ علمی اور مرکز رشد و ہدایت کے معاونین، حضرت مولانا انوری رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے ہی اپنے عطیات دیوبند بھجوایا کرتے تھے۔ اسی خدمت گزاری میں مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ کل 69 برس عمر پا کر دار فناء سے دار بقاء کی طرف ۱۳ ذیقعدہ بروز جمعرات ۱۳۸۹ھ بمطابق 22 جنوری 1970ء میں رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

پسماندگان میں پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ تھے۔

حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے کرام:

1)...... ابن الانور شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (دیوبند انڈیا)

2)...... حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)

3)...... حضرت مولانا عبدالوحید رحمۃ اللہ علیہ (ڈھڈیاں شریف، سرگودھا)

4)...... حضرت مولانا عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ (ڈھڈیاں شریف، سرگودھا)

5)...... حضرت مولانا حافظ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ (کمالیہ)

6)...... حضرت مولانا مفتی بشیر احمد پسروری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

7)...... حضرت مولانا سعید احمد رحمۃ اللہ علیہ (ڈونگا بونگہ، بہاولنگر)

8)...... حضرت صوفی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ (قصبہ جلپانہ شاہ پور صدر، سرگودھا)

9)...... حضرت قاری فضل کریم رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل (لاہور)

10)...... حضرت مولانا عبدالعزیز فیض پوری رحمۃ اللہ علیہ

11)......حضرت مولانا عبدالقادر فیض پوری رحمۃ اللہ علیہ

12)......حضرت مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ فاضل مظاہر العلوم سہارنپور (شاہ پور صدر، سرگودھا)

13)......حضرت حافظ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (چک 306 ٹوبہ ٹیک سنگھ)

حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان:

1)...... مولانا عزیز الرحمٰن انوری رحمۃ اللہ علیہ

2)...... مولانا سعید الرحمٰن انوری رحمۃ اللہ علیہ

3)...... مولانا مسعود الرحمٰن انوری رحمۃ اللہ علیہ

4)...... مولانا مقبول الرحمٰن انوری

5)...... مولانا ایوب الرحمٰن انوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف:

1)...... سیرت خاتم الانبیاء (اردو)

2)...... العجالہ (داڑھی کے متعلق شرعی فیصلہ)

3)...... احادیث الحبیب المتبرکہ

4)...... اربعین من احادیث النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

5)...... الصلوٰۃ یعنی نماز مترجم

6)...... فضائل مکہ مکرمہ مترجم

7)...... مکتوبات بزرگاں

8)...... ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری (رحمۃ اللہ علیہ)

9)...... انوار انوری (مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات وکمالات کا تذکرہ)

10)......السنن الآثار لسید الابرار (اردو)

11)......البشارات فی حل الاشارات

12)......الحج المقبول

13)......البدور الطالعہ اعنی الشمس البازغۃ

14)......نفحات الطیب للنبی الحبیب ﷺ (عربی)

15)......حیاتِ انور (سوانح مولانا انور شاہ کشمیری ؒ) یہ کتاب تقسیم ہند کی وجہ سے رائے کوٹ لدھیانہ ہی رہ گئی تھی۔

قلمی کتب کی فہرست مندرجہ ذیل ہے:

16)......نطق الانور (علامہ انور شاہ ؒ کی تقریر ترمذی)

17)......ترجمہ کتاب، خاتم النبیین

18)......مکتوبات وملفوظات

19)......مسئلہ حیات النبی ﷺ

20)......تقلید کیا ہے؟

21)......ردقادیانیت

حضرت انوری ؒ کی مشہور تصنیف ”انوار انوری“ اور باقی تمام تصانیف ”مجموعہ رسائل انوری“ کے نام سے شائع ہو چکی ہیں نیز حضرت ؒ کی مستقل سوانح ”حیات انوری“ کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت انوری ؒ اور ان کے مشائخ و اساتذہ کی قبور مبارکہ کو نور سے بھر دے اور مغفرت کے ساتھ جنت الفردوس میں درجات عالیہ بھی نصیب فرمائے۔ آمین

وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

محمد راشد انوری

ابن حضرت مولانا محمد ایوب الرحمٰن انوری ؒ
نبیرہ حضرت اقدس مولانا محمد انوری لائل پوری ؒ

عکس سندِ فراغت درالعلوم دیوبند

حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ

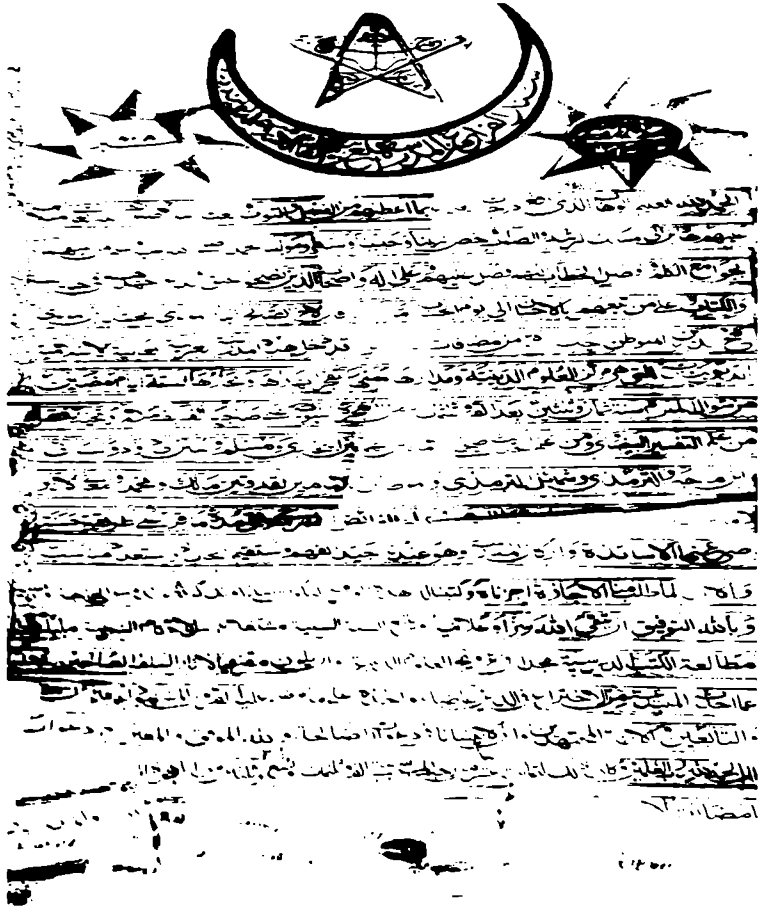

تاریخ دورۂ حدیث رجب ۱۳۳۹ھ بمطابق 1921ء

سند پر جن اساتذہ کرام کے دستخط موجود ہیں ان میں سے چند نام یہ ہیں:

مولانا محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

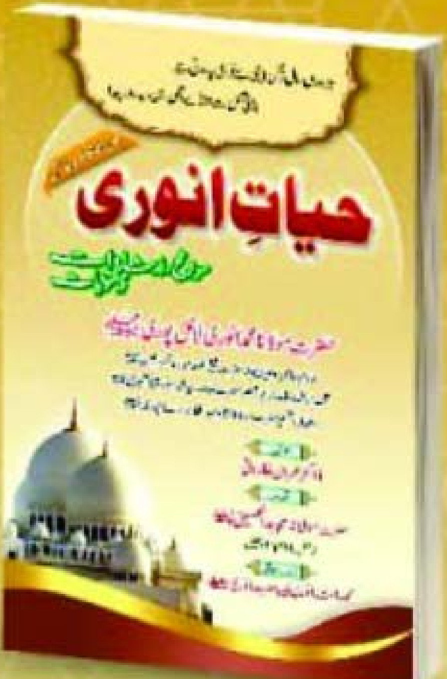
حیاتِ انوری

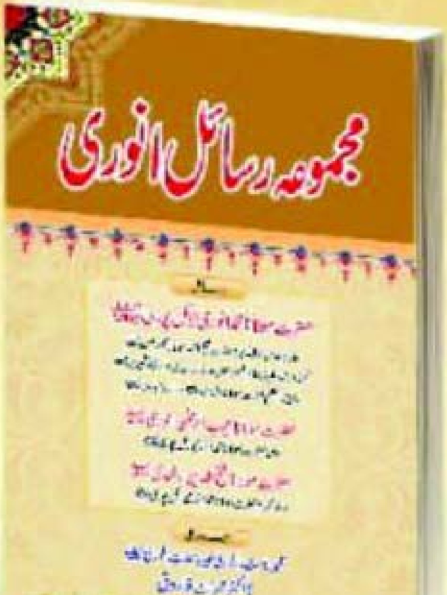
مجموعہ رسائل انوری

(ان کتابوں کا دوسرا ایڈیشن عنقریب
شائع ہو کر آ رہا ہے... ان شاء اللہ)

9 789692 358415